…ناہ) اس کتاب کے ترجمہ یا کلاً وجزاً شائع کرنے کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون

تذکرہ
شیخ رحمکار رح

…ب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت کاکا صاحب رح کی

مختصر سوانح عمری

مرتبہ

سید سیاح الدین کاکاخیل

شائع کردہ

ادارہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

DATA ENTERED
۲۹۶۶۹۹۲
۱۸ س
۸۶۸

انتساب!

کتب مناقب وسوانح کے مختلف باغوں سے میں نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد حضرت شیخ رحمکارؒ کے سوانح حیات اور مناقب و فضائل کے یہ پھول چن چن کر یہ گلدستہ تیار کیا ہے۔ میں اپنی حقیر وناچیز کوششوں کا یہ نتیجہ حضرت شیخ رحمکارؒ کی اولاد واحفاد میں سے خاص کر ان حضرات کے نام معنون ومنسوب کرتا ہوں جو حضرت شیخؒ کے نقش قدم پہ چلتے اور شریعت مطہرہ کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ ع

میں نے کچھ کلیاں چنی ہیں ان کے دامن کے لئے
گر قبول افتد زہے عز و شرف

۱۰ محرم سنہ ۱۳۷۱ھ یوم عاشورہ
۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

(سید) سیاح الدین کاکا خیل
حال مقیم جامع مسجد۔ لائل پور

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ
۱	تعارف	۵
۲	سلسلۂ نسب	۹
۳	سید آدمؒ	۱۰
۴	سید غالبؒ	۱۰
۵	مست باباؒ	۱۱
۶	سید بہادر باباؒ	۱۱
۷	حضرت کاکا صاحبؒ کا اسم گرامی	۱۳
۸	ولادت باسعادت	۱۴
۹	بچپن کے حالات	۱۸
۱۰	زمانۂ تعلّم	۲۰
۱۱	مولد وجائے اقامت	۲۳
۱۲	ابتدائی زمانہ	۲۴
۱۳	سلسلۂ طریقت	۲۶
۱۴	صحبت و توجہ کی تاثیر	۲۸
۱۵	مجلس و کلام	۲۹
۱۶	تاثیر و توجہ کے واقعات	۳۲
۱۷	بعد از وفات فیوضات	۴۷
۱۸	کرامات وخوارق	۵۳
۱۹	اخلاق وعادات	۷۱
۲۰	عبدیت	۷۱
۲۱	زُہد و ترکِ دُنیا	۷۴
۲۲	طعام	۷۷
۲۳	خواب	۷۸
۲۴	جود وسخا	۷۹
۲۵	تعلیم وتدریس	۸۱
۲۶	زبان	۸۹
۲۷	اہلِ علم کی تسلّی	۹۰
۲۸	فائدہ علمیّہ	۹۳
۲۹	عبدیت کی تشریح	۹۴
۳۰	عبدیت یعنی قرب	۹۶
۳۱	بندۂ خدا کے فضائل ومناقب	۱۰۱
۳۲	اولیاءِ عصر سے ملاقاتیں	۱۰۶

نمبر	مضامین	صفحہ
۳۳	اخون پنجوؒ	۱۰۶
۳۴	پیر سباقؒ	۱۰۶
۳۵	اخون سالاکؒ	۱۰۷
۳۶	سید آدم بنوریؒ	۱۱۰
۳۷	حاجی بہادر کوہاٹی	۱۱۲
۳۸	حضرت مجدد الف ثانی	۱۱۲
۳۹	واقعہ وفات	۱۱۴
۴۰	تجہیز و تدفین	۱۱۹
۴۱	خلفاء دستر شدین	۱۲۳
۴۲	خواجہ شمس الدین ہروی	۱۲۴
۴۳	شاہ عبداللطیف	۱۲۵
۴۴	خواجہ جمال الدین	۱۲۵
۴۵	شیخ ارخ الدین	۱۲۶
۴۶	خواجہ گُل نور	۱۲۷
۴۷	غازی خان	۱۳۰
۴۸	میاں جی گل صاحب	۱۳۰

نمبر	مضامین	صفحہ
۴۹	شیخ علی گلؒ ولی گُلؒ	۱۳۲
۵۰	شیخ بابر	۱۳۳
۵۱	شیخ دریاخان رحمکنیؒ	۱۳۴
۵۲	شیخ فتح گُل	〃
۵۳	مرزا گل باباؒ	〃
۵۴	شیخ ادین	〃
۵۵	شیخ عبدالرحیم	〃
۵۶	شیخ محمد حیات	۱۳۵
۵۷	فہرست خلفاء	۱۳۵
۵۸	سلسلۂ اولاد	۱۳۷
۵۹	شیخ ضیاء الدین شہید بابا	۱۳۹
۶۰	شیخ محمد گل صاحب	۱۶۱
۶۱	شیخ خلیل گل صاحب	۱۶۳
۶۲	شیخ عبدالحلیم صاحب	۱۶۳
۶۳	قوم کاکاخیل پر اجمالی تبصرہ	۱۷۱
۶۴	شجرہ اولاد شیخ رحمکار	
۶۵	روضہ و مسجد متصل دربار	
۶۶	لنگر خانقاہ شیخ رحمکار	
۶۷	عرض مولف	

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وعترتہٖ وبارک وسلم۔ اما بعد۔

حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت نے شہداء علے الناس اور خیر امۃ بن کر تمام دنیا میں اسلام کا پیغام حق پہنچایا۔ اور یہ پاکباز اور پاکیزہ نفس حضرات سرزمین عرب سے نکل کر افریقہ و ایشیا کے دور دراز ملکوں تک پھیل گئے۔ ان کی تعلیم و ارشاد اور تبلیغ و تلقین سے عجمی ملکوں کے لاکھوں لوگ دین اسلام میں نہ صرف یہ کہ داخل ہو کر مسلمان ہوئے بلکہ ان عجمی قوموں میں سے بڑے بڑے آئمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین، فقہا و متکلمین اور اولیاء و صلحاء پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے ہر زمانہ اور ہر خطۂ ملک میں دین اسلام کی بے نظیر اور کامیاب خدمات سرانجام دیں۔ ان عجمی نومسلموں کے خاندانوں کے علاوہ خود عربی خاندان بھی جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر عراق، ایران، بخارا وغیرہ ملکوں میں آ کر سکونت پذیر ہوتے رہے۔ اور ان کی اولاد یہاں پھیلتی گئی لیکن ان تمام خاندانوں میں جگر گوشۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نور نظر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب اور

Marfat.com

آپ کی ذرّیت طیّبہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہر علاقہ میں ممتاز رہی۔ اور اگرچہ مسلمانوں کے جسموں پر بنو امیّہ اور بنو عباس کی حکومت و حکمرانی تھی۔ لیکن ان کے دلوں پر ان اہلِ بیت رسولؐ کی فرماں روائی تھی۔ جو دنیوی زیب و زینت جاہ و جلال اور حشمت و دولت کو چھوڑ کر ان تمام ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کش ہو کر کسی کُنج تنہائی میں زاہدانہ زندگی بسر کرتے۔ اور لوگوں کو دینِ حنیف کی تبلیغ و تلقین کرتے تھے۔ اس نسبی شرافت اور خاندانی سیادت کے علاوہ ہر زمانہ میں سادات کرام کے خاندانوں میں ایسے ایسے بزرگ گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کو روشن کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں نہایت سرگرمی اور پوری توجہ و کوشش سے حصّہ لیا۔ میدان جہاد میں بھی نبرد آزما ہوئے اور مسجد و خانقاہ، مکتب و مدرسہ میں مُرشد و مبلّغ، معلّم و استاد بھی رہے۔ چنانچہ عراق، شام، مصر، ایران، بخارا، افغانستان وغیرہ ممالکِ اسلامیہ میں ہزاروں ایسے اولیاء اللہ اور صلحاء امت ہو گذرے ہیں اور اب اُن کے مزارات موجود ہیں۔ جو نسباً سیّد تھے اور انہوں نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحیح جانشینی کا حق ادا کر دیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نور اللہ مرقدہ کے حملۂ ہندوستان کے بعد تو کم لیکن سلطان شہاب الدین غوری انار اللہ برہانہٗ کے قبضۂ ہند کے بعد زیادہ اولیاء کرام اور ساداتِ عظّام کی یہ حقّانی جماعتیں ان اسلامی ممالک سے بُتکدۂ ہند کو ضیائے اسلام سے منوّر کرنے کے لئے تبلیغ و اشاعت دین کی غرض سے ہجرت کرنے لگیں۔ اور تمام ہندوستان کے مرکزی مقامات پر جا جا کر انہوں نے ہندوؤں کو دینِ حق کی رہنمائی کی۔ اور اکثر وہ اپنے مقصد میں کامیاب و بامراد رہے۔ اور ان اولیاء کرام اور صلحاء امّت کی ان خاموش تبلیغی سرگرمیوں اور راہِ حق میں مخلصانہ جہاد کی برکت سے

Marfat.com

آج دس کروڑ مسلمان پاکستان و ہندوستان میں بستے اور اسلام کو اپنے لئے سرمایۂ فخر و ناز سمجھتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ و قدس اسرارہم

اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے۔ کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور مشرقی افغانستان میں بھی ان مغربی اسلامی ملکوں سے بہت سے اولیاء اللہ رشد و ہدایت کے فیض کو عام کرنے تشریف لے آئے۔ اور یہاں آکر پھر یہیں رہنے سہنے لگے۔ یہاں تعلقات قائم کر لئے۔ اور اُن کے بعد اُن کی اولاد بھی یہیں بود و باش کرنے لگی۔ اور ایسے اولیائے کرام میں سے بعض کے مزارات و مراقد پہ اگرچہ آج کل عام رجوع خلق نہ بھی ہو۔ لیکن اکثر تو مرجع خلائق اور زیارت گاہِ خاص و عام اور سرچشمۂ فیوض ہیں۔

صُوبہ سرحد کے اُن اولیاء نامدار میں سے جن کی شہرت آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے۔ اور جو خاندان نبوّت کے روشن چراغ ہیں۔ ایک بزرگ اور ممتاز شخصیّت کے مالک

شیخ المشائخ قطب الاقطاب شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت سید آدم رحمۃ اللہ علیہ علاقہ خوست میں رہتے تھے۔ بعد از وفات کربوغہ ضلع کوہاٹ میں ان کی تدفین ہوئی۔ چنانچہ آپ کا مزار اب بھی وہاں موجود ہے۔ ان کے صاحبزادہ سید غالب صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے علاقہ خوڑہ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی سید غالبؒ کے پڑپوتے حضرت شیخ رحمکار حضرت کاکا صاحب ہیں۔ جن کی سوانح عمری مختصر طور پر قارئین کرام کے سامنے پیش کر کے اُن کے سوانح نگاروں کی صف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اپنے اس مقبول بندہ کی خاطر میری اِس حقیر خدمت کو وسیلۂ فوز و فلاح اور ذریعہ نجات بنائے۔ اور یہ تو حقیقت ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی روحانی برکات و توجہات کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق نصیب فرمائی۔ کہ میں نے یہ مختصر تذکرہ مرتب کیا۔ اور یہ بے بہا تحفہ اور نادر ہدیہ قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گُل ۔ نسیمِ صبح تیری مہربانی
ز دریائش اگر یک قطرہ یابم ۔ چہ مروارید ریزد از سرایم

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

١ شیخ المشائخ حضرت شیخ رحمکار کاکا صاحب رح

ابن

٢ شیخ سید بہادر صاحب معروف بہ ایک صاحب و بہادر بابا رح

ابن

٣ سید نادر صاحب معروف بہ مست بابا رح

ابن

٤ سید غالب صاحب رح

ابن

٥ سید آدم صاحب رح در ضلع کوہاٹ

ابن

٦ سید یاسین صاحب رح علاقہ خوست

ابن

٧ سید محبت صاحب رح علاقہ خوست

ابن

٨ حضرت سید باقر رح در غزنی

ابن

٩ سید محمود صاحب رح در پشین

ابن

١٠ سید احمد صاحب رح در پشین

ابن

١١ سید سیف الدین صاحب رح در پشین

١٢ سید سعد الدین صاحب رح در پشین

ابن

١٣ سید علی اکبر رح در پشین

ابن

١٤ سید لقمان صاحب رح در بخارا

ابن

١٥ سید جمال صاحب رح در بخارا

ابن

١٦ سید قاف بابا معروف بہ سید جان رح در بخارا

ابن

١٧ سید ذابح صاحب رح در مشہد

ابن

١٨ سید خاتم رح مشہد

ابن

١٩ سید اسمٰعیل صاحب رح

ابن

٢٠ حضرت امام جعفر صادق رح

ابن

٢١ امام محمد باقر رح

ابن

٢٢ حضرت امام زین العابدین رح

ابن

٢٣ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

ابن

٢٤ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

Marfat.com

مندرجہ بالا شجرۂ نسب سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ حسینی سیّد ہیں۔ اور سلسلہ نسب تیئسویں نمبر پر حضرت شہید کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جاکر ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے بعض حضرات عراق و مشہد بعض بخارا، بعض پشین اور بعض غزنی و خوست میں مدفون ہیں۔ نویں صدی ہجری کے اخیر اور دسویں صدی کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت سیّد آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علاقہ خوست سے نقل مکانی فرما کر علاقہ کوہاٹ میں تشریف لائے۔ اور اب بھی موضع کربوغہ کے قریب آپ کا مزار پُر انوار موجود ہے اور آپ آدم باباؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ مزار بالکل خشک جنگل میں آبادی سے دُور واقع ہے۔ سُنا جاتا ہے کہ آجکل وہاں آبادی ہو رہی ہے۔ اور زائرین کے قیام وغیرہ کے لئے مکانات بنائے جا رہے ہیں۔

سیّد غالب صاحبؒ

آپ کے صاحبزادہ سیّد غالب صاحب جو عام طور سے غالب باباؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں سے ضلع پشاور تحصیل نوشہرہ کے جنوبی حصہ علاقہ خوڑہ میں تشریف لائے۔ وہاں قیام فرمایا۔ اپنے آبائی سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ آپ نے ہندوستان جاکر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ اور مدارج سلوک طے کئے وہاں سے آکر اس علاقہ میں فیوض و برکات کے دریا بہا دیئے۔ اس علاقہ میں آپ نے

لہ صاحب مجمع البرکات نے لکھا ہے کہ سید آدم صاحبؒ خوست ہی میں تھے بوقت وفات اپنے خلیفہ خاص شیخ آدم خٹک کو وصیت کی کہ میری یہ اولاد جن میں سید غالبؒ بھی تھے تیری تربیت میں رہے گی انکی ظاہری اور باطنی تربیت کرنا اور انتقال کے بعد مجھ کو گھوڑوں پر ڈال کر اس طرف لے چلنا۔ جہاں گھوڑے تھک جائیں بس وہیں مجھے دفن کردو۔ چنانچہ بعد از وفات آپ کی وصیت پوری کی گئی۔ اور گھوڑے یہیں کربوغہ کے قریب باہر جنگل میں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی تدفین وہاں پر ہوگئی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

Marfat.com

رحلت فرمائی۔ اور آپ کا مزار اب بھی اسی علاقہ خوڑہ میں مردبہ نامی گاؤں کے قریب چھاؤنی چراٹ کی بلند پہاڑی کے نیچے ۳-۴ میل کے فاصلہ پر اور قصبۂ زیارت کاکا صاحبؒ سے جنوب مغرب کی طرف قریباً ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہزاروں لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ لنگر وغیرہ کا باقاعدہ اور نہایت عمدہ انتظام ہے۔ زائرین کے آرام و سہولت کے لئے مجاورین درگاہ پوری کوشش کرتے ہیں۔

مست باباؒ

غالب باباؒ کے صاحبزادہ سید نادر صاحبؒ نے جو عام طور سے مست باباؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں سے نقل مکان فرمایا۔ اور قدرے شمال کی طرف آکر پہاڑیوں میں رہنے لگے۔ آپ ایک صاحب جذب و حال اور مستانہ رنگ کے بزرگ تھے۔ اس لئے آپ کا نام بھی مست بابا مشہور ہوا۔ آپ کا مزار قصبۂ زیارت کاکا صاحبؒ سے جانب جنوب مغرب ۷-۸ میل کے فاصلہ پر واقع اور مرجع خلائق ہے۔ قبر مبارک بالکل جنگل میں واقع اور آبادی سے دور ہے۔ لیکن زائرین کے قیام و طعام، غسل و وضو اور دوسرے ضروریات کے لئے نہایت معقول اور خاطر خواہ انتظام ہے۔ آنے جانے والوں کے لئے کوئی تکلیف پیش نہیں آتی۔ اللھم زد فزد

بہادر باباؒ

شیخ المشائخ سید بہادر صاحبؒ جو ابکؒ صاحب کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ حضرت مست باباؒ کے فرزند ارجمند اور اپنے

لہ صاحب مجمع البرکات کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اصل نام کچھ اور رہا ہے لیکن بچپن ہی سے صاحب کمال ہونے کی وجہ سے آپ سے بڑے اہم کام صادر ہوئے تو والد ماجد نے آپ کو "بہادر" فرمایا (چوں در زمان کودکی کار ہاء خلائق از ایشاں کشادہ شدند ازاں وے را حضرت پدر بہادر خواند یعنی مرد شجاع) اور حضرت کاکا صاحب یعنی فرزند ارجمند نے زمانہ طفولیت میں آپ کو "ابکؒ" کے نام سے پکارا۔ یعنی مزید پیار اور تعظیم کی وجہ سے "بابا" کی جگہ ابک۔ (بقایا ص۱۲ پر)

زمانہ کے قطب گذرے ہیں۔ ہزاروں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور بعد از وفات بھی مزار پُر انوار فیوض و برکات کا سرچشمہ اور مرجع خاص و عام ہے۔ مرقدِ منوّر قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ سے بجانب جنوب مغرب ۶ میل کے فاصلہ پر واقع اور منبع فیضان و برکات ہے۔ مزار مبارک پر ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ اور ان پہاڑوں اور گھنے جنگل میں دشوار گزار راستوں کو والہانہ عقیدت اور عاشقانہ طرز و انداز سے طے کرنے والے انبوہ خلق کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکل پڑتا ہے۔

غبارِ راہ میں وہ کیمیا پر ناز تھا جن کو جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے

یہاں پر بھی زائرین اور صادرین و واردین کے لئے قیام و طعام کا نہایت بہترین اور قابلِ تعریف انتظام ہے۔ اور مجاورینِ درگاہ نہایت اخلاص کے ساتھ مہمانوں کی خاطر و مدارات کرتے اور ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں

حضرت شیخ بہادر باباؒ قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت کاکا صاحبؒ کے والد ماجد اور نیز ظاہری مربّی و مرشد بھی ہیںؒ۔ بّرد اللہ مضاجعہم و نوّر قبورہم و قدس اسرارہم۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۱) استعمال کیا۔ اور پھر یہ لقب مشہور ہو گیا۔ (پس ازاں پسر یہ ایک جج صاحب خواند کہ اسم تصغیر برائے تعظیم نیز آمدہ۔ پس از جہت تاثیر دلیشاں از بسیار استعمال کاکا صاحب مشہور شد)

سلہ حضرت کاکا صاحب کے ان اجداد کرام کا یہاں پر صرف اجمالی تعارف کرایا گیا۔ تاکہ سلسلہ سمجھنے میں سہولت ہو۔ اور خاندان سے قدرے واقفیت ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ان حضرات کے مستقل حالات و سوانح لکھنے کا ارادہ ہے۔ جس میں ان کے اخلاق و شمائل کرامات و برکات عام حالات و عادات تفصیلی طور سے بیان کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(سیاح الدین)

Marfat.com

حضرت کاکا صاحبؒ کا اسمِ گرامی

تمام تذکرہ نگار لکھتے چلے آئے ہیں کہ آپ کا نامِ نامی "کستیر گل"[۱] ہے

مگر آپ کے اخلاق و شمائل اور صغیر و کبیر اور ہر خاص و عام کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ اور بزرگانہ توجہ و الطاف کی بنا پر اُس زمانہ میں عام طور سے تمام لوگ اور خصوصاً سرداران مغلیہ آپ کو "شیخ رحمکار" کہا کرتے تھے۔ اور یہ لقب اس قدر مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہوگیا۔ کہ آپ کا وہ اصل نام اب کسی کے ذہن میں بھی باقی نہ رہا۔ نیز جس طرح فارسی زبان میں کسی بڑے بزرگ اور صاحب عزت و احترام شخص کو "بابا" کہتے ہیں۔ اسی طرح زبان پشتو میں بڑے بزرگ و محترم اور قابل عزت شخص کو "کاکا" کہا کرتے ہیں۔ آپ چونکہ تمام افغانوں کے ہاں ایک بزرگ و مربی کے درجہ میں تھے۔ ہر ایک کے قلب میں آپ کے ساتھ انتہائی عقیدت و وقعت تھی۔ اس لئے لوگ مزید تعظیم کے لئے "صاحب" کا لفظ اور بڑھا کر آپ کو "کاکا صاحب" یا "کاکا" کے نام سے بھی یاد کرتے۔ اور آج تک یہ نام زبان زدِ خلائق ہے۔ اور اسی نام کی وجہ سے آپ کی اولاد کو

۱؎ غالباً فارسی کے لفظ "کستوری" سے پشتو میں "کستیر" بنا دیا گیا ہے جس کا معنی مشک ہے پشتو زبان کے مشہور شاعر سردار خوشحال خاں بابا نے ایک شعر میں "کستیر" کا لفظ استعمال کیا ہے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر اس سے مراد بھی مشک ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پشتو میں یہی لفظ اس معنی کے لئے مستعمل ہوا کرتا تھا۔ شعر ملاحظہ ہو۔

ستا دِ زلفو هر هر پیچ وَ نه چه کورم
هغې په رنګ او بوئ لکه کستیر دی

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ کستیر ایک تمر خیز و دار اور خوشرنگ پھول کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر حال اکابر نے نام رکھنے میں زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں سمجھی۔ "سید کستیر" نام رکھا ہوگا (بقایا صفحہ ۱۴ پر)

Marfat.com

"کاکا نیل" کہتے ہیں۔ نیز جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ آپ نہایت زاہد مرتاض اور عابد تھے جس کی وجہ سے خوبصورت چمکدار چہرہ زردی مائل ہونے لگا تھا۔ اس لئے مخلصین و معتقدین پیار کے لفظ "زیڑ بے بابا" یعنی زرد رد بزرگ بھی کبھی کبھی کہدیا کرتے تھے۔

ولادت باسعادت

جس طرح باران رحمت کے نزول سے پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں مایوس و پژمردہ دلوں کو نوید جانفزا سنایا کرتی ہیں۔ یا افق مشرق کی لالہ گونی اور عنابی سُرخی اہل نظر کو پیغام دیتی ہے کہ عنقریب آفتاب عالمتاب کنارۂ مشرق سے طلوع کر کے اپنی ضیا پاشیوں سے تمام بقعۂ ارض کو روشن و منور کر دیگا۔ اسی طرح مُردہ دلوں میں نئی زندگی، مردہ و بے حس اعصاب میں نیا جوش عمل اور ولولۂ حق پیدا کرنے والے اور رشد و ہدایت کے چشموں اور ایمان و ایقان کے آب حیات سے پیاسے اور جاں بلب عالم کو سیراب کرنے والے کسی مرد حق کے اس عالم آب و گل میں ظہور پذیر ہونے سے پہلے ضرور اہل نظر کچھ ایسے آثار و علائم مشاہدہ کیا کرتے ہیں۔ جو اس آنے والے کی بشارت دیتے ہیں۔ اور سعید روحوں کو امید کی کچھ شعاعیں پہلے سے محسوس ہوجایا کرتی ہیں۔

چنانچہ متعدد روایات سے ثابت ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمکار قدس اللہ سرہ العزیز کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رؤیائے صالحہ کے ذریعہ اس قسم کی بشارتیں دیدی گئیں۔ اور انہیں بار بار اطمینان دلایا گیا۔ کہ یہ مولودِ مسعود نہایت بابرکت اور تمام خاندان کے لئے موجب فخر ہوگا۔[2]

(بقیہ حاشیہ صلا) اور افغانی اصطلاح کے موافق پھر "گل" بھی ملا دیا۔

[1] اشرف خاں ہجری کا مشہور شعر ہے۔ زہ پہ بند د اورنگ ندیم چہ بخلاص شم۔ زہ بہ کڑلے حکار زیڑی کا بم

[2] حضرت شیخ کے خلیفہ اعظم شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے (مجمع البرکات)

Marfat.com

ایک روایت ہے کہ آپ کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل آپ کا ایک صغیر سِن بھائی جو والدین کو نہایت محبوب تھا۔ اچانک انتقال کر گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہ نہایت ہی مغموم و پریشان رہتی تھی۔ القاءِ ربانی سے حضرت شیخ المشائخ شیخ بہادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس متوفی بچے کا ایک ایسا نعم البدل عطا فرمائے گا جس کی وجہ سے تمام اہل خاندان اور عالم کو بے اندازہ فیض پہنچے گا۔ بلکہ اس کی وجہ سے خود آپ کی شہرت کو بھی چار چاند لگ جائیں گے۔ چنانچہ حضرت شیخؒ نے بی بی صاحبہ کو اس کی اطلاع دے کر تسلّی دی۔ چنانچہ وہی نعم البدل اور مولودِ مسعود آپ ہی تھے۔ اور ولادت سے کچھ دن پہلے خود والدہ ماجدہ کو بھی خوابوں میں اس قسم کے مژدے سنائے گئے۔[۱]

۳۰ شعبان یا یکم رمضان المبارک (یوم شک) کی رات کو سنہ ۹۸۳ھ[۲] میں بروز جمعہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت آپ اس عالم آب و گل میں تشریف لائے۔ اور آپ کے وجودِ باجود سے شیخ بہادر کا کاشانۂ مبارک منوّر و تاباں ہوا۔

ایک روایت کی بنا پر اسی روز اور ایک دوسری روایت کی بنا پر ولادت کے چالیسویں روز حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین کی ارواحِ طیّبہ نے آپ پر آ کر ظہور فرمایا۔ اور دوسرے تمام صحابہ کرام و اولیاء و صلحاءِ امت کی ارواح نے بھی ظہور فرما کر آپ کو مشرف کیا۔ چنانچہ دیدۂ قلب سے اس باطنی معاملہ اور اعزاز

---

[۱] آپ کے خلفا نامدار حضرت جمال الدین صاحب، شیخ گل نور صاحب، شیخ شمس الدین صاحب، شیخ صدر الدین صاحب، شیخ میاں ولی صاحب رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

[۲] آپ کی وفات تو یقیناً سنہ ۱۰۶۳ھ میں ہوئی ہے عمر مبارک کے بارے میں زیادہ معتمد قول یہ ہے کہ ۸۰ برس تھی اس بنا پر مقاماتِ قطبیہ کے تتمہ میں سنہ ولادت ۹۸۳ھ درج کیا گیا ہے ہم نے بھی اس کو ترجیح دی (مصباح الدین)

واکرام کو دیکھنے والے حضرت شیخ المشائخ بہادر صاحبؒ نے اس واقعہ کی خبر آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت کی صورت میں دیدی[1] اور فرمایا کہ

کمال اورا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل شد۔ رسول اللہ مع اصحاب کبار و دیگر اولیائے کُل روئے زمین از روئے مہربانی و شفقت ملاقات کردہ رفتند (تتمہ مقامات قطبیہ ص۱۶۸)

اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کمال حاصل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کبار اور روئے زمین کے دوسرے تمام اولیاء کی معیت میں اپنی شفقت و مہربانی کی بنا پر تشریف لائے۔ اور ملاقات کرکے واپس تشریف لے گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ سے منقول ہے۔ کہ حضرت شیخ کے زمانۂ طفولیت ہی میں اس کو آپ کے والدِ ماجد حضرت شیخ بہادرؒ اس بچہ کے متعلق بشارتیں سناتے اور اس کا ایک بہت بڑا درجہ بیان کرتے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں تو ایک درجہ یعنی علم باطن کا رکھتا ہوں۔ اور اس کو دونوں درجے حاصل ہیں۔ علم باطن بھی اور علم ظاہر بھی۔ اور فرماتے تھے کہ اے عزیزہ! تو نے میرے سامنے جو چیز نہیں کھائی ہے۔ اس کے سامنے وہی کھانا نصیب ہوگا۔ یعنی میرے سامنے جو چیزیں نہیں دیکھیں اس کے سامنے اور اس کے دَور میں جاکر وہ سب کچھ دیکھنا نصیب ہوگا۔ اور نیز فرماتے تھے کہ وہ گنّے کی طرح میٹھے۔ لذیذ اور مرغوب عام ہوں گے۔ (مقامات قطبیہ ص۲۷)

چنانچہ یہ واقعہ ہے۔ کہ حضرت شیخ رحمکارؒ کی شہرت و ناموری اور کمالات ولایت و عرفان کا چرچا اپنے خاندان کے تمام بزرگوں سے زیادہ ہے۔

---

[1] متعدد تذکرہ نویسوں اور معتمد سوانح نگاروں نے اس واقعہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے (تتمۃ البرکات)

Marfat.com

کمالِ طفلِ ہنرمند زینت پدر است
شود ز آبِ گہر نام ابرِ نیساں سبز

قاعدہ ہے کہ سعید روحیں ابتدا ہی سے معبودِ حقیقی کی عبادت میں مشغول ہوتی اور اس کی طرف تمام تر متوجہ ہوتی ہیں۔ آپ کو بھی بچپن ہی سے سلوک و تصوف کا شوق دامنگیر تھا۔ خود والد محترم اور خاندان کے دوسرے بزرگ میدانِ طریقت کے شہسوار تھے۔ اور دُور دُور کے لوگ حاضر دربار ہو کر اپنی اپنی استعداد کے موافق فیض یاب ہو جایا کرتے تھے۔ بہت سے بزرگان عصر جو والد ماجد کے ساتھ تعلق ارادت و استفادہ رکھتے تھے جب آ کر آپ کو دیکھتے تو نورِ فراست سے آپ کے روشن چہرہ اور چمکدار پیشانی سے معلوم کرتے کہ یہ سعید و نیک بخت بچہ آگے چل کر قطبِ دوراں اور شہبازِ طریقت و شریعت بننے والا ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین کی اِس قسم کی بہت سی پیشنگوئیاں آپ کے متعلق کتب مناقب و سوانح میں منقول بھی ہیں۔

چنانچہ ان واقعات متعددہ میں سے ایک واقعہ حضرت شیخ اخوند پنجو اکبرپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

آپ نے اوّل اوّل حضرت مست باباؒ سے طریقہ سہروردیہ میں بیعت اور استفاضۂ باطنی کر کے خلافت حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں کے اولیاء کبار اور بزرگان دین سے دوسرے سلسلوں میں بھی بیعت کر کے مزید مدارج کمال کو حاصل کیا۔ آخر عمر میں جبکہ حضرت شیخ المشائخ حضرت بہادر باباؒ کی عُمر کے پندرہ سال باقی تھے۔ آپ طریقہ چشتیہ میں اُن سے بھی استفادہ اور بیعت کرنے کے لئے تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ بہادرؒ کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے تو راستہ میں حضرت شیخ رحمکار بچوں کے ساتھ

Marfat.com

بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی۔ حضرت اخوند پنجوؒ نے ان بچوں کو دیکھا تو نورِ فراست سے اُن بچوں میں آپ کو پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ "یہ بچہ ایک کامل ترین ولی ہے۔" اور پھر آپ سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ اے بچہ! آپ کس کے صاحبزادے ہیں۔؟ فرمایا کہ "میں شیخ ابک کا فرزند ہوں۔" اس پر اخوند پنجوؒ نے اپنا لعابِ دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ پیار کیا سینہ سے لگایا اور فرمایا۔ کہ اے میرے محترم صاحبزادہ! دیکھو میں نے تو آپ کو فصاحت و بلاغت کا یہ مرتبہ دیا۔ کیا آپ بھی مجھے کچھ کمال عطا فرمائیں گے یا نہ؟ فرمایا کہ میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا۔ آپ چلئے میرے والد ماجد موجود ہیں اُن سے کچھ حاصل کیجئے۔ فرمایا کہ اچھا۔ اگر آپ والد ماجد کے جانشین بن گئے۔ تو پھر بھی مجھے کچھ حصہ دو گے یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر بھی اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو منبع فیوض ہیں۔ اُن سے جا کر کچھ طلب کرو۔ غرض آپس میں اس قسم کی بات چیت ہوتی رہی۔ اور اس کے بعد حضرت شیخ بہادرؒ کی خدمت اقدس میں جا کر حاضر ہوئے۔ اور نہایت تعظیم و احترام سے پیش آئے۔ اور اس کے بعد آخر تک آپ کے ہاں آمد و رفت جاری رہی[1]

(مجمع البرکات)

زمانۂ طفولیت کی ریاضتیں

آپ بچپن ہی میں سخت سخت ریاضتیں کرتے اور طرح طرح کی محنتیں اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ ترکِ کلام و طعام کی ریاضت شروع کر کے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور اس قدر ضعف لاحق ہوا۔ کہ ابھی مجاہدہ کے اثنا میں والدہ ماجدہ کو گھر کی کسی

---

[1] اخوند پنجو کا حضرت شیخ بہادر سے استفادہ اور حضرت شیخ رحمکار کے ساتھ آمد و رفت کے تعلقات مجمع البرکات میں تفصیل سے موجود ہیں۔

چیز کی ضرورت درپیش ہوئی وہ تلاش کر رہی تھیں۔ مگر باوجود تلاش اور مکمل جستجو کے وہ چیز ملتی نہیں تھی۔ آپ کو وہ چیز معلوم تھی کہ کہاں پڑی ہوئی ہے۔ زبان سے تو ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ اس ارادہ سے اٹھنے لگے کہ وہ چیز اٹھا کر والدہ ماجدہ کے حوالہ کریں۔ ضعف اس قدر غالب ہوا کہ اٹھتے ہی وہیں گر پڑے۔ اور بیہوش ہو گئے۔ والدہ ماجدہ نے یہ ماجرا دیکھا تو پریشان ہو کر فریاد کرنے لگی۔ کہ شاید کسی دیو پری نے کچھ اثر کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ کو افاقہ ہوا اور والدہ کو پریشان حال دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں بالکل صحیح و تندرست ہوں۔ صرف اس غرض کے لئے اٹھ رہا تھا کہ آپ کو آپ کی وہ مطلوبہ چیز دے جاؤں۔ لیکن ضعف و کمزوری کی وجہ سے گر پڑا۔ اور پھر آپ نے اس کو وہ چیز جہاں تھی تبلادی۔

(مقاماتِ قطبیہ[1] صـ۳۶)

اکثر اوقات لوگوں سے علیحدہ ہو کر کسی گوشۂ تنہائی میں مشغول بہ یادِ خدا ہوتے

---

[1] یہ کتاب مقاماتِ قطبیہ حضرت شیخ رحمکار کے فرزند ارجمند صاحبزادہ چہارم شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور استاد نامدار کے سوانح حیات فارسی زبان میں لکھے ہیں لیکن تصوف کے باریک مسائل اور بعض دقیق علمی نکات و لطائف بھی ساتھ ساتھ کچھ اس طور سے ملا گئے ہیں کہ عوام کو اس سے استفادہ مشکل ہے عرصہ ہوا یہ کتاب طبع ہو گئی ہے لیکن اس دقتِ الغموض کی وجہ سے شہرتِ عام حاصل نہ کر سکی نیز اسکی پوری طرح تصحیح بھی نہیں ہوئی ہے میں نے اس "مختصر رسالہ سوانح" میں اس سے پورا استفادہ کیا ہے اور منتشر معلومات کو اچھے پیرایہ میں مرتب کر کے پیش کیا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالحلیمؒ کی روایات یقیناً معتمد اور ہر طرح قابلِ اعتبار ہیں۔ اور اس لئے میں نے بھی اس کتاب کی روایات کو خاص وقعت دی ہے۔ (سیاح الدین عفی عنہ)

Marfat.com

رات ہوتی تو والدہ ماجدہ پریشان ہوتی اور ادھر اُدھر آدمی دوڑا دیتی کہ جہاں ملیں اُن کو گھر واپس لے آئیں۔ کیونکہ گرد و نواح بالکل جنگلی علاقہ تھا۔ چوروں۔ ڈاکوؤں درندوں کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ لوگ جاکر آپ کو جنگل سے گھر لے آتے۔

سخت جاڑے کے موسم میں باہر جاکر پانی کے کنارے تمام رات بیٹھے ہوئے یادِ خدا میں مصروف رہتے۔ اور اسی حالت میں تہجد کی نماز کا وقت آجاتا۔ تو ٹھنڈے اور یخ بستہ پانی سے وضو تازہ کرکے نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ ابتدائے جوانی میں والدہ ماجدہ اور اپنے بھائیوں وغیرہ کو بُلا کر فرمایا۔ کہ اے میرے عزیزو! اگر آپ لوگوں کو میری محبت منظور ہے اور مجھ کو پسند کرتے ہو تو میں تمہارے پاس رہونگا اور میں دنیا کو بالکل ترک کرتا ہوں۔ اور تمام مال و منال کو راہِ خدا میں تصدق کرتا ہوں۔ سب نے مل کر جواب دیا کہ ہمیں آپ سے تعلق ہے۔ ہمیں دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ جو آپ چاہیں کیجئے ہم کچھ دخل نہیں دیتے۔ (مقاماتِ قطبیہ ص۳۷)

زمانہ تعلّم

آپ نے علوم ظاہری کی کتابیں زمانہ طفولیت میں پڑھی تھیں چنانچہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں آپ حدیث و تفسیر اور دوسرے علوم و فنون کی کتابوں سے فارغ ہو چکے تھے۔ بچپن کا ہی علمی شوق تھا۔ کہ تفسیر و حدیث کا مطالعہ آپ ہمیشہ جاری رکھتے تھے۔ چنانچہ تفسیر و حدیث کی تقریباً اٹھارہ کتابیں ہر وقت زیرِ مطالعہ رہتیں۔ اور ان فنون و علوم میں آپ پورے ماہر و باکمال تھے۔ اور ہر مسئلہ پر خوب سیر حاصل بحث فرما سکتے تھے۔ تلاش و تجسس کے باوجود ابتک میں اس تحقیق میں کامیاب نہ ہوا۔ کہ ابتدائے عمر میں آپ نے کن اساتذۂ کرام اور علماء فن سے استفادہ کیا۔ اور یہ کتابیں پڑھی ہیں۔ عام طور سے مشہور یہ ہے۔ کہ حضرت اخون دین صاحب (مدفون

Marfat.com

اکوڑہ خٹک) آپ کے اُستاد ہیں۔ چنانچہ صاحب مجمع البرکات نے بھی آپ سے مشکوٰۃ شریف کے پڑھنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ مگر غالباً یہ واقعہ بہت بعد کا ہے۔ جیسا کہ تفصیل کے ساتھ حکیم محمد امجد صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف "تاریخ زیارت کاکا صاحبؒ" میں نقل کیا ہے۔

" جناب قاضی درمکنون صاحب المتوفی ۱۳۳۴ھ نے مجموعۃ الخطب میں اُن کا نام اُخ الدین لکھا ہے۔ اور مشہور نام اخون دین صاحب ہے۔ اُن کے متعلق ہیں نے یہ روایت سُنی ہے کہ وہ ایک عالم وفاضل اور جامع العلوم والفنون تھے۔ تحصیل علم کے بعد حصول طریقت ومعرفت کی غرض سے حضرت شیخ رحمکار کاکا صاحبؒ کے پاس آئے۔ اور مقیم ہوئے۔ چند روز گذرے تو اُسے واپس چلے جانے کا خیال آیا۔ حضرت کاکا صاحبؒ سے آکر واپس جانے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت نہ دی۔ کچھ دن اور گذرے تو آپ کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ یہ پہاڑی جگہ ہے۔ میں عیالدار آدمی ہوں۔ یہاں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اولاد کے لئے ذریعہ معاش کیا ہوگا۔ آخر کسب دکار بھی تو سنّت نبویؐ ہے۔ اس لئے کسی ایسے علاقہ میں جاکر مقیم ہونا چاہئے۔ جہاں آمدنی کا کوئی مناسب ومعقول ذریعہ ہو۔ اور حضرت شیخؒ کی زیارت اور حصول سعادت کے لئے ہفتہ میں ایک دفعہ آیا کروں گا۔ اسی خیال سے، اپنی کتابیں ایک بیل پر لاد کر بلا اجازت لئے بغیر رات کو وہاں سے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ بیل زمین پر لیٹ گیا حضرت اخون دین صاحب نے اٹھانے کی بڑی کوشش کی مگر کسی طرح بیل زمین سے ہلتا تھا۔ یہاں تک کہ رات گذر گئی۔ اور صبح صادق ہوئی

Marfat.com

آپ نے ارادہ فرمایا کہ واپس اب میلہ (جائے قیام حضرت کاکا صاحبؒ) چلا جاؤں۔ اس ارادہ کے ساتھ ہی دیکھا کہ بیل اُٹھا اور واپس ہونے لگا اخون دین صاحب سمجھے کہ واقعی کرامت اولیاء برحق ہے۔ اپنے جائے قیام پر لوٹ کر واپس آئے۔ کتابیں رکھیں مسجد میں گئے۔ جب نماز پڑھی تو حضرت کاکا صاحبؒ نے فرمایا کہ اے بحرِ کرامت! مجھے معذور سمجھ کر اب معاف کیجئے۔ اس دفعہ یہ غلطی ہوئی ہے آیندہ بلا اجازت کوئی کام نہ کرونگا۔ پھر اس کے بعد حضرت کاکا صاحبؒ نے اُن کو بڑی تسلّی دی کہ آپ کی اولاد پیدا ہوگی تو وہ میری اولاد کے ساتھ ہی ہوگی اور دونوں لازم وملزوم ہو کر رہیں گے۔ اس کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ کی اس گفتگو سے ان کی خوب تسلّی ہوئی۔ سینہ کھُل گیا اور پھر آپ نے بطور درخواست یہ فرمایا۔ کہ حضرت اگر آپ بعد میں آنے والوں کی خاطر مشکوٰۃ شریف کے چند سبق مجھ سے پڑھ لیں تو میری تسلّی خوب ہو جائے گی۔ کاکا صاحبؒ نے قبول فرمایا اور چند اسباق ان سے پڑھ لیئے اور اس طرح استاذ ہونے کی ایک حیثیت حاصل کر لی۔ حکیم صاحب مرحوم یہ تمام واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ "ازیں جہت تشہیر یافتہ کہ جناب اخ الدین یا اخون دین صاحب استاد کاکا صاحبؒ است" واللہ اعلم بالصواب

صاحب مجمع البرکات نے جہاں اخون دین صاحبؒ سے حدیث پڑھنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہاں لکھتے ہیں۔ کہ

ایک حدیث کے ضعف و قوت کے متعلق اپنے استاد کے ساتھ بحث کی نوبت آئی۔ آپ نے ایسی دلیلیں پیش کیں کہ استاد پر غالب آئے استاد نے حیران ہو کر فرمایا کہ یہ سب کچھ باطنی قوّت کا اثر ہے۔ اور میں

۴۸۶۸

Marfat.com

اس علم باطن میں آپ سے کمزور ہوں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ پھر حضرت پھر آپ بھی اس باطن کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے۔ آپ کے ان الفاظ نے استاد پہ اثر کیا۔ اور اس کے بعد استاد فیوض باطنی کے استفادہ کے لیے ان سے بیعت ہو چکے اور آپ کی توجہات سے مدارج سلوک طے کئے

مولد و جائے اقامت

حضرت شیخ المشائخ شیخ بہادر صاحبؒ موجودہ قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ سے بہ جانب جنوب مغرب ۶ میل کے فاصلہ پر جنگل میں مقیم تھے۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کی ولادت باسعادت بھی اس مقام پر ہوئی۔ ابتدائی زمانہ طفولیت و تعلّم وغیرہ بھی وہاں ہی گذارا۔ حضرت شیخ بہادرؒ کے مزار منور کے قریب ان کے اصل مکان و مسجد کے کھنڈرات اور نشانیاں اور بعض درخت اور وہ جنگلات اب بھی موجود ہیں۔ حضرت شیخ بہادرؒ کی وفات کے تین سال بعد آپ اس جگہ کو چھوڑ کر اس جگہ تشریف لائے جسے اب میلہ کہتے ہیں۔ اور قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ سے بجانب جنوب مغرب میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ نوشہرہ اسٹیشن سے جانب جنوب ۶ میل کے فاصلہ پر پہاڑیوں میں واقع ہے) میلہ کی پہاڑیوں میں ایک چشمہ ہے۔ اس کے پاس آکر آپ نے قیام فرمایا۔ اور آپ

له صاحب مجمع البرکات لکھتے ہیں، از حضرت جلال الدین و شمس الدین وغیرہ نقل است کہ صاحبان بابان ہر یکے از پدر خود در مرتبہ زیادہ بود پس بداں علامت ہر یک بجائے پدر خود نہ نشست۔ و دریں رعایت، ادب بیہ است و دراں مرتبہ ادب ہمہ ایشاں کامل نمانده پس بنا بر آں حضرت ایشاں پس از سہ سال رحلت صاحب کلاں از جائے ایشاں روانہ شدہ

Marfat.com

کی وجہ سے وہ خشک اور جنگل علاقہ مرجع عالم بن گیا۔

صاحب مجمع البرکات لکھتے ہیں کہ ان ابتدائی ایام میں اکبر بادشاہ دہلی سے پشاور کی طرف آیا۔ نوشہرہ کے مقام پر اکبر سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ معلوم ہے۔ کہ آزاد منشی اور بیدینی کے باوجود اولیاء اللہ کے سامنے اکبر ہمیشہ جھکتا ہی رہا۔ اور ان کی عزت کرتا تھا حضرت شیخ رحمکارؒ کی بھی اُس نے بڑی عزت کی۔ اور بار بار کہا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو طلب کرو کہ دیدوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ غیر اللہ سے مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اور مجھے کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں۔ جلتے وقت اکبر اٹک تک آپ کو ساتھ بھی لے گیا۔ اور پھر وہاں سے آپ نہایت باعزت و احترام واپس ہوئے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ کے بار بار انکار کرنے کے باوجود واپس کراتے وقت اکبر نے علاقہ خٹک اور اتمان بلاق آپ کو جاگیر میں ملنے کا حکم دیا۔ اور آپ نے وہی جاگیر اپنے مرید شہباز خان خٹک کو جو مشہور شاعر و سردار خوشحال خان کے والد تھے دیدی۔

ابتدائی زمانہ آپ نے والد ماجد کے مسکن کو چھوڑ کر "میلہ" کے مقام پر عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور کوشش یہی کی۔ کہ آپ کی حالت عوام سے مخفی رہے۔ اور خاموشی کے ساتھ محبوب حقیقی کی عبادت و خدمتگزاری میں دن کٹتے رہیں۔ مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ نصف النہار کے وقت آفتاب عالمتاب کی روشنی تمام عالم کو منور کر رہی ہو۔ اور کسی آنکھوں والے سے سورج کا وجود اور اس کی تابانی چھپ سکے۔ یا چمنستان میں عنبر بیز اور خوشبودار پھول کھلے ہوئے ہوں اور ان کی خوشبو محسوس نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس آفتاب ہدایت و ارشاد کی روشنی اور چمن اسلام کے اس گل و ریحان کی خوشبو دور دور تک پہنچ گئی۔ اور لوگ دُور دُور سے زیارت و ملاقات

Marfat.com

کے لئے آنے لگے۔ آپ آنے والوں کو کھانا نہ دیتے تھے۔ تاکہ آنے جانے والوں کا یہ سلسلہ رُک جائے۔ پھر لوگ آٹا وغیرہ ساتھ لے آکر قریب کے گاؤں والوں سے پکوا لیتے۔ آپ نے اُن کو بھی روکا کہ کسی کا کھانا نہ پکاؤ۔ اس پر بھی لوگ منع نہ ہوئے۔ اور اپنے ساتھ کھانا پکانے کا سامان برتن وغیرہ لاکر خود پکاتے۔ آپ نے خود اُن کو پکانے سے روکا اور ہنڈیاں تُڑوائیں۔ اس پر بھی زائرین میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ گروہ در گروہ آتے اور دربارِ دُربار میں حاضر ہوکر سعادت حاصل کرتے۔ لوگ آتے بھوکے پیاسے رہتے مگر اس دربار سے کسی طرح نہ ہٹتے ؎

تو خواہی آستین افشاں وخواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دُکانِ حلوائی

اور ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں	مردم و مرغ و مور گرد آیند

جب اسی کشاکش میں مدتہا گزر گئی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ

قصد آں داشتم کہ انبوہ خلق از خود منع کنم و چوں حق جل و علا در پئے ما گماشتہ اند ہیچ وجہ خلاص نمے بینم و چارہ نہ دارم	میرا تو ارادہ یہ تھا کہ لوگوں کے انبوہ و ہجوم کو اپنے سے روکوں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پیچھے لگا دیا تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں دیکھتا اور کوئی چارہ کار نہیں پاتا۔
(مقامات قطبیہ ص۲)	

اس سرّ الٰہی پر مطلع ہو جانے کے بعد آپ نے لوگوں کو اجازت دی۔ کہ مہمانوں کو خوب کھلایا پلایا کریں۔ اور خود بھی کھانا کھلاتے رہے۔ اور ۵۰ سال کی عمر میں آپ نے لنگر کا باقاعدہ انتظام جاری کیا۔ اور پھر عام و خاص کو نہایت دریا دلی سے کھلاتے۔ جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔

Marfat.com

سلسلہ طریقت

آپ کا طریقہ اویسی تھا۔ یعنی خود حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی۔ اور خود حضورؐ نے ہی حضرت شیخ رحؒ کی تعلیم وارشاد اور مدارج کمال تک پہنچانے کا کام سرانجام فرمایا۔ بہت سے ایسے اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو کسی مُرشد کامل سے اس کی وفات کے بعد تربیت حاصل کرتے ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں اس کو اویسی طریقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ المتوفی ۴۲۴ھ کی تربیت اسی طریقہ اویسی پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۶۱ھ نے کی ہے۔ اور خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ المتوفی ۷۹۱ھ نے بیعت حضرت سید امیر کلال قدس سرہ المتوفی ۷۷۲ھ سے کی ہے۔ لیکن علاوہ ازیں خواجہ عبدالخالق غجدوانی المتوفی سنہ کی روح پاک نے بطریق اویسی بھی آپ کی تربیت کی۔ اور نصائح فرماتے رہے۔ اور اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ المتوفی ۱۰۳۴ھ کو تشریف فرما کر اجازت نامہ تحریر فرمایا۔ جس کی تفصیل مکتوبات امام ربانی دفتر ثالث مکتوب نمبر میں موجود ہے۔

الغرض اسی اویسی طریقہ پہ حضرت شیخ رحمکاؒ نے سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ واستفاضہ کیا۔ اور جیسا کہ واقعہ گذر چکا۔ زمانہ طفولیت ہی سے اس رؤف ورحیم اور مُشفق کامل کی طرف سے توجہات اور مہربانیوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ خود حضرت الشیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔

وطریقۂ شیخ اویسی بود و فور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مربی او از قول صریح او قدس سرہ ایں طریقہ اویسی معلوم شدہ است و	حضرت شیخؒ کا طریقہ اویسی تھا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ مبارک آپ کا مربی تھا۔ آپ

Marfat.com

حضرت ایشاں ایں طریقۂ اویسی بر کس
ظاہر نمے کرد و نمے گفت از جہت آنکہ
از اسرار ست و ستر اسرار اولیٰ تر است
(مقامات صـ۲۱)

کے قولِ صریح سے آپ کا طریقۂ اویسی پر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہر کسی کو اس طریقۂ اویسی کا اظہار نہ فرماتے کیونکہ یہ ایک راز کی بات ہے۔ اور راز کا چھپانا ہی اولیٰ ہوتا ہے۔

صاحب مجمع البرکات نے بھی نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ اویسی تربیت کے علاوہ آپ نے صرف والد بزرگوار سے بیعت کی ہے۔ اور دُوسرے مشائخ کرام سے اگرچہ صحبت کی ہے۔ ملاقاتیں کی ہیں لیکن بیعت و استفاضہ نہیں کیا۔

ایشاں قدس سرہ بہ اتفاق مشائخ و ارباب عرفان ذی تحقیق و علماء ذی تدقیق نزد ہیچ کس بیعت نہ کرد غیر از پدر بزرگوار خود[1]

پس ظاہری طور پر آپ اپنے والدِ ماجد سے سلسلہ سہروردیہ میں بھی بیعت تھے۔

حضرت شیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔

و از قول حضرت ایشاں نشنیدہ ام
لیکن از آداب و مدح بسیار۔ و
رفتن بسوئے مزار پُرانوار او بخاطر
مے رسد۔ کہ بطریقۂ سلسلہ سہروردی
از جانب پدر خود شیخ بہادر ہم نسبتے
دارد۔ (صـ۲۱)

میں نے حضرت شیخؒ سے ہمیشہ اپنے والد ماجد کی مدح و توصیف سُنی۔ اور مزار پُرانوار پر جایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد شیخ بہادرؒ سے سلسلہ سہروردیہ میں نسبت رکھتے تھے۔

صاحب مجمع البرکات کی روایت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت شیخ بہادرؒ شیخ محمد جعفر لاہوری چشتی سے بھی بیعت تھے۔ تو اس لحاظ سے آپ سلسلۂ چشتیہ میں بھی منسلک ہو گئے۔

Marfat.com

صحبت و توجّہ کی تاثیر

اولیاء اللہ اور مقبول بندگانِ خدا سے خوارق عادات اور کرامات کے صدور کا عقیدہ اہل السُّنت والجماعۃ کے ہاں ایک مسلّم عقیدہ ہے۔ جب معیارِ شریعت اور اتباعِ سنّت کی بنا پر کوئی شخص ولی اللہ نظر آئے تو اگر اس سے کوئی کرامت صادر نہ بھی ہوجائے۔ تب بھی اس کی ولایت پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ استقامت علی الشریعۃ خود مستقل کرامت ہے۔ اور الاستقامۃ فوق الکرامۃ خود اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کا مشہور مقولہ ہے۔ اس لئے میرے خیال میں کوئی خاص ضرورت نہیں کہ اس مختصر مجموعہ میں حضرت شیخ رحمکار کی اُن کرامات کو جو سینکڑوں ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہیں بالتفصیل بیان کیا جائے۔ ہاں میں صرف وہ واقعات ذکر کرتا ہوں جن کو دیکھ کر ہر انصاف پسند شخص یہ یقین کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ کہ حضرت شیخ واقعی اپنے زمانہ میں شیخ کامل، مرشد وہادی اور شریعت غراء کے حقیقی مبلغ تھے۔ آپ کی برکت سے کتنوں نے مدارج سلوک طے کیئے۔ کتنوں نے بدکاری ترک کرکے نیکوکاری اختیار کی۔ اور آپ کی صحبت میں بیٹھ کر حاضرین پر کیا رنگ چڑھ جاتا تھا۔ اور آپ کی توجہ کی تاثیر سے سیاہ اور زنگ خوردہ دل کیسے صیقل ہوجایا کرتے تھے۔ اور اصل میں یہی حقیقی ولایت اور عنداللہ قرب ومنزلت اور اصطفاء واجتباء کا معیار ہے۔ جہاں تک اس قسم کے واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے آپ کی کیمیا نظری اور مسیحائی کھل کر سامنے نظر آنے لگتی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ مریدین ومستفیدین کے تزکیہ وتصفیہ کے لئے ریاضتوں۔ وظائف واوراد وغیرہ وغیرہ عام مروّجہ طریقوں سے کم کام لیا گیا ہے بس ایک نظر ڈال دی۔ اور ایسی تاثیر ہوگئی کہ تمام آلائش وکدورت فوراً فنا ہوگئی

Marfat.com

اور تاریک سینہ رُشد و ہدایت کے انوار سے منوّر ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ان چند واقعات و سوانح کو ملاحظہ کیجئے جو معتمد ترین کتاب مقاماتِ قطبیہ سے ماخوذ ہیں اور ان کے متعلق بھی حضرت شیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔

ہر مناقب و ہر صفت و ہر مقام کہ از حضرت شیخ المشائخ دریں کتاب نوشتہ ام ایں یک رمزے و اشارہ بلکہ شمّہ، از ہمہ حالات و مقاماتِ شیخ المشائخ شیخنا ظاہر نمودہ ام۔ ورنہ او قدس سرہ را معانی بلاغایات و اسرار بلانہایات است و او قدس سرہ را کنوز ہمیں قدر بے پایان است کہ در تحریر نیاید و دریں صحائف گنجائش ندارد۔ بنا براں اختصار ورزیدم و بہ طول نہ کشیدم (مقامات قطبیہ ص۱۶۷)

مجلس و کلام

جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے کی تاثیر بیان کی جاتی ہے۔ کہ جو کوئی ایک دفعہ دیکھ لیتا تھا۔ تو مہینوں تک ذوق و شوق رہتا کہ خدا کرے پھر ملاقات و دیدار نصیب ہو۔ اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کے محبین اور صادق الیقین مریدوں کی حالت تھی۔ کہ آپ کے دیدار کے ذوق و شوق میں ایسے مستغرق رہتے کہ کھانے پینے تک سے مستغنی ہو جاتے اور اس کی کچھ پرواہ نہ رہتی تھی۔

آپ کی زیارت کو آنے والے لوگوں کو آپ کے دیدار اور مجلس میں بیٹھنے سے چند چیزیں حاصل ہو جاتی تھیں۔

اول۔ جب آپ کو دیکھتے خداوند تعالیٰ کی یاد غالب آجاتی۔

دوم۔ جب لوگ آپ کی صحبت میں بیٹھ جاتے تو دُنیا کی محبت دلوں سے غائب ہو جاتی۔

سوم۔ مجلس سے اُٹھ کر جانے کے بعد اس مجلس کی لذّت ضرور پھر یاد آجاتی

Marfat.com

اور دل پر اس مجلس میں جا کر بیٹھ جانے کی آرزو غالب آجاتی۔

چہارم۔ حضرت شیخ رح کے کلام مبارک سے اُن کو ایک خاص حلاوت و طراوت محسوس ہوتی۔ اور اس سے بہت محظوظ و شادمند رہتے [1]

حضرت شیخ قدس سرہٗ دریائے معرفت کے استغراق کی وجہ سے اکثر اوقات خاموش ہی رہتے۔ اور کچھ قیل وقال نہ فرماتے [2] اور "من عرف اللّٰہ کل لسانہٗ" کے مصداق ہو گئے تھے۔ اگر کبھی سامعین وحاضرین کی خاطر خلوت گاہ میں کوئی بات ارشاد فرماتے تو ہمیشہ رمز و ایماء کے طور سے نہایت نرم اور آہستہ

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رح نے فرمایا ہے۔ کہ اولیاء اللّٰہ کی شان یہ ہوتی ہے۔ ھم قوم لایشقی جلیسھم ولا یحرم انیسھم ولا یخیب مسیسھم وھم جلساء اللّٰہ اذا رُاُوا ذکر اللّٰہ وھم من عرفھم وجد اللّٰہ نظرھم دواء وکلامھم شفاء وصحبتھم ضیاء وبھاء (دفتر دوم مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۵۲)

حضرت شیخ رح ان اوصاف کے کامل ترین مصداق تھے۔

[2] ۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من صمت نجا (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۳) اور فرمایا۔ مقام الرجل بالصمت افضل من عبادۃ ستین سنۃ ،، اور فرمایا علیک بطول الصمت فانہٗ مطردۃ للشیطان وعون لک علی امر دینک اور فرمایا۔ کہ اے ابوذر رض میں تجھے دو ایسی خصلتیں بتاتا ہوں کہ جن کا بوجھ ہلکا ہے اور روز قیامت میزان عمل میں وہ بھاری ہیں۔ ایک طویل خاموشی اور ایک حسن اخلاق (مشکوٰۃ ص ۱۲۵ وص ۴۱۵) اور سردار کونین جناب رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت جابر بن سمرہ رض کی روایت ہے۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم طویل الصمت (مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

Marfat.com

بات فرما دیتے ۔ اور کبھی بھی بلند آواز سے بات نہیں کی۔ اور اگر کبھی کبھی گھر کے اندر اہل و عیال کے ساتھ ہنسی کرتے تو تبسّم ہی فرماتے تھے ۔ اور قہقہہ مار کر کبھی بھی نہیں ہنسے[1] حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ ایک روز نمازِ عشا سے فارغ ہو جانے کے بعد ہمیں ارشاد فرمایا کہ اے میرے بچّو! آج مجھے ایک چیز ہاتھ آگئی ہے اگر تم کو لینا پسند ہو تو میں دیدیتا ہوں ۔ اور اگر مجھے چھوڑنا چاہتے ہو۔ تو میں نے لے لی ہے قبول کر لیا ہے۔ ہماری والدہ ماجدہ نے تو فرمایا ۔ کہ اگرچہ وہ چیز بڑی اعلیٰ اور عمدہ و نفیس ہو پھر بھی ہم نہیں لیتے ۔ (اس لئے کہ ہماری والدہ ماجدہ حضرت شیخ کی اہلیہ بھی تارکانِ دنیا میں سے اور نہایت زاہدہ تھیں ۔) مگر ہم نے عرض کیا۔ کہ اس چیز کے ملاحظہ کر لینے کے بعد ہم جواب دیں گے ۔ اس وقت حضرت شیخ ہشاش بشاش تھے ۔ اور تبسّم فرماتے تھے ۔ اور ایسا ہم نے پہلے کبھی اُن کو اس قدر خوش نہیں دیکھا تھا ۔ اس لئے ہمارا خیال تھا کہ کوئی ایسی عمدہ چیز ہوگی کہ اس جیسی نفیس و مرغوب شے حضرت والا کے دربار میں کبھی نہ آئی ہوگی ۔ آخر حضرت گھر سے باہر تشریف لے گئے ۔ اور ایک چڑیا کا گھونسلا دونوں ہاتھوں میں لے کر اندر داخل ہوئے ۔ اور بہت تبسّم فرما رہے تھے ۔ کہ رحیم فقیر درّان نے آج یہ لا کر پیش کیا ہے[2] ۔ پھر

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق روایات میں ہے ۔ کان لایضحک الا تبسماً ... (مشکوٰۃ ص۵۱۸) بروایت ترمذی ۔ اور بخاری شریف میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کو قہقہہ کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ۔ انما کان یتبسّم آپ صرف مسکراتے تھے

[2] غالباً حضرت شیخ کے خورد سال بچوں کو خوش کرنے اور کھلونے کے طور پر اس مخلص مرید نے یہ ہدیہ پیش کیا ۔ اس حقیر و بے قیمت چیز کی جو قدردانی اس مشفق و عالی ظرف مرشد نے کی ۔ اور اس پر خوش و خرّم ہو کر اس کی تحسین کی یہ قابلِ تقلید کارنامہ ہے ۔

Marfat.com

اس کو گھر میں محفوظ رکھ دیا۔ اور اس فقیر کے صدق نیت اور اخلاص سے بہت خوش تھے۔ اور اس مزاح کی طرح حضرت شیخ کی اور کوئی مزاح ہمیں یاد نہیں۔ اور اسی سے آپ نے تمام اہل و عیال اور گھر والوں کو خوش و خرم رکھا۔

حضرت شیخ کی عام عادت یہی رہی کہ آپ سے جو کوئی اُن کے احوال یا تصوف و سلوک کی حقیقت یا اس قسم کی اور باتوں کے بارے میں کچھ سوال کرتا۔ آپ شاذ و نادر ہی جواب دیتے۔ کچھ کلام اور قیل و قال نہ فرماتے بلکہ خاموش ہی رہتے۔ صرف توجہ سے اور نظر اٹھا کر دیکھنے سے سب عقدے حل فرماتے۔ اور کبھی کبھی اگر مہربانی فرما کر کچھ جواب ارشاد فرماتے تو پھر بھی مثال کے طور پر کسی بزرگ کا ذکر کر دیتے۔ اور اپنے آپ کو کبھی بھی یاد نہ کرتے ہے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

اور اگر کبھی گذشتہ بزرگانِ دین کے احوال و واقعات بیان فرماتے۔ تو اپنے والد بزرگوار شیخ بہادرؒ کی مدح و توصیف بہت بہت فرمایا کرتے اور جب کبھی آپ کا نام لیتے تو نہایت ادب و احترام سے یاد کرتے اور اُن کو پشتو نے یعنی صادق القول کہا کرتے۔ مجلس مبارک میں علمی مسائل پر بھی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ اور جیسا کہ گذر چکا کتب تفاسیر و حدیث کافی تعداد میں ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتے تھے۔ آپ کے علمی مشاغل اور علمی گفتگو کے متعلق تفصیل آگے آ رہی ہے۔

تاثیرِ توجہ کے واقعات

ایک دن حضرت شیخؒ وضو فرما رہے تھے۔ اور آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید پاس کھڑا ہوا تھا۔ جب حضرت شیخ قدس سرہ وضو کر کے فارغ ہو چکے تو اشارہ کر کے اس مرید کو فرمایا۔ کہ جس کوزہ سے میں نے وضو کیا۔ اس کے

Marfat.com

باقیماندہ پانی سے تو وضو کرلے۔ مگر مرید رعایتِ ادب کی وجہ سے کوزہ کے پاس بھی نہ جاتا تھا۔ حضرت شیخؒ نے اس مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے یہ پانی آپ کو بخش دیا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ اسی سے وضو کرلو۔ وُہ مرید کہتا ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے وُہ کوزہ اٹھایا اور جب وہ پانی میرے ہاتھوں پر پڑ گیا۔ میں نے اپنے اندر فوراً ہی ایک باطنی ترقی محسوس کی۔ اور وضو ختم کرنے کے بعد تو طاعتِ خداوندی کی محبت میرے دل میں ایسی جاگزیں ہوگئی کہ قیام سے رکوع اور رکوع سے سجدہ کی طرف منتقل ہونا صرف ضرورت کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ قیام و رکوع و سجود کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔ ورنہ میری محبت اس درجہ ہوگئی کہ میں چاہتا تھا کہ تمام عمر صرف قیام ہی میں رہوں۔ یا اپنی عمر کو بس ایک رکوع میں گذار دوں۔ یا ایک سجدے ہی میں بسر کروں۔ اس کے بعد کبھی بھی طاعتِ خداوندی میں کوئی کاہلی اور سستی نہیں آئی اور شب و روز طاعاتِ خداوندی میں مشغول رہتا۔ اور اسی طریقہ پر مدتوں عبادت کرتا رہا۔ اور لوگوں کے درمیان میری عزت اور احترام کافی بڑھ گیا۔

دوسرا واقعہ (۲) شیخ دریا خان چمکنی سے منقول ہے کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں اپنے قصبہ میں سردار و رئیس تھا۔ لیکن کرمِ الٰہی اور فضلِ سُبحانی سے مفخرِ موجودات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت مجھ پر رُوحانی طور سے ظاہر ہوئے۔ اور اُن کی برکت و توجہ سے مدتوں تک میری حالت یہ رہی۔ کہ نماز و عبادت کے بغیر میرا کوئی اور کام ہی نہ تھا۔۔ اور میری زبان پر درود شریف اور تلاوت کلام اللہ کے سوا اور کوئی چیز جاری ہی نہ ہوسکتی تھی۔ کچھ مدت کے بعد باطنی طور سے میری ملاقات حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے ہوگئی۔ میں نے چاہا کہ باہم قدرت آزمائی کر کے دیکھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اول آپ ہی اپنی

قوت مجھ پر آزما دیکھیں۔ میں نے کہا۔ نہ۔ اوّل آپ ہی آزمائیں۔ چنانچہ حضرت شیخ آدم بنوری ؒ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور مجھ پر غالب آگئے۔ اس کے بعد میں ان کی خدمت میں جا کر حاضر ہوا۔ انہوں نے تلقین و ارشاد سے میری تربیت کی۔ اور خلافت کا اذن مرحمت فرمایا۔ لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ میرے دل سے دُنیا کی محبت بالکل منقطع ہو جائے۔ اور قلب کو بالکل یکسوئی حاصل ہو جائے۔ لیکن اُن کی مجلس میں مجھے یہ حالت ہاتھ نہ آتی تھی۔ یہاں تک کہ خود انہوں نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ اے شیخ دریا! شیخ رحمکار کو دیکھا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ شیخ رحمکار کو دیکھو۔ میں نے کہا کہ ہاں سُنا ہے کہ اُس علاقہ میں ایک شخص ہے جو پہاڑوں میں رہتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں حضرت آدم بنوری ؒ کی خدمت سے رخصت ہو کر وطن آیا اور جب اپنے مکان پر پہنچا تو ایک دفعہ شیخ المشائخ شیخ رحمکار قدس اللہ سرہٗ نے باطنی طور سے مجھ پر ظہور فرمایا۔ اُن کے سامنے میری کوئی قوت و حیثیت نہ تھی۔ میں نے اُن کے جُوتوں کو خدمت کے طور پر اُن کے سامنے رکھا۔ اور میں نے معلوم کر لیا کہ بلندی و رفعت میں ان کا مرتبہ آسمان کی طرح اور پستی میں میرا درجہ زمین کی طرح ہے۔ اس کے بعد میرے دل میں ان کی زیارت کی محبت بڑھ گئی۔ اور دیدار کا شوق حد درجہ غالب ہوا۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کر کے روانہ ہوا۔ اور جب حضرت شیخ ؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو پہلے ہی ملاقات میں نظر پڑتے ہی محبت بڑھنی شروع ہو گئی۔ اور میں اس رُوئے مبارک کا عاشق زار بن گیا۔ جب اس طرح خدمت اقدس میں چند دفعہ آنا جانا ہوا۔ تو حضرت نے لکھوڑی کا وظیفہ ارشاد فرمایا۔ اس وظیفہ کے اثناء میں ایک دفعہ حضورِ پُرنور میں حاضر ہوا۔ آپ نے پھر مجھے گھر رخصت کیا۔ جاتے ہوئے جب یوسف خیل نامی گاؤں میں پہنچا۔ تو اسی رات کو خواب دیکھتا ہوں کہ میں منبر پر کھڑا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہوں۔ اور

Marfat.com

گھومتا رہتا ہوں۔ ناگاہ ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ یہ خطبہ تو حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکارؒ کا ہے۔ اس کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتا۔ جس قدر کہ تیرا مقصد ہے بس اسی قدر پڑھو۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ میرے دل سے دنیا کی محبت بالکلیہ نکل گئی تھی۔ اور اس کے بعد سونے چاندی کے ڈھیر بھی میری نظروں میں خاکِ راہ کے برابر تھے۔ اور اچھے اچھے کپڑوں اور زیب وزینت کو ترک کر کے گلیم پوشی اور خرقہ پوشی کو پسند کیا۔ لیکن حضرت شیخؒ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا۔ کہ آپ کے ساتھ مناسب یہ ہے کہ قبا پہنتے رہو۔ اگرچہ اس وقت حضرت کا یہ ارشاد میرے دل کو نہیں لگا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد حضرت کے اس ارشاد نے مجھ پر اثر کیا۔ اور میں نے قبا پوشی اختیار کی۔ اور میں سمجھ گیا کہ انہوں نے میرے کاموں کو خوب سمجھا تھا اور میں نہیں جانتا تھا اور یہ بھی سمجھ گیا کہ حضرت کا کوئی کلام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تیسرا واقعہ

حضرت شیخ عبد الحلیمؒ اپنے اُستاد سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت شیخؒ گھر کے اندر اپنی اہلیہ صاحبہ کے ساتھ کچھ باتیں فرما رہے تھے اور متبسم تھے۔ اہلیہ صاحبہ نے خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی نظر فیض اثر اور توجہ کی برکت سے اطراف وجوانب کے بے شمار لوگ انوار ولطائف سے منور وبہرہ ور ہوگئے اور مراد کو پہنچے۔ مگر خود آپ کی اولاد ابھی تک ان توجہات باطنیہ سے محروم ہے۔ اگر ان کی طرف بھی نظر وتوجہ کی مہربانی فرمائیں تو میرے دل سے غم وپریشانی دُور ہو جائے گی۔ اور ان کو بھی کچھ شرف حاصل ہو جائے گا۔
حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ ہر درخت اپنے اپنے مقررہ وقت پر پھل پھول دیتا ہے جلدی نہ کیجئے۔ لیکن اہلیہ صاحبہ نے اپنے بیٹوں کی محبت کے جوش واشتیاق میں دوبارہ پھر عرض کیا کہ بڑی مہربانی ہوگی اگر ایک نظر کی توجہ فرمائیں وہ بھی مشرف بہ مراد ہوں گے۔ اور میرے دل کا اضطراب بھی دفع ہو جائے گا۔ حضرت نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا کہ جب تو ان کے وقت پہنچنے تک صبر نہیں کر سکتی اور خداوند قدیر کی تقدیر کو نہیں دیکھتی پس چاہئے کہ کل جس وقت میں مسجد سے نکل کر گھر آ رہا ہوں اس وقت ان سب کو میرے راستہ میں کھڑا کر دینا۔ خود آپ کو تقدیر سبحانی کے اسرار سے واقفیت ہو جائے گی۔ جب وہ رات گزر گئی دوسرے روز نماز اشراق کے بعد اہلیہ صاحبہ نے اپنے لڑکوں کو ایک خادم کے حوالہ کر کے بھیجا اور انہیں راستہ میں کھڑا کر دیا۔ حضرت شیخ نے جب اشراق کی نماز پڑھ لی اور مسجد سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو نظر زمین کی طرف نیچی ہی رکھی۔ جب گھر کے قریب پہنچے تو ان کے صاحبزادے اس جگہ سے کہیں ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ اس وقت جب حضرت شیخ نے آنکھ اٹھا کر نظر ڈالی تو وہ تو موجود نہ تھے نظر مبارک ایک سیاہ کُتے پر جا کر پڑی۔ اسی وقت ہی وُہ کتا بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور حضرت شیخؒ اس جگہ سے تشریف لے گئے وُہ کتا پانچ دن رات بے ہوش پڑا رہا۔ جب پانچ دن کے بعد ہوش میں آیا۔ تو حضرت شیخؒ کے دروازے کے باہر غار بنا کر رہنے لگا۔ ہر صبح و شام گرد و نواح کے دیہات سے کُتے اکٹھے ہو کر اور دو زانو ہو کر ذکر اللہ کرتے اور خود وہ کتا مراقبہ کرنے والے کی طرح زمین پر سر رکھے خاموش بیٹھا رہتا اور بعض کُتے ایسے مست ہو جاتے کہ اسی جگہ پر لڑھکتے جاتے تھے اور اپنی کچھ خبر نہ ہوتی۔ بہت سے لوگ ان کتوں کا تماشہ دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کے لئے جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اور وُہ کتا عمر بھر تک اسی طرح صبح و شام ذکر کردگار میں مشغول رہا۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر فیض اثر کی برکت سے تا زندگی اس کی بس یہی حالت رہی۔

سگ اصحاب کہف روزے چند
پئے مرداں گرفت مردم شد

فائدہ:۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کے اس ارشاد سے کہ "ہر درخت اپنے اپنے وقت پر پھل پھول دیتا ہے"۔ یہ معلوم ہوا کہ آپ اپنے صاحبزادوں کے متعلق یہ تو جانتے تھے کہ ان میں باطنی فیوض وبرکات اور روحانی ثمرات کی اہلیت و قابلیت تو موجود ہے۔ اور آگے جا کر کے یہ حضرات خوشبودار پھول اور خوش رنگ و خوش مزہ پھل کی صورت اختیار کریں گے۔ مگر ابھی موقع نہیں کہ ان کو بس ایک توجہ کی تاثیر سے اس مقام تک پہنچا دیا جائے جس مقام پر آگے جا کر کے یہ فائز ہونے والے ہیں۔ آپ چونکہ میدان طریقت کے شہسوار اور ان علوم و معارف کے کامل ترین ماہر تھے۔ اس لئے آپ کا جو اندازہ تھا۔ وہ درست تھا۔ اور چاہیئے تھا۔ کہ اہلیہ صاحبہ اُس کے مطابق مزید اصرار نہ کرتی۔ مگر والدہ کی جو شفقت و مہربانی اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔ اُس طبعی رافت و رحمت نے اُسے بھی مجبور کر دیا تھا۔ کہ وہ بار بار اصرار کر رہی تھی۔ حضرت شیخ رحمکارؒ سمجھے کہ اب مزید انکار کرنے سے وہ یہ سمجھے گی کہ میں قصداً اپنی اولاد کے متعلق بے توجہی برتتا ہوں۔ اور اُن کو اپنے کمالات و فضائل کے حصول سے محروم کرتا ہوں جو عام طور سے آنے جانے والوں کو میرے ہاں سے ملا کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اچھا اُن کو فلاں وقت میرے سامنے کھڑا کر دو۔ تاکہ خود آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہماری تدبیروں کے باوجود تقدیر کے مطابق وقت مقررہ سے قبل کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ اور ہر کوشش بےکار و بے نتیجہ ہو جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت شیخ رحمکارؒ نے اپنی وہ نظر توجہ جس کے اثر سے سیاہ قلوب کے زنگ دُور ہو جاتے تھے۔ اور جس کی برکت سے لوگوں کی زندگیاں یکسر بدل جایا کرتی تھیں۔ اپنے صاحبزادوں پر ڈالنے اور اُن کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ مگر اُن کی بجائے نگاہوں کے وہ نورانی شعلے ایک سیاہ کُتے پر پڑے۔ اور اُن کی نگاہ کی وجہ سے اس کی حالت منقلب ہو گئی۔ بعض لوگوں کو شاید اس میں کچھ استبعاد و استعجاب نظر آئے۔ لیکن اولیاء اللہ کی توجہ و نظر جس کی حیثیت کراماتی نظر اور خارق عادت نگاہ

Marfat.com

کی ہوتی ہے۔ اس قسم کے اثرات دکھایا کرتی ہے۔ اور جس طرح ایک انسان اس سے متاثر ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرے حیوانات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔ اور ان کی حالت بھی بدل سکتی ہے

چوتھا واقعہ

ایک دن بہت دور سے ایک شخص خدمتِ اقدس میں آکر حاضر ہوا اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ عرض کرنے لگا کہ مہربانی فرما کر توجہات کی عنایت کیجئے جب وہ شخص حضرت شیخ کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تو رات راستہ میں ایک مقام پر جا کر گزاری۔ رات کے وقت خواب میں اس کو کوئی ایسی بات ظاہر ہو گئی کہ دنیا اور زن و فرزند کی محبت سے اس کا دل بالکل سرد ہو گیا۔ صبح وہ شخص اسی مقام سے واپس ہو کر پھر دوبارہ خدمتِ اقدس میں آکر حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب تو یہاں سے نکل کر روانہ ہوا تھا تو میری یاد سے نکلا نہیں تھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں دیوانہ نہ ہو جاؤں۔ حضرت شیخ نے اس کو بڑی تسلی دی خوب اطمینان دلا کر فرمایا کہ بالکل خیریت ہے کسی قسم کا خوف و خطر نہ کرنا۔ مگر اس شخص نے پھر عرض کیا کہ میں تو ڈرتا ہوں۔ اسی طرح تیسری مرتبہ پھر کہا اور حضرت شیخ کے سمجھانے سے بھی اس کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ اور اطمینان قلب حاصل نہ ہوا۔ تو اس کے بعد حضرت شیخ نے اپنا دستِ مبارک اس کے بدن پر ملا۔ ہاتھ لگتے ہی اس سے وہی حال غائب ہوا۔ اب جا کر اس شخص کو یقین حاصل ہوا کہ یہ حالت تو ایک عظیم الشان نعمت تھی مگر میں نے اس کی قدر نہیں پہچانی اور بہت نادم و پشیمان ہوا اور پھر الحاح و زاری کرنے لگا اور خوب گڑگڑا کر عرض کیا اور بہت افسوس کیا مگر خود کردہ را چہ علاج کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا موقع غنیمت کو خود اپنے ہاتھ سے کھو دیا تھا مگر پھر بھی اس قدر برکت حاصل ہو گئی تھی کہ ہمیشہ نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرتا رہا اور قرآن مجید کی تلاوت باقاعدہ کر کے اچھا قرآن خواں بن گیا اور منہیات

Marfat.com

شرعیہ سے بہت دور رہتا تھا ہاں وہی حال، اور وہ محبتِ قلبی پھر ہاتھ نہ آسکی اور اس درجہ سے محروم رہا۔

پانچواں واقعہ ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ اس سے پہلے ایک عورت کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق تھا اس عورت کو بھی خبر ہو گئی کہ اس شخص نے حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کر لی ہے کچھ مدت کے بعد کسی مقام پر اس توبہ کرنے والے شخص کی ملاقات اس عورت کے ساتھ ہو گئی، ور اس نے بدکاری کے لئے پھر اس کو طلب کیا۔ عورت نے فوراً جواب دیا کہ اب تو حضرت شیخ رحمکار کے دستِ مبارک پر ان کاموں سے توبہ کر گئے ہو چاہیئے کہ ایسے کام پھر کبھی نہ کرو۔ وہ شخص وہاں سے ناکام لوٹ کر آیا۔ جب حضرت شیخ رحمکار کے سامنے آیا۔ حضرت شیخ نے اشارہ کر کے فرمایا کہ "اس شوخ کے لئے کونسی سزا مناسب ہو گی اس نے پھر بُری نیّت سے اس عورت کو طلب کیا ہے اور فعل شیطانی کے تازہ کر دینے کا پھر ارادہ کیا ہے اور فرمایا کہ قیامت کے دن جس وقت گرفتار ہو جاؤ گے تو کس طرح نجات پا سکتے"۔ وہ شخص شرم کے مارے سرنگوں ہو گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت شیخ کو اس واقعہ کی ساری حقیقت منکشف کرائی گئی ہے اور آپ اس راز نہانی سے مطلع ہو چکے ہیں۔ ان چند الفاظ کا اس پر اس قدر اثر پڑا کہ اس کے بعد اس شخص نے افعالِ بد سے بالکلیہ احتراز کیا اور بڑا پکا متقی بن گیا۔

حضرت شیخ عبدالحلیم آپ کی تاثیرِ نظر اور کیمیا نظری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں

حضرت ایشاں کیمیا نظر بودند بر ہر شخص ناخوانده که نظر افتد دے حالے از باطن او را ظاہر شده روئے نمودے که او را ازاں علمے حاصل شدے که مردم در کلام و قال او متعجب و متحیر ماندے ذیحیچ عالم او را محبت قوی روئے نتوانستے کرد و باوجود بے علمی عمل بشریعت کردے و عمل طریقت نیز داشتے و معرفت و حقیقت را بوجہ احسن بیان فرمودے۔ (صلہ ۱۲۹)

ترجمہ:- حضرت کیمیا نظر تھے جس ناخواندہ پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی اس کی باطنی حالت عجیب طرح سے ظاہر ہو جاتی اور اس کو ایسا علم حاصل ہو جاتا کہ لوگ اس کے کلام سے متعجب و متحیر رہ جاتے اور کوئی عالم بھی اس کو دلائل سے زیر نہ کر سکتا اور بے علمی کے باوجود شریعت پر عمل کرنے لگ جاتا اور طریقت بھی جان لیتا اور معرفت و حقیقت کو بہترین طریقہ پر بیان کرنے لگتا۔

چھٹا واقعہ

چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت شیخ عبدالحلیمؒ ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک عامی اور خالص ان پڑھ فتح نام آپ کی حیاتِ مبارکہ میں خدمتِ اقدس میں بہت حاضر ہوا کرتا تھا ایک دفعہ حضرت نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کو طلب کرنے والا ہے۔ وہ شخص اپنی عملی حالت کو دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا اور نگاہیں نیچی کیں کہ اس بارے میں تو اپنے اندر میں کچھ نہیں پاتا اور ناشائستہ عمل کر رہا ہوں اور اس کے باوجود حضرت نے یہی فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ وفات کے تیسرے روز یا کچھ کم و بیش حضرت شیخ نے اس شخص پر ظہور فرمایا اور بہت توجہ و مہربانی فرمائی۔ اس کے بعد اس پر بہت تاثیر ہونے لگی۔ اور اس کو حکم دیا کہ فلاں مقام پر جا کر رہو اور وہ جگہ بارہ تیرہ کوس کے فاصلہ پر واقع تھی وہ شخص گیا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر کنج عزلت میں بیٹھ گیا لیکن اس کے دل میں وساوس و خطرات گزرتے تھے کہ یہ کہیں شیطانی دھوکہ نہ ہو اسی حالت میں بہت روتا اور مغموم و محزون رہا کرتا تھا پس حضرت شیخ نے دوبارہ اس پر ظہور فرمایا اور آ کر ارشاد فرمایا کہ کون اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کا خداوند عزوجل خود وکیل و کفیل بن جائے۔ پس اس سے وہ سب خطرات دل سے ہٹ گئے اور اس مکان میں آرام و اطمینان کے ساتھ سکونت کرنے لگا۔ کم و بیش سات سال تک اس کنج تنہائی میں رہا اور ہمیشہ بیمار و مریض ہی رہتا۔ وہ شخص خود نقل کرتا تھا۔ کہ

اس بیماری میں میری حالت بچہ کی طرح پر تھی کہ پیدا ہونے کے بعد اول اول لیٹا رہتا ہے پھر بیٹھنے لگتا ہے پھر کھڑا ہونے لگتا ہے اور اس کے بعد تھوڑا تھوڑا چلنے لگتا ہے میں بھی بچے کی طرح ان مختلف احوال کو طے کرتا رہا۔ اور سات سال کے اندر تین سال تک مجھ پر غلبۂ حال تھا۔ اور حضرت شیخ ہمیشہ مجھ پہ توجہات فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی خاطر اقدس میں میرے متعلق تسلی حاصل ہو گئی کہ وصال حق سبحانہ وتعالیٰ نصیب ہو گیا ہے۔ اور نیز یہی شخص روایت کرتا ہے کہ حضرت شیخ نے تین مرتبہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک میں میری ملاقات و زیارت کے بارے میں عرض کیا اور تیسری دفعہ عرض مقبول ہوئی۔ اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس تشریف لانے کی مہربانی فرمائی اور مجھ کو اپنے دیدار فیض آثار سے معظم و مکرم بنایا۔ اور حضور کے ساتھ بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی رفقا تھے۔ کہ ان میں سے ایک تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ہمارے حضرت شیخ بھی ان سے آگے آگے دائیں طرف بطور ادب و احترام آ رہے تھے۔ اور حضور سے عرض کر رہے تھے کہ آہستہ آہستہ تشریف لے جانا چاہیئے کہ کہیں وہ ڈر نہ جائے۔ جب سرور کائنات مفخر موجودات تشریف لائے اور مجھ کو اپنے دیدار سے مشرف فرما گئے تو کھڑے ہو کر تبسم فرما رہے تھے اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے الٰہی بعضوں نے کیا کیا اور بعضوں نے کیا کیا۔ یہ گناہگیوں سے آلودہ بندہ ہے مگر محض آپ کا فضل و کرم۔ حضرت شیخ عبدالحلیم اس کی تشریح فرماتے ہیں

یعنی بعض بسیار نیکی مے کنند قبول نہ افتد و بعض را اگر چہ در خرابات باشد و تنزل، تو رہبر پریشاں گردد و توبہ نصیب گردد و قبول افتد و بہ حقیقت و محبت موصوف شود۔ صفحہ ۱۵۰

Marfat.com

ترجمہ:۔ یعنی بعض لوگ بہ ظاہر بہت نیکی کرتے ہیں لیکن کسی وجہ سے وہ قبول نہیں ہوتی۔ اور بعض اگرچہ شراب خانہ میں ہوں آپ کا فضل ان کی رہبری کرتا ہے۔ اور ان کو توبہ نصیب ہو جاتی ہے اور قبول ہو جاتی ہے اور حقیقت و محبت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

پس اس شخص کو علوم باطنیہ سے ایسے علوم حاصل ہوئے کہ اس کے سینہ میں عالم معرفت و علم حال و حقیقت کے عظیم الشان دریا موجیں مارنے لگے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ روئے زمین کی بیماریاں مجھے دکھلائی جاتی تھیں میں ان سے واقف ہوتا اور ان کو دیکھ لیتا تھا اور نیز فرماتے کہ میں نے اپنی حالت معلوم کرلی کہ سارے اعمال میں بہترین عمل نیک نیت ہے پس چاہیئے کہ کسی طور سے بھی اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ بیت

چہ ارے فنون شیخ نیرزد بہ نیم خس　　راحت رساں بہ دل کہ ہمیں مشرب است و بس

ساتواں واقعہ

ایک شخص کچھ ہدیہ ساتھ لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں شرف زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کی حالت پوچھی اور خوب مہربانی فرمائی اور پھر تھوڑی دیر بعد حضرت اپنے دولتکدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چند قدم گئے ہوں گے کہ واپس پلٹ کر اس شخص کے بالمقابل اس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی اس توجہ کی برکت سے اس شخص کی حالت ایسی ہو گئی کہ تین ماہ تک اس کے وجود میں خواب کا ظہور بھی نہ ہوا۔ اور اس پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور سلوک کے بہت سے مراحل طے ہوئے ؎

درساغرِ چشم تو نہ دانم چہ شراب است　　بر ہر کہ نظر مے فگنی مست و خراب است

آٹھواں واقعہ

حضرت شیخ کے معتقدین و مریدین میں سے ایک شخص ایک دفعہ زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے آیا

Marfat.com

اس سے پہلے اُسے کبھی آنے کا موقع نہ ملا تھا۔ جب خدمت میں پہنچا۔ اس نے پانچ روپیہ ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ روزانہ ایک ایک دیا کروں گا۔ تاکہ اس طرح میری پہچان آپ کے ساتھ خوب اچھی طرح ہو جائے وہ شخص روایت کرتا ہے کہ میں نے آپ کو ایک نگاہ سے جب دیکھا تو اسی نگاہ کی برکت سے آپ کی مہربانی و عنایت سے میں نے ایسا فیض پایا کہ مٹی اور سونا میری نظروں میں دونوں ایک ہو گئے۔ اور دنیا سے بالکل منقطع ہو گیا۔ اور دنیا کی کوئی محبت و وقعت میرے دل میں نہ رہی۔

نواں واقعہ مریدوں میں سے ایک مرید خاص ایک دفعہ مجلس میں حاضر تھا۔ اس وقت حضرت شیخ جذبات لامتناہی میں مستغرق تھے۔ مرید بھی اس حالت سے متاثر ہوا اور کھڑا ہو کر مضطربانہ سر ہلانے لگا اور یہی سمجھ رہا تھا کہ میرا سر آسمان چہارم پہ جا کر لگ رہا ہے تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ نے ایک شخص کو فرمایا کہ اس کو کہو کہ آرام و سکون سے بیٹھ جائے۔ مرید مجذوب نے کہا کہ اختیار میرے ہاتھ میں نہیں رہا اور عنانِ اختیار میرے ہاتھ سے تو چھوٹ گیا ہے ان باتوں کے ہونے ہی اس مرید پر حالِ اعتدال شروع ہوا اور آرام کرکے بیٹھ گیا۔

دسواں واقعہ مریدوں میں سے ایک مرید ایک دفعہ مجلس میں حاضر تھا آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور توجہ فرمائی۔ وہ مرید کہتا ہے۔ کہ آپ کی نظر پڑتے ہی میں نے محسوس کیا کہ میرا سر آسمان پر پہنچ گیا۔ اور جب دوسری بار نظر فرما کر توجہ کی تو اس سے میرا وجود موم کی طرح آگ پر پگھل گیا اور میں گھبرا گیا کہ میرا بدن بند بند جدا ہو جائے گا لیکن خیریت ہوئی کہ میں اپنی حالت پر باقی رہ گیا [1]

[1] حضرات صوفیائے کرام کو سلوک کی منزلیں طے کرتے ہوئے اس قسم کی حالتیں (بقایا اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

گیارھواں واقعہ

باشندگان ہند میں سے ایک تاجر آپ کا نہایت معتقد تھا ایک دفعہ اس کے مالِ تجارت کی بھری کشتی سمندر میں طغیانی کی وجہ سے ڈوبنے لگی۔ اس حالت یاس و ناامیدی میں اس نے آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگی اور نذر مانی کہ اگر خداوند تعالیٰ نے میری یہ کشتی صحیح و سلامت ساحل مراد پر پہنچا دی تو میں ایک ہزار روپیہ اپنے مرشد شیخ رحمکار کے لنگر میں نذر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا منظور کی اور بالکل محفوظ و مامون ہو کر وہ اپنے گھر خوش و خرم پہنچ گیا۔ اپنے کاروباری سلسلہ میں اس کو کچھ ایسی غفلت ہوئی کہ وہ اپنا وعدہ اور اس کا پورا کرنا بالکل بھول گیا۔ حضرت شیخ المشائخؒ کے مریدین و خواص میں سے شیخ محمد حیات آپ کا ایک خادم تھا۔ آپ نے اس کو بلا کر فرمایا کہ ہندوستان جا کر وہاں فلاں مقام پر فلاں نام تاجر شخص ہے اس کو کہو کہ جوانمردی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو وعدہ کر چکے ہو وہ پورا کر دیا۔ مجھے حضرت شیخؒ نے بھیجا ہے کہ ہزار روپیہ جو لنگر کے نام تو نے وعدہ کیا تھا وہ دے دیا۔ چنانچہ حضرت شیخؒ کے ارشاد کے بموجب شیخ محمد حیات وہاں گیا۔ نام و مکان پوچھ کر اس سے ملا۔ یاد دہانی پر اس کو اپنا وعدہ یاد آیا۔ اس نے ندامت کا اظہار کر کے فوراً ہزار روپیہ اس کے حوالہ کر کے رخصت کیا۔ جب شیخ محمد حیات گجرات پہنچا تو اس وقت اس شہر میں ایک رنڈی نہایت حسینہ اور شہرۂ آفاق تھی۔ سو روپیہ ایک رات کے عوض لیا کرتی تھی۔ دور دور سے مالدار اور مریض القلب لوگ اس کے پاس آتے۔ شیخ محمد حیات کی جیب میں بھی ہزار روپے موجود تھے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳) پیش آیا کرتی ہیں نفحات الانس حضرت جامیؒ اور دوسرے تذکروں میں اس قسم کے واقعات بہت منقول ہوئے ہیں حضرت امام ربانی کے مکتوبات میں بھی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ملتا ہے چنانچہ دفتر اول کے مکتوب نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں عروج روح کے اس قسم کے واقعات کا ذکر تفصیل سے فرما گئے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

ابلیس نے اس کو بھی بھڑکایا کہ چلو ایک سو روپیہ دے کر ایک رات تم بھی گزار دو۔ حضرت پیر شیخ کے سامنے جاکر سو روپیہ کے خرچ ہونے کا کوئی بہانہ کردو گے۔ چنانچہ اس اغوائے شیطانی سے وہ اس فعلِ بد کے لئے آمادہ ہوا۔ سو روپے دے کر اس رنڈی کے بالاخانہ کے اوپر چڑھ گیا۔ جب اس نے اس عورت کو ہاتھ لگانا چاہا تو فوراً ہی ہاتھ شل ہو گئے اور بدکاری پر کچھ بھی قادر نہ ہو سکا۔ تمام رات اسی طرح گزری۔ صبح شرمندہ اتر آیا۔ نیچے آجانے کے بعد پھر وہی قوت مردمی اور شہوت کا غلبہ، دوسری رات سو روپیہ اور دیدئیے اور جب گیا تو وہی حالت کہ بالکل عاجز و بے طاقت۔ غرض اسی طرح دس رات سلسلہ ہوتا رہا۔ جب دن کو اتر آتا شوق غالب آکر شیطان لعین اس فعلِ بد پر آمادہ کرتا۔ مگر رات کو بالکل عاجز و لاچار ہو جاتا۔ دس راتوں میں ہزار روپے ختم ہو گئے۔ آخری رات جب اس کے ہاتھ شل ہو گئے اور بدکاری سے عاجز ہوا تو خود بھی نہایت نادم و شرمندہ ہو کر آبدیدہ ہوا۔ وہ عورت بھی حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے پوچھا اے نوجوان یہ بات کیا ہے تو نے پورے ہزار روپے خرچ کر ڈالے اور تجھ کو کامیابی کچھ نہیں ہو سکی۔ کیا تو دیوانہ ہے یا کیا قصہ ہے۔ شیخ محمد حیات رونے لگا اور ساری کہانی کہہ سنائی کہ میرا ایک پیر کامل ہے اس نے مجھے ہندوستان بھیجا تھا یہ ہزار روپے ان کے ہیں۔ عورت نے جب یہ قصہ سنا تو فوراً ہی متاثر ہو گئی اور کہا کہ صد افسوس۔ ایسے مرشد کامل کے ہوتے ہوئے تو بدکاری کے لئے آمادہ ہوا۔ چل میں بھی اس کام سے توبہ کر کے تمام اموال و املاک کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔ مجھ کو بھی لے جا کر ایسے مرشد کے پاؤں میں ڈال دے۔ چنانچہ اس رنڈی نے توبہ کی۔ اور دوسرے روز دونوں وہاں سے حضرت شیخ رحمکار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے دور سے دیکھ کر تبسم فرمایا اور شیخ محمد حیات سے فرمایا کہ تو نے تو شیطان کے اغوا پر پوری خیانت کی لیکن فضلِ خداوندی اس سے محفوظ رہا۔ آئندہ

Marfat.com

کبھی ایسے کام نہ کرنا۔ اور فرمایا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ یہ عورت تیرے نکاح میں دوں اس عورت نے اپنے سابقہ بد اعمالیوں سے صدق دل سے توبہ کرکے بیعت کی۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ محمد حیات کے ساتھ تیرا نکاح ہو جائے اس نے ابصد خوشی منظور کیا۔ انعقادِ نکاح کے بعد آپ نے شیخ محمد حیات کو خلافت دے کر تلہ گنگ کے گرد و نواح کے علاقہ ٹھاہنور حسن ابدال وغیرہ کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وہاں بھیجدیا[۱] یہ بی بی نہایت پارسا اور عابدہ تھی اور اس پر حضرت شیخ کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ شیخ محمد حیات عمر بھر وہاں رہے اور وہیں ان کی اولاد پھیل گئی جو آج تک موجود ہے اور تین سو سال گزر جانے کے بعد اب تک باقاعدہ وہ لوگ حضرت شیخ المشائخ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے سال میں ایک دفعہ بیسا کھ کے پہلے ہفتہ میں فرداً حاضر ہوجایا کرتے ہیں شیخ محمد حیات کا مزار اسی علاقہ میں موضع بلوٹ میں اب بھی موجود اور زیارت گاہِ خلق ہے۔ ان دونوں کی نرینہ اولاد تو یہاں پھیل گئی لیکن ان کی ایک صاحبزادی بی بی رابعہ نہایت پرہیزگار اور ولیہ گزری ہیں اس کی شادی تحصیل تلہ گنگ کے موضع بڈھال میں جو ٹمن سے تین میل آگے ہے ہوئی تھی اس کی اولاد وہاں پر اس علاقہ میں اس دادی کی وجہ سے محترم سمجھی جاتی ہے اور وہ لوگ بھی آج تک حضرت کاکا صاحبؒ کے ساتھ ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتے اور مزار پہ آیا جایا کرتے ہیں۔

بی بی رابعہ کی قبر بڈھال میں انجرہ سے تلہ گنگ جانے والی سڑک کے قریب دائیں طرف واقع ہے۔ اور اس علاقہ میں ایک مشہور زیارت گاہ ہے۔

---

[۱] یہ واقعہ عام تواتر و شہرت کے علاوہ پشتو کے بعض قدیمی تذکروں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً تذکرہ شمس الدین صاحب صفحہ ۲۰۶ اور مجمع البرکات میں بھی موجود ہے۔

بعد از وفات فیوضات

بطور تتمہ چند واقعات ایسے بھی نقل کئے دیتا ہوں جن سے معلوم ہو سکے کہ اس جہانِ فانی سے رحلت فرمانے کے بعد بھی آپ کی توجہات کی تاثیر سے بہت لوگوں کو فیوض و برکات پہنچتے رہے ہیں اولیا کاملین کی تربیت وارشاد کی تاثیر بعد از وفات بھی باقی رہتی ہے بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق روایت ہے کہ

وقتِ وفات بہ فرزند خود خواجہ محمد سعید فرمودند۔ کہ شفقت شا عانت ما بہ شما بعد از انتحال ما زیادہ از ایام حیات ایں جہانی خواہد شد کہ ایں جا علائق بشری در بعضے اوقات ناچار مانع اعانت و توجہ است و بعد الموت فراغ و تجرد است۔ (عمدۃ المقامات ص۲۰۹)

تنبیہ:۔ اس موقع پر یہ بتلا دینا بھی ضروری ہے کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا ان کی زندگی میں بھی اس نیک مقصد کے لئے ہونا چاہیئے کہ ان کی صحبت میں رہ کر کچھ روحانی فیوضات حاصل ہوں۔ سنت کی پیروی احکامِ شریعت کی پابندی اور ایمانی قوت بڑھے۔ اور اچھے اخلاق و اعمال کے زیور سے آراستگی نصیب ہو۔ دنیوی اغراض، مال و متاع کی خواہش، مقدمہ بازیوں میں فتح مندی یا اور اسی قسم کے خسیس مطالب و مقاصد کو دل میں لے کر جانا ان کی شان کے خلاف ہے۔ اور خود اولیاء کرام کو یہ مشاغل و مطالب ناپسند ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مقدس مزارات پر جانے کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیئے کہ چونکہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں ان کے مزارات اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پرنالے ہیں ان کے وسیلہ سے خداوند تعالےٰ روحانی فیوضات کی بارشوں سے مردہ دلوں کی کھیتیاں سیراب کرتے

Marfat.com

ہیں۔ وہاں دلوں کے عقدے کھل جاتے ہیں سینہ انوار عرفان سے منور ہو جایا کرتا ہے اس لئے وہاں اپنی ذہنی حالت کی بہتری کے لئے جانا چاہیئے اور روحانی فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ افسوس کہ آج کل لوگ زیارت اولیاء اللہ کے اصل مقصد سے غافل ہیں اور صرف دنیوی خواہشات بلکہ بسا اوقات ناجائز کاموں کے حصول اور ناروا امور میں کامیابی پانے کے خیال سے ان پاک بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یقین کرنا چاہیئے کہ خداوندی احکام کے یہ فرمانبردار بندے اور اولیاء اللہ ایسے سوالوں سے سخت ناراض ہوتے اور ایسے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ اس قسم کے ناجائز حرکات و بدعات اور مزار کے پاس خلاف شریعت اُمور کا ارتکاب کر کے اولیاء کرام کی مقدس روحوں کو نہ ستائیں۔ اور خدا اور رسول کے غضب سے ڈریں۔

حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار بھی مقربین بارگاہ خداوندی اور اولیا کاملین میں سے ایک ممتاز ہستی تھے۔ اس لئے جس طرح حالِ حیات میں انہوں نے مخلوق خدا کو طرح طرح سے فیض پہنچا کر ہزاروں کو واصل باللہ کر دیا تھا اور رشد و ہدایت کے سینکڑوں پیاسوں کو سیراب کر کے مرشد و ہادی بنا گئے تھے۔ اسی طرح اس عالم آب و گل سے نقل مکانی کے بعد بھی فیوض و برکات کے وہ چشمے ویسے کے ویسے جاری رہے۔ بلکہ آپ کی کرامات و برکات کا مشاہدہ اور فیوضات باطنی کا احساس آج بھی دیدۂ بینا کو ہو رہا ہے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند واقعات مختصراً ذکر کرنے سے پہلے حضرت شیخ عبدالحلیم کے مبارک الفاظ نقل کر دوں کیونکہ ؎

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

وہ فرماتے ہیں۔

وحال بعد فوت و رحلت حضرت ایشاں بسیار کساں فیضہا یافتہ و مے یابند

بہ دستور بعض را در خواب و بعض را در حضور مزار حضرت ایشاں و بعض ہم از خواب و ہم از حضور مزار فیض سے پا یند و ایں فقیر جامع مناقب (شیخ عبدالحلیم) نیز فیض از روضۂ متبرکہ حضرت ایشاں یافتہ[1] و بداں محظوظ گشتہ اند۔ و اکثر مرتبہ بوقتِ حضور روضۂ متبرکہ انواع فیضہا داشتہ اند۔ ہرچہ دید دل من دید و ہرچہ شنید گوش دل من شنید بہ طریق ایما گفتن کافی است بسیار کلام دریں ہم از طریق ادب نیست بنابراں اختصاراً بیان حال خود کردیم و کل بر تمیز الکلام ما قلّ و دلّ نمودیم (ص۲۱)

ترجمہ:۔ اور اب رحلت و وفات کے بعد بھی آپ سے بہت سے

---

[1] مشہور یہی ہے کہ حضرت شیخ عبدالحلیم حضرت شیخ رحمکار کی حیات میں علم ظاہری کی تحصیل میں مشغول تھے اور علم باطنی کی طرف ابھی رجوع نہیں کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ہی تھے کہ حضرت شیخ کی وفات ہو گئی۔ خبر ملنے پر جب واپس آئے تو میدان خالی تھا مزار مبارک پر مراقب ہو کر فیوضات حاصل کرتے اور والد ماجد اپنے اس فرزند نیک اختر کی تربیت بطریق اویسی کرتے رہے اور اسی طرح آپ کی باطنی تکمیل کر کے خلافت عطا فرمائی۔ مقامات قطبیہ کی اس عبارت سے اس مشہور روایت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے کہ آپ نے فیض روضۂ مبارکہ سے بعد از وفات حاصل کیا بیاں محمد حسین صاحب نے اپنی کتاب "مناقب شیخ رحمکار" میں اس مضمون کا مفصل ذکر کیا ہے اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اخذ فیض و استفادۂ باطنی کے لئے بغداد شریف تشریف لے گئے تھے وہاں انہوں نے خواب میں ایک واقعہ دیکھا جس میں آپ کو بتلایا گیا کہ قرب خداوندی اور درجۂ کمال باطنی میں حضرت شیخ جیلانیؒ اور حضرت کاکا صاحبؒ ایک برابر ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد سے استفادہ کا ارادہ کیا اور گھر واپس تشریف لے آئے۔

Marfat.com

لوگوں نے فیض پایا ہے اور پاتے رہتے ہیں اور بدستور بعض کو خواب میں اور بعض کو آپ کے مزار کی حاضری میں اور بعض کو خواب اور حاضری مزار دونوں میں فیض ملتا ہی رہتا ہے۔ اور اس فقیر جامع مناقب (شیخ عبدالحلیم) نے بھی فیض آپ کے روضۂ متبرکہ سے پایا ہے اور اسی سے کچھ حصہ ملا ہے اکثر مرتبہ روضۂ متبرکہ کی حاضری میں قسما قسم فیوضات کا احساس کیا ہے جو کچھ دیکھا میرے دل نے دیکھا اور جو کچھ سنا میرے دل کے کانوں نے سنا صرف بطریق اشارہ کہنا کافی ہے۔ اس سلسلہ میں زیادہ گفتگو کرنا اور بات کھولنا بھی ادب کا طریقہ نہیں۔ اس لئے میں نے اپنی حالت کو اختصار بیان کیا اور اس مقولہ پر کہ بہتر کلام وہ ہوتا ہے جو کہ مطلب پورا بتلادے اور تھوڑا ہو عمل کیا۔

جب خود حضرت شیخ عبدالحلیم فرماگئے کہ "ہرچہ دید دلِ من دید و ہرچہ شنید گوشِ دلِ من شنید" تو پھر

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

پہلا واقعہ ایک شخص حضرت شیخ کے خلیفہ دریا خاں جھنگی کے پاس آکر مرید ہوگیا پیر نے اس کو ذکر و تلقین اور کم خوردنی وغیرہ کا وظیفہ بتلایا اور مدت تک وہ اسی شغل میں مصروف رہا۔ اور اس پر کافی اثر ہوگیا۔ بعدازیں شیخ دریا خاں کے حسب الحکم شیخ محمد سرغلانی کے پاس جاکر حاضر ہوا۔ انہوں نے طریقہ کبرویہ کی تلقین و ارشاد اور اوراد و وظائف کی تعلیم دی اور کچھ چلہ کشیاں بھی کیں جس سے تمام بدن کو ذکر تام حاصل ہوا۔ اور مختلف اطوار و انوار کے حصول اور مکاشفہ و ملاحظہ کثیر سے مشرف ہوا۔ پھر شیخ علی نے اس پر توجہ باطنی فرمائی۔ اور اس نے طریق چشتیہ سے

Marfat.com

بھی کافی فیض حاصل کیا۔ روح و قلب خوب مزکّیٰ و مصفّیٰ ہوا اور ذکر باری نے اس پر خوب غلبہ کیا اس کے بعد یہ تینوں حضراتِ مشائخ دارِ فنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اب یہ شخص نہایت سراسیمہ و پریشان ہوا۔ ہر وقت مغموم و حزیں رہتا اور گمشدہ کار کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آتی تھی۔ آخرکار اس نے حضرت شیخ رحمکار کے روضہ منبرکہ کی حاضری شروع کی اور اس دربار میں آنے جانے لگا۔ ایک دن وہ قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبر سورت سے ایک نور ظاہر ہوا اور اس شخص کے سینہ کے ساتھ آکر چمٹ گیا اور بزرگان مذکورین سے جسقدر احوال و مقامات حاصل کر چکا تھا ان سب کو واپس لے لیا اور اپنی توجہ فرمائی سے ایسے احوال و مقامات کا اضافہ فرمایا کہ وہ تمام پر غالب آئے اور اس شخص کو بانیل و مرام کر دیا۔ اس شخص کا دل غیر حق سے بالکل فارغ و خالی ہوگیا (مقاماتِ قطبیہ ص۱۶۶)

دوسرا واقعہ حضرت شیخ کا ایک مرید تھا۔ جو حضرت شیخ کے انتقال فرمانے کے بعد نہایت بے قرار و مضطرب ہوگیا اس نے ایک دانا اور فاضل شخص سے پوچھا اور ساری حقیقت کھول کر ظاہر کر دی کہ میرا پیر و مرشد شیخ المشائخ دارالبقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ ان کے بعد اگر میں کسی اور دوسرے بزرگوار کے طریقہ میں داخل ہو جاؤں تو کیا یہ بات ٹھیک ہوگی یا نہیں؟ اس فاضل نے جواب میں کہا کہ اگر آپ کے دل کو قرار و سکون نصیب نہیں تو جس بزرگ کے متعلق آپ کو یقین ہو جائے اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر دو اور اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس کے بعد دو باتوں میں سے ایک بات ہو جائے گی یا تو خود حضرت شیخ آپ کو وہاں پہنچا دیں گے اور حوالہ کر دیں گے اور ترقی پا کر اپنی مراد کو حاصل کرو گے۔ یا وہاں سے دور رہنے کا کوئی اشارہ فرمائیں گے۔ اس کے بعد یہ مرید دوسری جگہ کا ارادہ کر کے روانہ ہوا۔ اور دوسری جگہ جانے کا قصد کیا اور اس کے پاس آمد و رفت شروع کی۔ چند مرتبہ حضرت عبداللہ کوہاٹی صاحب المعروف بہ حاجی بہادر صاحب کے پاس آیا گیا مگر کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا

چند مرتبہ شیخ اللہ داد صاحب (عرف منڈروڑے صاحب) کے پاس گیا پھر بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور اسی اثنا میں آتے جاتے بہت مدت گزر گئی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ نے خواب میں اس پر ظہور فرمایا اور دو پہاڑ دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اس کے سامنے آئے اور فرمایا کہ اے فلاں کیا تو چاہتا ہے کہ عبداللہ کو اس پہاڑ کے نیچے دبا دوں اور اللہ داد کو اس دوسرے پہاڑ کے نیچے۔ مرید کہتا ہے کہ اس وقت مجھ میں جواب دینے کی قوت نہ رہی تھی۔ خود جواب دے کر فرمانے لگے اچھا میں ان کو چھوڑتا ہوں کہ علماء ہیں اور ان پہاڑوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ گئے اور میرے کان کو اپنے ہاتھ میں لے کر چیرا اور پھر اپنے ہاتھ سے جوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ جس طرف جانا چاہتے ہو چلے جاؤ میں نے تجھ کو نشان دار بنا دیا۔ اس کے بعد اس مرید کی محبت شیخ عبداللہ اور شیخ اللہ داد سے بالکل منقطع ہو گئی بلکہ اس کے حال میں بھی یک گونہ قلت واقع ہو گئی۔ (مقامات قطبیہ ص ۱۴۳)

بعد از وفات افادۂ باطنی اور ارشاد تربیت کے اس قسم کے واقعات و روایات بہت ہیں۔ مختصراً یہ دو واقعے مقامات قطبیہ سے نقل کئے گئے۔ اور ایک تیسرا واقعہ بھی مناسب حال سمجھتا ہوا کتاب تذکرہ مشائخ بگویہ سے نقل کرتا ہوں۔

مولانا غلام رسول صاحب ساکن قلعہ مہان سنگھ پنجاب میں ایک مشہور عالم دین اور جادو بیان واعظ اور بہت سی کتابوں کے مصنف گزرے ہیں ان کی سوانح عمری میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے۔ کہ بچپن میں انہیں تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ اسی شوق میں زیارت کاکا صاحب کے مقام پر حضرت کاکا صاحب رح کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ وہاں رہ کر انہوں نے کچھ استفادہ کرنا چاہا۔ اور علمی سلسلہ میں کشود کار کے لئے دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت کاکا صاحب نے ظہور فرما کر اس کو

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ اگر علم کی خواہش ہے تو مولوی صاحب بگہ والے[1] کے پاس جا کر پڑھو کامیاب ہو جاؤ گے۔ چنانچہ مولانا صاحب اپنی تصنیف مسمیٰ ہنواں میں لکھتے ہیں کہ میرے والد نے بھی اس خواب کی تصدیق کی اور مجھے لاہور میں تحصیل علم کی غرض سے بھیجا۔ (تذکرہ مشائخ بگویہ صہ۱۸)

کرامات و خوارق

قبل ازیں عرض کر چکا ہوں کہ اصل کرامت استقامت علی الشریعت ہے اس لئے کسی ولی کے تذکرہ و سوانح میں زیادہ تر ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ اخلاق و عادات، اعمال و کردار اور افادہ و ارشاد کے متعلق معلومات بہم پہنچائے جائیں اس لئے مقصد تو یہ نہ تھا کہ اس موضوع پر بھی کچھ لکھوں لیکن قارئین کرام میں سے بعض کے مذاق اور رنگ طبیعت کا لحاظ رکھ کر مناسب معلوم ہوا کہ حضرت شیخ المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز کے چند خوارق و کرامات کا بھی مختصراً ذکر کر دوں تاکہ یہ مختصر مجموعہ سوانح ہر پہلو سے مکمل رہے۔ حضرت شیخ کے مختلف فارسی، پشتو مناقب میں سینکڑوں کرامات کا ذکر ہے اور ان سب کو اگر بالتفصیل نقل کرنے لگ جائیں تو کتاب کی ضخامت کافی بڑھ جائے گی اس لئے اس تفصیل و استیعاب کو کسی دوسری فرصت کے لئے چھوڑ کر یہاں پر صرف معتمد ترین کتاب مقامات قطبیہ سے چند واقعات

---

[1] بگہ دریائے جہلم کے کنارے بھیرہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے مولوی صاحب بگہ والے سے مراد مولانا احمد الدین صاحب المتوفی ۱۲۸۶ھ ہیں جو ایک مشہور عالم استاذ الکل اور جامع مسجد بھیرہ کے بانی ہیں آپکا مزار جامع مسجد بھیرہ کے متصل واقع ہے۔ ۱۲

Marfat.com

نقل کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ حضرت شیخ رحمکار کے خلفاء میں سے شیخ دریا خاں جمکنی فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حج چلے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ چند روز بعد پھر حضرت شیخ کی خدمت میں جا کر عرض کیا اور حج چلے جانے کی اجازت مانگی اس دفعہ حضرت شیخ نے مجھے حج چلے جانے کا اذن فرمایا اور مجھے رخصت کر گئے اور ازراہ مہربانی تھوڑی دور تک خود بھی حضرت شیخ میرے ساتھ روانہ ہوئے اور رخصت کرتے وقت مجھے فرمایا کہ اے شیخ دریا "ایں دیدن بمثل دیدن یوم قیامت مے نماید" یہ دیکھنا پھر روزِ قیامت کے دیکھنے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ میں رخصت ہو کر حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ اور میں جب ادائے مناسک کے بعد سفر حج سے واپس ہوا تو راستہ ہی میں قندھار کے علاقہ میں پہنچ کر شیخ کے وفات کی خبر پہنچی۔ بہت غم و اندوہ لاحق ہوا۔ اسی وقت حضرت شیخ کا وہ آخری ارشاد یاد آیا جو دفتِ وداع فرما گئے تھے کہ "ایں دیدن بمثل دیدن قیامت مے نماید"۔

دوسرا واقعہ ایک شخص حضرت شیخ کی زیارت کے ارادے سے آیا اور مسجد میں رات گزارنے کے خیال سے بیٹھا رہا۔ اور وہاں ہی سو گیا۔ کچھ حصہ رات گزر گیا تھا کہ ناگاہ حضرت شیخ مسجد میں تشریف لائے اور اس شخص کو خواب سے بیدار کیا اور فرمایا کہ جلدی اپنے گھر پہنچو۔ حسب الحکم وہ شخص راتوں رات اپنے گھر روانہ ہوا جب اپنی جگہ پہنچا تو بادل اُمڈ آئے اور نہایت زبردست بارش ہو گئی اس شخص کے مال مویشی ایک کھلے میدان میں تھے جلد جا کر اس کو وہاں سے نکال کر لایا اور محفوظ مقام پر پہنچا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ایک زبردست اور تباہ کن سیلاب آیا اگر یہ شخص وہاں جا کر انتظام نہ کرتا تو یقینی خطرہ تھا کہ اس کے تمام چارپائے اور مال ہو جاتی

Marfat.com

اس سیلاب میں غرق ہو کر تباہ و ہلاک ہوتے۔ اس شخص کو حضرت کے ارشاد اور گھر چلے جانے کی فرمائش کی حکمت اب جا کر معلوم ہو گئی۔ اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ میرے فائدہ کے لئے کیا گیا تھا۔

تیسرا واقعہ حضرت شیخ کے مریدوں میں سے ایک مرید حج جانے کا قصد رکھتا تھا اس نے حضرت شیخ سے آکر اذن طلب کیا مگر آپ نے اس وقت اجازت نہ دی۔ کچھ دن بعد آکر پھر اذن کا طالب ہوا اس دفعہ آپ نے جانے کی اجازت دی اور رخصت کرتے فرمایا کہ اگر کہیں تجھ کو کوئی تکلیف و مصیبت در پیش ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا میرے نام کو وسیلہ بنا کر کیا کرو۔ وہ مرید قندھار و اصفہان کے راستہ سے روانہ ہوا بہت سے دوسرے حاجی بھی ساتھ تھے راستہ میں جاتے ہوئے رافضیوں کے ملک سے ان کا گزر ہوا انہوں نے حاجیوں کے اس سارے قافلے کو پکڑ لیا۔ اور کہنے لگے کہ حضرات شیخین یعنی سیدنا ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہو۔ مگر ان حاجیوں نے اس قول خبیث سے انکار کیا اور کسی طرح بھی سبِ شیخین کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ آخر کار ان شریر رافضیوں نے نائی بلا کر اس کو حکم دیا کہ ان سب کی داڑھیاں منڈھا ڈالے۔ نائی نے پکڑ کر ایک کی داڑھی تو بزور منڈھا ڈالی اور دوسرے کی ریش تراشی کا ارادہ کر رہا تھا اور یہ دوسرا وہی مرید تھا جس کو حضرت شیخ نے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ مصیبت کے وقت مجھ کو یاد رکھو۔ اس مرید کو بھی پکڑ کر داڑھی منڈھانے والے تھے یہ بہت کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح ان سے چھٹکارا پائے اور اس ریش تراشی سے کسی طرح بچ جائیں مگر وہ کمبخت کسی طرح چھوڑنے والے نہ تھے اسی کشمکش میں ناگاہ اس کو حضرت شیخ کی بات یاد آگئی اور فریاد کرکے کہنے لگا کہ الٰہی مجھ کو تو چھوڑتے نہیں اور خواہ مخواہ ہی داڑھی منڈھاتے ہیں جبھی اس نے حضرت شیخ کے توسل سے جناب باری میں فریاد کی۔ اسی وقت ہی خدا کے فضل و کرم سے خود

ان روافض کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور باہم دو گروہ ہو کر مخالف ہو گئے اور اس باہمی کشمکش میں حاجیوں کو نجات پا کر وہاں سے چلنے کا موقع مل گیا۔ اور سب حاجی بچ کر وہاں سے نکل آئے۔ دوسری دفعہ اس شخص کو روافض نے اکیلا پکڑ کر کے سب شیخین پر مجبور کیا وہ کم بخت جبر و اکراہ سے سب کرانا چاہتے تھے مگر وہ انکار کرتا رہا۔ اسی وقت بھی قریب تھا کہ وہ داڑھی منڈھانے پر قادر ہو جاتے کہ اس نے پھر حضرت شیخ کے طفیل جناب باری میں آہ و زاری کی۔ اس دفعہ ایک بڈھے مرد اور بڑھیا عورت نے آ کر اس کو رہائی دے دی کیونکہ اس دفعہ شہر کے اندر پکڑا گیا تھا۔

جب وہ شخص مکہ معظمہ پہنچ گیا وہاں ایک بزرگ نے اس کو بیعت کر کے اپنے سلسلہ میں داخل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک جگہ بیعت کی ہے اور مقصد کو پا لیا ہے میں اپنا حکم اب اپنے اختیار میں نہیں رکھتا تھا ان اختیار اب میرے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ اس بزرگ نے ہر چند کوشش کی مگر کارگر نہ ہوئی۔ آخر الامر اس نے فرمایا کہ در محبت کس مقدار کی حاصل کر گئے ہو۔ اس مرید نے کہا کہ سر و مال تو قربان کر چکا ہوں اگر میری کھال نکالی جا سکے تو مجھے اس میں بھی کچھ دریغ نہیں۔ اس کے بعد اس بزرگ نے فرمایا کہ عارفوں کی یہی علامت ہے۔ اس کے بعد شام کے ملک میں ایک دوسرے بزرگ نے اس مرید کو تلقین ذکر کی دلالت کی۔ اس کو بھی وہی جواب دیا۔ اور خدمت قبول نہیں کی۔ جب وہ مرید سفر حج سے واپس ہو کر وطن آیا اور حضرت شیخ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ کے اس بزرگوار اور شام کے اس بزرگوار نے آپ سے جو کلام کیا۔ انہوں نے ازلی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کو سنکر مرید کو یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ کو ان سارے واقعات کا علم دے دیا گیا ہے۔ عرض کرنے لگا کہ حضرت بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے جو کچھ اس سفر میں

Marfat.com

مجھ پر گزر گیا وہ آپ کو معلوم کرا دیا گیا ہے۔

چوتھا واقعہ ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ اپنے جد بزرگوار حضرت شیخ مست بابا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پہ فاتحہ خوانی اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے جب واپس ہو رہے تھے تو وہاں کے قریبی گاؤں کے لوگ قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک شخص نے ایک گائے شکرانہ میں پیش کر دی۔ اور گھر کی طرف رخصت ہوا۔ کچھ دور گیا ہو گا کہ اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اپنے گاؤں میں تو مساکین اور محتاج لوگ موجود تھے اگر ان میں سے کسی کو دیتا تو وہ اچھا ہوتا۔ اس شخص کے دل میں یہ سوچنے کے ساتھ ہی حضرت نے اس کے پیچھے ایک شخص بھیجکر طلب کیا جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ کل اپنے گاؤں کے محتاجوں، مسکینوں اور اس گائے کو ساتھ لے کر آؤ تاکہ یہ ان پہ اور دوسرے محتاجوں پر صرف کی جائے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کی خیرات میرے ہاتھ پر صرف ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے ہاتھ سے خود خرچ کرو۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا کہ جس طرح آپ نے حکم فرمایا تھا۔

پانچواں واقعہ شہر دہلی میں رہنے والا ایک شخص آپ کا بہت معتقد تھا۔ وہ ایک دنیادار آدمی تھا جس کا تنازعہ ہمیشہ بڑے بڑے مالدار اور صاحب حیثیت لوگوں سے رہا کرتا تھا اور مخالفت رہتی۔ مخالفین نے بھی اس کو خوب تنگ کر دیا۔ اور آخرکار اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ سب دشمنوں نے آکر اہل و عیال سمیت اس کو گھر میں محصور کر لیا۔ اس سلسلہ میں کچھ زخمی بھی ہوا۔ اور اس نے بھی دشمنوں پر کچھ وار کئے۔ کچھ حصۂ شب گزر جانے کے بعد حضرت شیخ المشائخ اس کے پاس متمثل ہو کر حاضر ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایک گٹھڑی میں کچھ سامان باندھ کر

Marfat.com

اہل وعیال کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ اور باقی مال کو یہیں رہنے دو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اے حضرت شیخ تمام دشمنوں نے گرداگرد محاصرہ کر رکھا ہے نکلنے کا راستہ کہاں سے ہوگا۔ آپ نے پھر دوبارہ فرمایا کہ بھائی باہر نکل جاؤ۔ اور اہل وعیال کو بھی ساتھ نکال لے جاؤ۔ اس شخص نے بھی فرمانے پر عمل کیا۔ مال وغیرہ سب چھوڑ کر ایک گٹھڑی اٹھالی اور اہل وعیال کو ساتھ لے کر نکلنے لگا۔ (وہ شخص کہتا ہے) کہ حضرت شیخ المشائخ میرے آگے آگے جا رہے تھے اور میں پیچھے پیچھے چلا رہا تھا۔ حیران تھا کہ دروازہ تو باہر سے مقفل ہے ہم باہر کیس طرح نکل سکیں گے۔ ناگاہ میں نے آواز سنی کہ قفل خود بخود گر گیا اور جب ہم دروازہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بالکل کھلا ہوا ہے۔ ہم باہر نکلے اور پھر جب دیکھا تو حضرت شیخ غائب ہیں ہم حیران و سرگرداں رہ گئے۔ کہ اب کیا کریں۔ جب نظر ڈالی تو جنگل نظر آیا۔ وہاں ہم نے کچھ آرام کیا۔ لیکن بہت سہمے ہوئے تھے۔ کہ دشمن یہاں ہمیں پاکر قتل کر ڈالیں گے۔ جب صبح صادق کا طلوع ہوا اور کچھ روشنی پھیلی اور میں نے سوچ سمجھ کر نظر ڈالی تو سمجھ گیا کہ یہ تو قصور کے شہر کے گرد و نواح کا جنگل ہے۔ قصور میں میرا ایک دوست تھا میں نے اہل وعیال کو تسلی دی کہ بے فکر ہو جاؤ کہ ہم تو قصور پہنچ گئے ہیں۔ یہاں پر میرا ایک اچھا دوست ہے وہ ہماری خبرگیری کر کے آرام پہنچائے گا۔ اس کے بعد اس دوست کے ہاں گئے۔ چند دن وہاں خوب آرام کیا۔ میرے زخم مندمل ہو کر اچھے ہو گئے اور میں صحت یاب ہو گیا۔ اور اس دوست کی امداد سے مال و متاع بھی دشمنوں کے ہاتھ سے واپس مل گیا۔ اور اس طرح شیخ کی برکت سے نجات پائی۔

چھٹا واقعہ

ایک امیر تھا جس کا دادا حضرت شیخ کا صادق الاعتقاد مرید اور نہایت مخلص تھا ایک دفعہ موضع کامرو میں اس امیر کو ایک سخت دشواری پیش آگئی۔ کہ کسی طرح بھی اس مصیبت سے نجات پانے کی صورت نظر نہ آتی

Marfat.com

تھی۔ مگر حضرت شیخ کی توجہ اور برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس امیر کے لئے رہائی کی صورت پیدا کی اور وہ شخص اور اس کے سارے اہلِ لشکر نجات پاکر مطمئن ہو گئے جب وہ امیر حضرت شیخ کی زیارت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آپ کو مقام کا مرو میں سخت مصیبت پیش آگئی تھی اور آپ سخت مشکل میں پھنسے تھے۔ میں نے حق تعالیٰ جل وعلا کے دربار میں آپ کے لئے دعا کی درخواست کر دی اور آپ کامیاب ہو گئے۔ اس امیر نے کہا کہ ہاں حضرت! میں نے بھی یہی سمجھا تھا کہ میری نجات آپ ہی کی توجہ اور عنایات کی برکت سے ہے۔

ساتواں واقعہ آپ کے ایک مرید کا بیٹا ہندوستان گیا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کر کے اجازت چاہی کہ اپنے بیٹے کی تلاش میں ہندوستان چلتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی چند دن ٹھہر جانا جلدی نہ کرو۔ وہ شخص حضرت شیخ کے فرمانے کے مطابق دس بارہ دن حضرت شیخ کے ہاں رہا۔ اور گیا نہیں۔ اور انہی ایام میں اس کا وہ لڑکا خود بخود ہندوستان سے واپس ہو کر یہاں دربار میں حاضر ہوا اور اپنے والد سے بھی ملاقات کی۔ پھر آپ نے باپ بیٹے دونوں کو اپنے گھر کی طرف رخصت کیا۔ اور آپ کے نہ جانے کے مشورہ کا بہترین نتیجہ دیکھ کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور آپ کے متعلق اس کا اعتقاد و یقین اور بھی بڑھ گیا۔

آٹھواں واقعہ آپ کا ایک مرید ننگر قوم یوسف زئی کا علاقہ سوات میں رہنے والا تھا اور بہت عرصہ تک آپ کی خدمت میں اس نے باقاعدہ آمد و رفت جاری رکھی۔ جب حضرت شیخ کی رحلت کا وقت قریب تھا تو ان آخری ایام میں جب وہ حاضر ہوا تو اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے آیا۔ اس نے بھی حضرت شیخ المشائخ کی خدمت میں حاضر ہونے اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔

Marfat.com

چند دن تک دونوں مرشدِ اعظم کی خدمت میں حاضر رہے جب رخصت ہونے کا وقت آیا آپ نے دونوں کو حضرت شیخ جعفر ساکن اٹک کے پاس بھیجا کہ جا کر وہاں ان کی خدمت میں رہ کر مدارج سلوک طے کرنے میں مشغول رہو۔ اس کے بعد حضرت شیخ المشائخ دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے اور وہ مرید بدستور شیخ جعفر کے پاس رہتا تھا۔

حضرت شیخ عبدالحلیم قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اتفاقاً اٹک میں شیخ جعفر کے ساتھ میری ملاقات ہو گئی۔ وہ مرید نظر بھی ان کے پاس وہیں تھا۔ میں نے اس سے بات چیت کی۔ دورانِ گفتگو میں اس نے کہا کہ میں اپنے مرشد شیخ المشائخ کے اذن سے یہاں آ کر رہا ہوں اور حضرت طبیب حاذق تھے اگر میں یہاں مشغول نہ ہوتا تو ضرور حضرت شیخ کے فراق کے صدمہ سے مر جاتا۔ اور اسی گفتگو کے دوران میں شیخ جعفر کے سامنے حضرت شیخ کی یہ کرامت بھی بیان کی، کہ جس دفعہ میں بیوی بھی ساتھ لے کر حاضرِ خدمت ہوا تھا تو آپ نے جب ہم کو اپنے دربار سے رخصت فرمایا اور ہم روانہ ہو گئے۔ میرہ کے میدان میں عظیم الشان بارش برسنے لگی اور بلاڑ اور اوکالہ کی ندیوں کا پانی بہت سخت طغیانی کے ساتھ چڑھ آیا اور تمام راستے بند ہو گئے رات کا وقت تھا سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بارش بھی زور سے برس رہی تھی باہر جنگل میں ہم گھر گئے اور راستے بھی پانی کی وجہ سے مسدود تھے۔ ہم نہایت حیران و پریشان ہو گئے۔ اس پریشانی کے اثنا میں متمثل ہو کر حضرت شیخ نے ہم پر ظہور فرمایا اور فرمانے لگے کہ یہ میری بیٹی کی طرح ہے۔ مجھ کو ایک بازو سے اور اس کو دوسرے بازو سے پکڑ کر ندی کے پار لے جا کر وہاں دونوں کو بٹھا دیا۔ اور ایک مصلیٰ ہمارے سر پر رکھا کہ بس اب بارش نہ ہو گی۔ ہم کو وہیں سے رخصت فرمایا اور خود غائب ہو گئے۔

حضرت شیخ نے شیخ جعفر کے پاس جانے کی اجازت بھی اس کی دلجوئی کے لئے

Marfat.com

دے دی تھی۔ کیونکہ وہ شخص دل میں شیخ جعفر کی طرف کچھ میلان رکھتا تھا۔ (حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں) شیخ المشائخ کی اس کرامت کا یہ واقعہ جب حضرت شیخ جعفر نے سنا تو فرمایا "کہ شیخ بسیار مرتاض وقت بودہ اند" ہاں واقعی حضرت شیخ اپنے زمانہ کے بہت ریاضت کرنے والے گزرے ہیں۔

نواں واقعہ

اس زمانہ میں افغانوں کے درمیان قومی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں ایک دفعہ یوسف زئی کے لشکر نے خٹک قوم پر خروج کشی کی اور دریا کے کنارے کے دیہات پر حملہ کیا۔ خٹک قوم نے بھی مقابلہ تو کیا لیکن قضائے الٰہی سے ان کو شکست ہوگئی اور یوسف زئی کے لشکر کے فاتحین نے کنارۂ دریا کی بستیوں کو خوب برباد کیا اور لوٹا۔ اس دن خٹک قوم کے شکست خوردہ لشکر میں سے ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا اور جا کر لکڑیوں کے ایک انبار میں چھپ گیا وہاں لکڑیاں زیادہ نہیں تھیں اگر وہ لوگ کچھ بھی توجہ کرتے تو اس کو دیکھ پاتے لیکن وہ بیچارہ اللہ پر توکل کرکے وہاں جا کر مخفی بیٹھ گیا۔ لشکر یوسف زئی کے توپچیوں اور برق اندازوں نے وہاں آکر ڈیرا جمایا اور دریا کے دوسرے کنارہ پر انہوں نے گولہ باری شروع کی اور قوم خٹک کے لشکر نے دوسرے کنارے پر بندوقیں رکھ کر جنگ شروع کی۔ اور وہ شخص بیچارہ سہما ہوا اسی جگہ اپنے دشمن یوسف زئی کے لشکر کے پہلو ہی میں لیٹا ہوا بید کی طرح لرز رہا تھا۔ کہ مبادا کہیں ان کی نظر اس پر پڑ جائے تو پکڑ کر فوراً قتل کر ڈالیں گے اسی خوف، وہراس اور دہشت کی حالت میں اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے آج مجھے ان دشمنوں سے صحیح سلامت رکھا تو اپنا تمام مال اور گھر کے جانور حضرت شیخ المشائخ کے لنگر میں جا کر پیش کروں گا اس کے نذر ماننے ہی اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا اور وہ برق انداز وہاں سے ہٹ گئے۔ اور جگہ بالکل خالی ہوگئی۔ اس شخص نے جب اس واطمینان کا سانس لیا تو اپنے نذرانہ سے نادم و پشیمان ہوا اور وعدہ خلافی کرنے کی ٹھان لی۔

بس تھوڑی ہی دیر گزرنے کے بعد وہ لشکری وہاں پھر پہنچے اور پہلے سے بھی خوف و ہراس بڑھ گیا۔ اور انتہائی سختی اور مصیبت نمودار ہونے لگی۔ اس شخص نے پھر گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں کہ میں توبہ کرتا ہوں کہ حضرت شیخ المشائخ کی توجہ فرمائی مجھ پر پھر ہو جائے۔ میں پھر کبھی یہ ارادۂ بد نہ کروں گا۔ اور تمام مال حضرت شیخ کے لنگر میں جا کر دوں گا۔ غرض انتہائی ندامت کے بعد جب اس نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ سختی پھر دور کر دی اور دشمنوں سے نجات پا کر صحیح و سالم بچ گیا۔ جب اپنے گھر آیا تو تمام مال اور جانوروں وغیرہ کو لے کر حضرت شیخ کی خدمت میں آ حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے تمہارا یہ مال سب کا سب پھر تم کو دوبارہ بخش دیا واپس ہی لے جاؤ۔ "لیکن ندامت و پشیمانی از مرداں کار خوب نیست و آنہارا نہ زیبد" (لیکن ایسے کام پر پھر پشیمان ہو جانا مردوں کے لئے اچھا کام نہیں اور ان کو ایسا کرنا زیب نہیں دیتا) تمام حاضرینِ مجلس نے یہ جملہ سنا تو سمجھ گئے کہ ضرور کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے جس سے حضرت شیخ کو واقفیت حاصل ہو گئی ہے اور اس شخص نے بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے عذر خواہی کی۔

دسواں واقعہ حضرت شیخ کے زمانہ میں ایک دفعہ خٹک کے علاقے میں اور دوسرے علاقوں میں بھی سخت قحط سالی شروع ہو گئی۔ چنانچہ اکثر لوگ گھاس چارے کے لئے اپنے مال مویشی کو بہت دور دور تک لے گئے۔ اور اسی طرح تکالیف میں مارے مارے پھرتے تھے۔ جب کچھ مدت گزر گئی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ خٹک لوگ جو بے وطن ہو کر ادھر ادھر چلے گئے ہیں چاہیئے کہ وہ سب واپس وطن چلے جائیں لوگ بھی اس کے منتظر تھے کہ حضرت شیخ کا اس بارے میں فرمان کب ہونے والا ہے۔ جب آپ کے اس قول کی اطلاع لوگوں کو ہو گئی تو تمام منتشر لوگ جہاں کہیں تھے وطن واپس ہونے لگے۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ عظیم الشان بارشیں

Marfat.com

شروع ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو رفع فرمایا۔

گیارھواں واقعہ

اس وقت کمال خاں کا زمانہ تھا مغلوں اور افغانوں کے درمیان سخت فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ تمام افغانی قبائل متحد ہو کر مغلوں سے برسر پیکار تھے۔ صرف شہباز خاں خٹک مغلوں کا طرفدار تھا۔ آخر کار افغانی قبائل مغلوں پر غالب آئے اور مغل پشاور کے قلعہ میں محصور ہو گئے شاہباز خاں کو بھی اپنی فکر پڑ گئی۔ اور افغانی قبائل کے ڈر سے اس نے پار ہو کر اٹک جانے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے اہل و عیال اور توابع کو لے کر روانہ ہوا۔ جب خیر آباد پہنچا تو پیچھے سے حضرت شیخ المشائخ نے اپنا بھائی شیخ حیات خاں بھیجدیا اور فرمایا کہ جا کر شہباز خاں کو کہدو کہ تین دن خیر آباد میں رہے۔ اور انتظار کرے کہ پردۂ غیب سے کیا کچھ ظاہر ہونے والا ہے پھر اس کے بعد تجھ کو اذن دیا جائے گا۔ اور جو کچھ ہوگا اس کی حقیقت سے مطلع کردوں گا۔ شہباز خاں حضرت شیخ کے خاص معتقدوں میں سے تھا اگرچہ ظاہری حالات کی بنا پر یہ مصلحت نہ تھی کہ وہاں ٹھہر جائے لیکن اس نے اپنے شیخ کے حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور تین دن تک خیر آباد میں منتظر رہا۔ تیسرے دن خبر پہنچی کہ پشاور میں افغانی قبائل شکست یاب ہوئے اور مغلوں نے غلبہ پالیا۔ اس خبر کے بعد مطمئن ہو کر شہباز خاں نے اپنے ہم نشینوں کو کہا۔ کہ در کلام حضرت شیخ حکمتہا دیدید۔ (آپ لوگوں نے حضرت شیخ کے کلام میں حکمتیں دیکھیں)

شاید کہ حضرت شیخ کے حکم پہنچنے سے پہلے شہباز خاں نے کچھ اسباب پار کرا کر اٹک پہنچا بھی دیا تھا اس واقعہ کے بعد شہباز خاں نہایت سرخروئی اور آبروئی کے ساتھ سرائے اکوڑہ واپس آگیا اور مغلوں کے ہاں اس کا اعتبار و اعتماد اور بھی محکم ہو گیا۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

Marfat.com

بارھواں واقعہ مغل حکومت کی طرف سے پشاور کا جو صوبہ دار (گورنر) تھا وہ کسی بات پر شہباز خاں سے ناراض تھا۔ اس لئے اس نے علاقہ خٹک کی ریاست و حکومت شہباز خاں سے چھین کر اپنے بیٹے کو بلا کر اسکے حوالہ کردی اور وہ اس علاقہ کا حاکم ہوا۔ اس سلسلہ میں اپنے معاملہ کی خبرگیری کے لئے شہباز خاں تو بادشاہ وقت شاہجہان کے پاس دہلی گیا ہوا تھا۔ اور اس کے لباس کی طرفداری اور حمایت میں قوم خٹک کے عام لوگوں نے ملکر اس حاکم کو قتل کیا۔ اس پر وہ صوبہ دار (گورنر صوبہ) سخت غضبناک ہوا۔ اور اس نے دامن کوہ کے تمام دیہات کو تباہ و برباد کرنے اور انتقام لینے کے لئے لشکر مرتب کیا۔ اور لوگوں کو اپنی تباہی کا سخت خطرہ لاحق ہوا۔ تمام لوگ مل کر حضرت شیخ المشائخؒ کے دربار میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ اے حضرت شیخ! ہم لوگ تو آپکے زیر سایہ ہیں اور آج ہم پر ایک سخت مصیبت نازل ہو گئی ہے کوئی ایسی صورت ارشاد فرمایئے اور دعا کیجئے جس سے ہماری مشکل حل ہو جائے اور اللہ تعالے ہم کو ساحل مراد پر بخیر و سلامت پہنچا دے کیونکہ ایک طرف تو مغل حکومت ہے اور دوسری طرف خود قوم خٹک کے کچھ لوگ بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ہم کو تو اپنی نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اسی روز مغلوں کا لشکر موضع ہزار خانی میں مجتمع ہو کر ان کے مقابلے کے لئے باہر نکل آیا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جاکر آج رات ہر شخص حسب توفیق خیرات کرے جو بھیڑ ذبح کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ بھیڑ ذبح کرے جو کھانا کھلانے کی وسعت رکھتا ہے وہ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ حتٰی کہ جو شخص صرف ایک خالی روٹی دینے کی توفیق رکھتا ہے وہ صرف ایک ہی روٹی پکا کر صدقہ کرے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ خیریت فرمائیں گے۔ اور تم لوگوں کو نجات حاصل ہوگی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے آپکے حکم کی تعمیل کی۔ اور ہر گھر والے نے حسب توفیق صدقہ دیا۔ اب اللہ تعالےٰ کی قدرت دیکھئے

Marfat.com

ان دنوں میں اس صوبہ دار نے اپنا کوئی عزیز آفریدیوں کے پاس بھیجا تھا۔ وہاں سے خبر پہنچی کہ جلدی پہنچ جاؤ ورنہ یہاں پر ہم چلنے ہیں سب قتل کئے جائیں گے اس خبر کے بعد صوبہ دار نے لشکر ہزار خانی سے آفریدیوں کی طرف روانہ کیا۔ اور خٹک پر حملہ چھوڑ دیا۔ اور شہباز خان آکر اپنی سابقہ جگہ پر پھر حاکم و متصرف ہوگیا اور اس طرح حضرت شیخ کی برکت سے خٹک قوم مغلوں کے تاراج سے بچ گئی۔

تیسرا واقعہ اس زمانے کا واقعہ ہے جبکہ شمشیر خان نوشہرہ کا تھانہ دار تھا افغانی قبائل سے مغل حاکموں کی لڑائیاں رہا کرتی تھیں۔ شمشیر خان بھی یوسف زئی قبائل کے تاخت و تاراج کرنے کے لئے موقع ڈھونڈتا تھا۔ اتفاقاً ایک دفعہ اس کو موقع مل گیا اور اس نے یوسف زئی کے بہت سے دیہات کو لوٹ کر بہت سامال قبضہ میں کیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو بھی قید کرلیا۔ عام قیدی تو اپنے پاس نوشہرہ میں قید کر لئے لیکن ان کے بڑے بڑے سردار جو کم و بیش پچاس تھے صوبہ دار کے پاس پشاور بھیج دیئے۔ ان قیدیوں کے عزیز و اقارب اپنے ملجا و ماویٰ حضرت شیخ رحمکار کے دربار میں حاضر ہو کر فریاد کرنے لگے اور عرض کیا کہ حضرت ان کے چھڑانے کی کوئی صورت فرمایئے۔ رحمکار کا نام ہی تھا رحمکاری۔ اس لئے حضرت شیخ ان قیدیوں کی رہائی کے لئے نوشہرہ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ عبدالحلیم نقل فرماتے ہیں کہ شمشیر خان نے خود مجھ کو حضرت شیخ کے آنے جانے وغیرہ کا سارا قصہ یوں بیان کیا ہے۔ کہ جب دریا کی دوسری طرف میں نے فقرا کی جمعیت دیکھی تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ مجھے بتلایا گیا کہ ان پہاڑوں میں ایک فقیر شیخ رحمکار رہتا ہے یہ وہ آئے ہیں اور یہ باقی اس کے ساتھی ہیں شمشیر خان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی آپ کو نہیں دیکھا تھا آپ کشتی میں بیٹھکر دریا سے پار آکر میرے ڈیرہ پر تشریف لے آئے ہیں بھی حضرت شیخ کے استقبال کے لئے چلا گیا اور جس قدر ہو سکا آپ کے ساتھ پورے ادب

واحترام کے ساتھ پیش آیا۔ جب آپ تشریف فرما ہو کر بیٹھ گئے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ کہ یہ تمام قیدی آپ مجھ کو دے کر بخشو گے۔ شمشیر خاں کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کے سامنے مجھے دم مارنے کی طاقت نہ رہی اور میں نے ان قیدیوں کی رہائی کا اختیار آپ کے حوالہ کر دیا میرے اس کام سے شیخ بہت خوش و خرم ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ صوبہ دار سے بھی وہ چالیس آدمی چھڑا لے آؤ۔ میں نے عرض کیا حضرت وہ تو اب میرے اختیار سے نکل چکے ہیں وہ میرے حکم سے باہر ہیں جو کچھ میرے ہاتھ میں تھا وہ تو بلا چون وچرا خدمت میں پیش کر کے حوالہ کر دیا۔ البتہ اب ان کی رہائی کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت تھوڑی دیر بیٹھ گئے۔ تھوڑا سا پانی پی لیا اور کھانا نہیں کھایا اور اٹھ کر روانہ ہو گئے اور اس کے بعد ان چالیس قیدیوں کی رہائی کے لئے پشاور کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شیخ عثمان کے گھر جو اس وقت ارباب تھا جا کر ٹھہرے اور رات وہاں گزاری اور شیخ عثمان کو فرمایا کہ جا کر یوسف زئی کے ان قیدیوں کو صوبیدار سے رہا کرا کر میرے حوالہ کر دو۔ لیکن شیخ عثمان نے جواب میں کاہلانہ جتنیں اور بے ہمتی کی باتیں پیش کر کے سستی دکھائی۔ وہاں سے حضرت شیخ گھر لوٹ آئے اور چند روز بعد پھر شیخ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور دو راتیں وہاں گزاریں اور جیسا کہ چاہیئے تھا شیخ عثمان نے ویسا ادب نہیں کیا اور اس بارے میں سستی کی۔ حضرت شیخ پھر اپنے گھر واپس ہوئے لیکن اللہ تعالے نے خود بخود ایک ایسا سبب بنا دیا کہ وہ قیدی خود بخود تمام کے تمام رہا ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں کہ میں نے ان قیدیوں کی رہائی کا واقعہ بھی خود شمشیر خاں سے یہ سنا ہے کہ جس وقت حضرت شیخ قیدیوں کی رہائی کے لئے پشاور تشریف لے گئے تھے تو کسی نے صوبہ دار کو اس بات کی اطلاع کی کہ ایک بزرگ اور ولی اللہ قیدیوں کی رہائی کی طلب کی نیت سے یہاں آیا ہوا ہے۔ آپ کا جو حکم ہو فرمایئے

Marfat.com

کہ اس پر عمل کیا جائے۔ صوبیدار سخت غصہ ہوا اور کہا کہ چلو افغانوں کے ایسے بہت سے پیر ہوتے ہیں میں کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اگر کوئی شخص چالیس ہزار روپیہ لاکر دے تو رہائی ہوگی۔ ورنہ کبھی نہیں ہوسکتی۔ اتفاقاً خود اس صوبہ دار نے ایک لشکر مرتب کر لیا اور یوسف زئی کے قبائل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب صوبہ دار یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ گیا۔ بڑے زور کی بارش ہوئی۔ اور خائب و خاسر ناکام ہو کر واپس لوٹنے پر مجبور ہوا۔ اور نہایت عاجز ہو کر صلح کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اور بطور صلح ان تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔ اور ساتھ ہی مال کثیر بھی دینا پڑا تب جا کر اس کو خلاصی ہو سکی اور پشاور واپس جا سکا۔

حضرت شیخ عبدالحلیم اس تمام واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں تین نکات پر غور کرنا چاہئے۔ اول تو یہ کہ آپ کی دعا اور توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شمشیر خاں کو یوسف زئی کے تمام ذمہ داریوں اور مقابلوں سے رہائی دی اور ساتھ ہی اس کے تمام مطالب دنیوی بھی حاصل ہو گئے۔ چنانچہ اول اس کا اصل نام حیات خاں تھا لیکن آپ کی توجہ فرمائی سے اس کو شمشیر خاں کا خطاب مل گیا اور اس کا منصب بھی بڑھ گیا۔

دوسرا نکتہ یہ کہ آپ کے قدم مبارک کے طفیل اللہ تعالےٰ نے ان قیدیوں کو بے زر و بے منت رہائی دی بلکہ ان کو خلعت بھی دے دی گئی۔

تیسرا یہ کہ شیخ عثمان نے آپ کے اس کام میں کاہلی اور سستی برتی اور بے ادبی و بے توجہی سے پیش آیا جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو گئے۔ تو وہ تباہ و برباد ہوا۔ گھر اجڑ گیا اولاد دربدر ہو گئی۔ چنانچہ بعض ان میں سے گداگری کر رہے ہیں جب شیخ عثمان سے آپ نے قیدیوں کے رہا کرانے کے بارے میں بار بار کہا۔ تو اس نے بطور بے ادبی اور تمسخر کہا کہ اے شیخ یہ کام کرامت کے بغیر نہیں ہوتا

کوئی کرامت ظاہر کرو تب کام چلے گا۔ حضرت شیخ المشائخ نے جواب میں فرمایا کہ من برائے نفع آمدہ ام نہ برائے نقصان صـ۱۶۵ (کہ میں لوگوں کے نفع کے لئے دنیا میں آیا ہوں نقصان کرنے کے لئے نہیں آیا۔

اس واقعہ کو لکھنے کے بعد شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں

پس بتحقیق بے اذن حق تعالے حضرت ایشاں را میل وطمع در اظہار کرامت نبود وآں را مکروہ می دانست صـ۱۶۵ (اللہ تعالےٰ کے اذن کے بغیر کسی کرامت کے اظہار کی خواہش اور اس کا شوق آپ کو ہرگز نہ تھا۔ بلکہ اس کو پسند بھی نہ کرتے تھے۔

چودھواں واقعہ حضرت شیخ رحمکار کا طریقہ یہی تھا۔ کہ سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو کھانے کے لئے بطور تبرک نمک دیا کرتے تھے اللہ تبارک وتعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اس مارگزیدہ کو شفا بخش دیتے اور اس سانپ کے زہر کا اثر بالکل جاتا رہتا۔ اور یہ حضرت شیخ رحمکار کا ایک مجرب معمول تھا۔ اور شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں وتاحال بعد از رحلت او ہنوز ایں جاری است صـ۱۶۵ (یعنی آپ کی وفات کے بعد بھی اب یہ طریقۂ علاج تبرکاً جاری ہے۔ بطور تتمہ دو اور کرامات بھی مقامات قطبیہ کے ضمیمہ سے نقل کرتا ہوں۔ جو انہوں نے حضرت شیخ کے تذکرہ مصنفہ شمس الدین صاحب کی روایت سے بیان کی ہیں۔

پندرھواں واقعہ ایک شخص سخت بیمار ہوا اور اطباء اس کے علاج سے لاچار ہو کر جواب دینے لگے۔ کہ بظاہر اس کے بچنے کی امید نہیں۔ اور کہا کہ گوشت اور دہی یکجا کھانے سے البتہ سخت پرہیز رکھے اس مرض کے لئے یہ بہت سخت مضر اور سم قاتل ہے۔ اس کے وارث ہر طرف سے ناامید ہو کر اس مریض کو حضرت شیخ رحمکار کی خدمت میں حاضر کر لائے۔ حضرت

Marfat.com

شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ جا کر اس کو گوشت اور دہی ملا کر کھلاؤ۔ مریض اور وارث اس کام کے کرنے سے رک گئے کہ طبیبوں نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی ہے اور سخت ڈرا کر منع کیا ہے۔ مگر حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں تو میرے حکم کی تعمیل لازمی ہے۔ خیر لاچاراً اس مریض نے ان دونوں چیزوں کو ملا کر کھایا۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اس کے پیٹ میں درد شروع ہوا۔ اور اس کو قے آئی اور دیکھا کہ اس قے میں ایک سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا گر گیا اور اس کے بعد اس کو شفاء کلی حاصل ہو گئی۔

حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں

ہر رنجورے کہ بہ حضرت ایشاں آوردے حق سبحانہ وتعالیٰ اکثر را شفا بخشیدے و بہ برکت دعا حضرت ایشاں بہ مراد رسیدے۔ ص۱۴۳ (جو مریض حضرت شیخ کے پاس لایا جاتا حق تعالیٰ اکثر اس کو شفایاب فرماتے اور حضرت شیخ کی دعا کی برکت سے وہ مراد مند ہو جاتا۔

(۱۵) علاقہ دکن (ہندوستان) کا ایک جوگی حضرت شیخ کی بزرگی اور ولایت و کرامت کا شہرہ سن کر وہاں سے آپ کی ملاقات اور امتحان کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایک نہایت قیمتی لعل اپنے ساتھ گودڑی میں چھپا کر لایا کہ یہ بطور تحفہ پیش کر دوں گا۔ (ممکن ہے اس سے کوئی خاص امتحان مقصد ہو) الغرض وہ یہاں پہنچا۔ آپ اس وقت پہاڑ کے دامن میں تمام لوگوں سے علیحدہ خلوت میں تشریف فرما تھے جوگی وہاں گیا اور ملاقات کی۔ اپنی جگہ بتائی آنے کا مقصد بیان کیا۔ اس کے بعد وہ قیمتی لعل نکال کر پیش کیا کہ اسے قبول کیجئے۔ یہ بہت قیمتی اور عمدہ چیز ہے آپ نے فرمایا میں ایک فقیر آدمی ہوں مجھے اس کی کیا ضرورت ہے کسی امیر و بادشاہ کو دیجئے کہ وہ کام میں لے آئے۔ جوگی نے پھر بار بار اصرار کیا کہ حضرت، اس کو بہترین مال اور عمدہ چیز سمجھ کر خاص آپ کے لئے

Marfat.com

لایا ہوں۔ آپ نے پھر انکار فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے ان چیزوں سے بالکل مستغنی کر دیا ہے۔ ورنہ آپ آنکھ بند کر کے دیکھ لیجئے۔ جوگی نے آنکھیں بند کیں۔ دیکھتے ہی اسے یوں نظر آنے لگا کہ اس سے بھی زیادہ قیمتی اور عمدہ لعل ڈھیر کے ڈھیر ہر طرف پڑے ہوئے ہیں جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو حیران ہوا اور آپ کی توجہ سے دل کا بند قفل کھل گیا اور منت سماجت کرنے لگا۔ کہ اب میری پوری تصدیق ہو گئی ہے مجھے کلمہ طیبہ پڑھائیے آپ نے کلمہ پڑھا کر اسے مسلمان کیا اور پھر آپ کی توجہ سے نہ یہ کہ صرف مسلمان ہوا بلکہ کیمیا نظری کی برکت سے ولی کامل بن گیا۔ آپ نے وطن بھیجا کہ جا کر اپنے اہل و عیال اور دوسرے رشتہ داروں کو بھی مسلمان کر کے دین کی تبلیغ و اشاعت کرو۔ چنانچہ وہ واپس گیا اور سب کو مسلمان کر کے مبلغ دین بنا اور حق کا پیغام اوروں تک پہنچاتا رہا۔ (تذکرہ شمس الدین ص ۲۳۱)

(۱۷) سوات کا ایک شخص تحصیل علوم دینیہ کے لئے ہندوستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سالہا سال تک مختلف علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کے بعد عالم و فاضل بن کر گھر جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اٹک تک پہنچتے پہنچتے اس نے ہر جگہ حضرت شیخ کی بزرگی اور ولایت کا عام چرچا سنا اور لوگوں کی عقیدتمندی دیکھی اس کے دل میں خیال آیا کہ معلوم نہیں کہ یہ بھی کوئی واقعی مرد حق اور ولی کامل ہے یا یونہی کوئی دکاندار لوگوں کو قابو کرنے کے لئے ولایت کی دکان کھول چکا ہے۔ ارادہ کیا کہ جا کر اس کا امتحان لیتا ہوں اگر واقعتہً شیخ کامل نہیں تو بحث و گفتگو میں اس کو ذلیل و شرمندہ کر کے بدنام کر دوں گا۔ چند علمی شبہات اور مسائل کے امتحان کا ارادہ دل میں لے کر دریائے اٹک کو پار کر کے حضرت شیخ رحمکار کی خانقاہ میں آ پہنچا یہ عالم ایسے وقت میں داخلِ خانقاہ ہوا کہ حضرت شیخ نمازِ اشراق ادا کر کے ایک درخت پر ٹیک

Marfat.com

لگائے تشریف فرما تھے۔ اور مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اردگرد بہت سے مریدین و معتقدین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ عالم بڑے جوش و خروش اور مغرورانہ انداز میں داخل ہوا۔ اور زوردار آواز سے پوچھا کہ تمہارا وہ مرشد کون ہے۔ سب ساکت رہے پھر پوچھا کہ بتاؤ تمہارا وہ مرشد کہاں ہے پھر سب نے سکوت اختیار کیا تیسری دفعہ پھر ذرا اور بھی زور سے پوچھا کہ بتاؤ کہاں ہے وہ تمہارا مرشد؟ جواب کیوں نہیں دیتے ہو۔ حضرت شیخ نے ایک مرید سے کہا کہ جاؤ اسے بتاؤ اور میرے قریب لے آؤ۔ چنانچہ گیا اور اشارہ کر کے بتایا کہ دیکھئے وہ ہیں ہمارے مرشد۔ چنانچہ جب وہ عالم قریب آنے لگا تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر اس کی طرف دیکھا بس نظر پڑتے ہی وہ عالم ہوا میں اڑنے لگا اور دور جا کر گر پڑا۔ حضرت شیخ نے فوراً ہی شیخ علی گل سے کہا کہ فوراً اس کے پاس پہنچو اور اس کی پیشانی کو ہتھیلی سے ملنا شروع کر دو۔ کہیں اسے نقصان نہ پہنچے اور پھر اسے یہاں لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور پیشانی مل کر اسے ہوش میں لے آئے۔ اور کہا کہ میرے ساتھ چلو اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھ میں حاضری کی طاقت نہیں۔ اسی ایک نظر سے میرے تمام شبہات دور ہو گئے دل کھل گیا ہے چنانچہ یہی شخص خاص الخاص مریدوں میں داخل ہوا۔ اور اسی ایک نظر کیمیائی سے ولی کامل اور شیخ وقت بن کر رہبر و پیشوا ہوا۔ ص ۲۲۶۔

اخلاق و عادات

عبدیت

بیان کر چکا ہوں کہ اصل کمالات ولایت اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ حسنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت احساسِ عبادیت و عبودیت

اور اتباعِ سنتِ نبوی یہ اصل بزرگی اور قربِ عنداللہ کا معیار ہے۔ درجۂ عبدیت انتہائی درجۂ کمال ہے۔ جو اللہ کا حقیقی عبد بنا وہ سب کچھ ہوا۔ اور اس لئے اللہ تعالے نے اپنے حبیبِ پاک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور سب بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ذات کو قرآن مجید میں عبد کہ بار بار فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً الآیہ وانہ لما قام عبد اللہ کادوا الآیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام نے اعلان فرمایا انی عبد اللہ اتانی الکتاب الآیہ۔ اللہ تعالے نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ الآیہ۔ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار جو حقیقی متبع رسول اور شیدائی حق تھے ان پر بھی یہی شان عبدیت غالب تھی۔ ہمیشہ اپنے کو صرف عبد اور بندۂ خدا کہتے رہے۔ اور کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ آپ کا یہ جملہ جو حضرت شیخ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اور جس کو شیخ عبدالحلیم صاحب نے نقل کیا ہے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

داین لفظ از خواص حضرتِ ایشاں بود کہ از روئے مہربانی بالبسیار کساں مے گفتندے کہ شیخی بہ شیخاں بخشیدم وسلوک بہ سالکاں بخشیدم وتصوف بہ صوفیاں بخشیدم ومن بر آنم کہ اللہ تبارک وتعالیٰ زنجیر بندہ گری در گردنِ من انداختہ واو تعالیٰ ایں زنجیر از گردنم بدر نہ گرداند۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ترجمہ:۔ حضرت شیخ کے خصوصی الفاظ میں سے ایک جملہ یہ تھا جو کہ اکثر لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شیخی شیخوں کو، پیری پیروں کو، سلوک سالکوں کو اور تصوف صوفیوں کو بخش کر حوالہ کیا ہے میرا مقصد تو یہ ہے کہ اللہ تعالے اپنی غلامی وبندہ گری کی زنجیر میری گردن میں ڈالدے اور اللہ تعالے

Marfat.com

اپنی غلامی کی زنجیر میری گردن سے باہر نہ نکلے۔
دوست نے میری گردن میں رسی ڈال دی ہے۔ جہاں اس کا جی چاہے مجھے لے جاتا ہے۔ مقامات قطبیہ ص۱۹

اسی طرح گذشتہ واقعہ یاد ہوگا کہ ایک موقع پر بعض قیدیوں کی رہائی کے بارے میں حاکم پشاور سے سفارش کرانے کے لئے آپ نے شیخ عثمان کو بار بار کہا مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ اور کچھ بے قدری سے پیش آیا۔ اور ازراہ تمسخر کہا کہ کچھ کرامت دکھائیے یعنی بددعا دیجئے کہ اس کو اپنے فعل کی سزا مل جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ من برائے نفع آمدہ ام نہ برائے نقصان (میں دنیا میں لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے آیا ہوں (بددعا کرنے) نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آیا۔

واقعی یہ ہیں، انما بعثت رحمۃ ھدی الخ "الحدیث" فرمانے والے رسول کریم کے سچے پیرو اور یسّرا ولا تعسّرا بشّرا ولا تنفّرا کی تعمیل کرنے والے اللہ والے حضرات اور مومنین کاملین کی جماعت رحمہ اللہ و نور اللہ مرقدہم

حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب حضرت شیخ کے درجۂ عبودیت کے بارے میں فرماتے ہیں
حضرت شیخ المشائخ شیخنا راطے مقام عبودیت حاصل شدہ ویقین کامل و صدق دل اورا روئے دادہ اورا وحقیقت برا دکشادہ شہباز اوج عشق و محبت بود۔ ص۱۱۱
ترجمہ:- حضرت شیخ مقام عبودیت کو طے کر چکے تھے۔ اور آپ کو یقین کامل اور صدق دل حقیقۃً حاصل ہو گیا تھا حقیقت کا راستہ آپ پر کھل گیا تھا۔ آپ عشق و محبت کی انتہائی بلندیوں کے شہباز تھے۔

حضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہ شہسوار میدان عبودیت بودہ ص۱۱۲
حضرت شیخ عبودیت کے میدان کے ایک بہترین شہسوار تھے۔

شیخ دریا خان سے منقول ہے کہ ایک دن میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اے شیخ

آپ کا پیر کون ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ سن لو حق تعالےٰ کا ایک بندہ تھا اس کو غیبی آواز آئی کہ روئے زمین کی بادشاہی لینی پسند ہے یا میری غلامی اور بندگی۔ اس بندہ نے دربارِ خداوندی میں عرض کیا کہ الٰہی میں نے تیری بندگی قبول کرلی۔ اور بادشاہی سے کنارہ کش ہو رہا ہوں۔ اور میں اس کو کبھی نہیں چاہتا۔ روایت تو اتنی ہی ہے۔ اجمال ہے کہ وہ بندہ کون ہے۔ جو "اللہ کا بندہ" "عبداللہ" بنا۔ اور "روئے زمین کا بادشاہ" نہ بنا۔ بادشاہی پر بندگی کو اس نے ترجیح دی۔ حضرت شیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں

پس ازیں معلوم شد کہ حضرت شیخ المشائخ شیخنا از بادشاہی روئے زمین اعراض کردہ بندگیٔ حق قبول نمودہ بودند[۱]

پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ ہی نے روئے زمین کی بادشاہت سے اعراض کرکے حق تعالیٰ کی بندگی قبول کی تھی۔

زہد و ترک دنیا

حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے آباؤ اجداد نے دنیوی جاہ وحشم مال و دولت اور آباد شہروں اور سرسبز باغوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہنا اور خداوند تعالیٰ کی یاد اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں عمر بسر کرنا پسند کیا تھا۔ اگر یہ حضرات چاہتے کہ دنیوی مرتبہ حاصل کریں جائیدادیں بنائیں حکومتِ وقت کے ساتھ تقرب حاصل کرکے عہدوں پر سرفراز ہوں تو وہ آسانی کے ساتھ اس میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی بلکہ بہت سے مواقع ایسے پیش آئے کہ ان حضرات کو مال و متاع دنیا کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ لیکن انہوں نے پائے استغنا سے ان مزخرفات اور ظاہری ساز و سامان کو ٹھکرا کر اپنی اولوالعزمی کا ثبوت دیا اور بتلا دیا کہ مومن کامل کی نگاہوں میں آخرت کے باقی گھر کے مقابلہ میں اس فانی دنیا کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اکبر کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے اس سے کسی قسم کی جاگیر

Marfat.com

لینے سے انکار کر دیا۔ اور مشہور ہے کہ شاہزادگی کے زمانہ میں جب اورنگ زیب بلخ کی گورنری پران علاقوں میں آئے تھے اس وقت اس نے بھی خود یا کسی کے واسطہ سے اس قسم کی پیشکش کی تھی مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالحلیم روایت کرتے ہیں کہ شیخ دریا خاں جمکنی جو آپ کے خلفاء میں سے ایک مخلص وصادق تھے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے ساتھ کچھ مٹھائی بھی لے آئے اور خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔

مرتبہ دیگر ایں میار کہ عاشقانِ خدا را بایں خاشاک کار نیست۔ مقاماتِ قطبیہ ص ۱۲۲

ترجمہ:۔ پھر ایسی چیزیں نہ لایا کرو خداوند تعالیٰ کے عاشقوں کو اس خس وخاشاک کی ضرورت کیا ہے۔

حضرت عبدالحلیم فرماتے ہیں۔

حضرت ایشاں ترکِ حبِ دنیا کردہ بودند یک مرید را از زبان مبارک خود قسم ظاہر نمود کہ زر سرخ وسفید در دلِ من برابر سنگ است (مقاماتِ قطبیہ ص ۱۱۱)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ دنیا کی محبت کو بالکلیہ چھوڑے ہوئے تھے آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے ایک مرید کے سامنے قسم کھا کر فرمایا کہ سونا چاندی اور پتھر میرے ہاں سب ایک برابر ہیں۔

اور آپ نے جس طرح خود دنیا کے متاعِ غرور سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اسی طرح اپنے خاص معتقدین اور مریدین کو بھی یہی تلقین فرماتے رہے کہ دنیا کے دھندوں میں زیادہ نہ پڑیں اور آخرت کی فکر میں لگے رہیں حضرت شیخ فرماتے ہیں

وحضرت ایشاں لبعض از اصحاب خود را در باطن از کار دنیا منع مے داشتند

Marfat.com

کہ در بودن دنیا ہیچ فائدہ نیست۔ (ص۱۵۹)

آپ اپنے بعض مریدوں کو باطناً دنیا کے کاروبار سے روکا کرتے تھے۔ کہ اس دنیا کے دھندوں میں زیادہ پڑنے میں کچھ فائدہ نہیں۔

آپ کے زہد اور ترک دنیا کے بہت سے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ جو بہت مشہور ہے نقل کرتا ہوں اور جس کو حضرت شیخ عبدالحلیم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی والدہ ماجدہ کی روایت سے بیان کر دیا ہے (ص۴۵-۴۶) فرماتی ہیں کہ آپ کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے ایک عورت نے بطور ہدیہ کچھ دہی اور کچھ سوت کا دھاگہ لا کر پیش کیا۔ دہی تو لنگر میں خرچ ہوا لیکن دھاگہ میں نے آپ کے حجرہ میں اس خیال سے محفوظ رکھا کہ کہیں خرقہ مبارک پھٹ جائے گا تو اس دھاگا سے پھر سی لوں گی۔ جب آپ مسجد سے حجرہ کو آئے تو حجرہ کے دروازہ پر پہنچتے ہی کھڑے ہو گئے۔ رنگ زرد ہو گیا اور انتہائی مغموم و پریشان ہوئے۔ میں جلدی سے دوڑ کر آپ کے سامنے آئی اور پوچھا کہ کیوں رنگ متغیر ہو گیا۔ اور کیا حزن و غم پیش آیا۔ حجرہ کے اندر کیوں داخل نہیں ہوتے ہو۔ فرمانے لگے اے میری مہربان والدہ ماجدہ۔ مجھے حجرہ کے اندر سے مردار کی بو آ رہی ہے۔ میں سوچنے لگی کہ حجرہ میں مردار کہاں ہے۔ پھر سوچنے کے بعد میں نے کہا کہ اندر مردار چیز تو کوئی نہیں۔ کچھ دھاگہ رکھا ہوا ہے کہ کہیں سینے کی ضرورت پیش آئے گی تو اس سے کام لیں گے۔ فرمانے لگے کہ ہاں بس یہی دھاگہ ہے اس سے یہ بدبو آ رہی ہے۔ اس کو نکال دیجئے۔ اور محتاجوں فقیروں پر صدقہ کیجئے۔ رکھنے کی ضرورت کیا۔ وقت حاجت اللہ کافی ہے حاجت کے وقت اللہ تعالےٰ ہمارے لئے کافی ہے۔ فرماتی ہیں کہ آپ کے حکم سے وہ دھاگہ نکالا گیا اور فقرا کو دیا گیا اس کے بعد خالی حجرہ میں اندر داخل ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی یاد میں مشغول ہوئے۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالحلیم رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

- وحضرت ایشاں ترک الدنیا راس کل عبادة بدست گرفتہ و بہ میدان ہمت گوئے ہمت از والی ہمتاں بردہ ونظر برحق بربستہ وبغیر از حق نہ پرداخت ونہ از چیزے چیزے مے خواست ونہ چیزے در دست واشتہ نگاہ مے داشت۔

ترجمہ:۔ آپ نے اس چیز کو اپنا معمول بنایا تھا کہ دنیا کا چھوڑنا اصل عبادت ہے اور ہمت کے میدان میں بڑے بڑے باہمتوں سے آپ بازی لے گئے تھے۔ حق تعالیٰ ہی پر صرف نظر رکھتے۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کی طرف توجہ ہی نہیں کی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی اور نہ ہی کبھی یہ کیا کہ کوئی چیز ہاتھ آئی تو اس کو محفوظ و ذخیرہ کیا۔

جس قدر آپ نے دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ اسی قدر دنیا اور دنیا والے آپ کی طلب اور آپ کی خدمت و محبت میں سرشار ہوتے اور جیسا کہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ازھد فی الدنیا یُحِبّکَ اللہ و ازھد فیما عند الناس یحبک الناس (ترمذی) آپ کے ساتھ لوگوں کی محبت دن بدن بڑھتی رہی اور اب تک بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

اور اسی چیز کو حضرت شیخ عبدالحلیم نے بھی اس موقعہ پر ذکر فرمایا ہے۔

ہرکہ از بہرِ خدا ترک خلق گیر خلق ہرگز ترک او نہ گیرد صلا۔ جو شخص خدا تعالےٰ کے واسطے مخلوق کو چھوڑے مخلوق ہرگز اس کو نہ چھوڑے گی

طعام

اکثر اولیاء اللہ نے کھانے پینے کے بارے میں ہمیشہ تقلیل سے کام لیا ہے اور لذّات کے پیچھے نہیں پڑے۔ صرف قوت لایموت پر گزارا کیا۔ جس سے اتنی قوت بدن میں حاصل ہوتی رہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کر سکیں۔ حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معمول تھا۔ آپ پیٹ بھر کر کھانا پسند نہ

Marfat.com

فرماتے تھے۔ عمر کا اکثر حصہ روزہ سے رہے۔ اور درمیان میں اگر کچھ کھانے نوبت کم مقدار میں کھانا کھاتے اور بہت کم پانی پیتے۔ عام طور پر جو کی روٹی کھاتے اور کبھی کبھی اس کے علاوہ دوسرے غلوں کی روٹی بھی کھا لیتے۔ سالن بہت کم بے نمک یا کم نمک کھاتے۔ آپ باریک چپاتی قسم کی روٹی جو سخت ہوتی تھی اور اس میں مغز نہ ہوتا وہ کھاتے تھے۔ عام طور سے لذیذ کھانوں کی طرف رغبت نہ کرتے۔ لیکن اگر کوئی شخص تقاضا کر کے اصرار کرتا تو دوسروں کی دلجوئی اور خاطر داری کے لئے تھوڑا سا تناول فرماتے۔ بازار کا کھانا جس پر عام لوگوں اور فقرا و مساکین کی نظریں پڑی ہوئی ہوتی ہیں آپ کھا لینا پسند نہ کرتے اور کبھی کوئی چیز ایسی نہیں کھائی۔ ایک دفعہ ایک مخلص مرید نے بازار کی کوئی مٹھائی پیش کی اور کہا کہ یہ ہدیہ لے آیا ہوں۔ اور میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے سامنے ہی تناول فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ ایک مومن کی دلجوئی بھی بڑی اہم چیز ہے۔ اس وقت رات کا وقت تھا اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ اس شخص کی خاطر داری کے لئے منہ میں ڈالتے اور پھر دوسری طرف واپس پھینک دیتے۔ حضرت شیخ عبدالحلیم نے یہ واقعہ نقل فرما کر آخر میں لکھا ہے کہ ایں از برائے آں بود کہ حضرت از خوردن طعام بازار و از خوردن طعام لذیذ محترز مے بود۔ و ہر طعام و شیرینی کہ نظر زدۂ خلق مے بود در نمے خورد[1]۔

خواب تقلیل طعام کی طرح آپ تقلیل منام کے بھی بڑے پابند تھے حضرت شیخ عبدالحلیم فرماتے ہیں کہ دن کے وقت بہت تھوڑی دیر بس چند منٹ ہی قیلولہ فرماتے اور پھر بیدار ہو جاتے تھے۔ اور رات کے متعلق بھی خیال یہ ہے کہ تھوڑی دیر آنکھیں بند کرنے کے بعد پھر بیدار ہو جاتے اور عبادتِ خداوندی میں مشغول

---

[1] تمام تفصیل مقامات قطبیہ ص۳۸ و ص۳۹ پر ہے۔ و ص۴۷ و ص۸۰ کا ملخص ہے۔

ہو جاتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ مہینہ بھر تک یہ معمول رکھا کہ رات بھر بیدار رہے اور عشاء کے وضو کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اور تمام رات نوافل ادا کرتے ہی گذاری (مقامات ص۳۸)

جود و سخا صاحب مجمع البرکات حضرت شیخ عبدالحلیم صاحبؒ شیخ جمال الدینؒ و شیخ شمس الدینؒ کی روایت سے نقل فرماتے ہیں کہ والد ماجد حضرت شیخ بہادر کے انتقال کے بعد آپ نے ان کا تمام ترکہ راہ حق میں تصدق و خیرات کر دیا۔ اور یکدم ہی اپنے آپ کو ان اموال و املاک سے فارغ کر دیا (و بہ یکبار نفس نفیس خود فارغ کرد الخ) ص۲۱۷

جیسا کہ گذر چکا ہے ابتدا میں آپ نے ہجوم خلق سے بچنے کے لئے بڑی کوششیں کیں اور زاویۂ خمول میں عابدانہ زندگی گزارنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس لئے کسی لنگر وغیرہ کا انتظام نہیں کیا تھا۔ لیکن جب عاشقانِ زیارت کسی تدبیر سے بھی رکتے نہیں تھے۔ تو آپ نے اس کو مرضئ حق سمجھ کر لوگوں کی خدمت کا قصد فرمایا۔ اور پھر ان کی سہولت و آرام کی خاطر عام طور سے آنے جانے والوں کے لئے لنگر جاری کیا۔ جس میں ہزاروں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ گائیں، بکریاں، مرغے ذبح کئے جاتے۔ اور بلاتمیز عام و خاص کھلائے جاتے۔ قوم خٹک کے سرداروں سے آپ لنگر کیلئے مواشی قرض خرید لیتے۔ اور پھر سب کو قرضہ ادا کیا جاتا تھا۔ کسی کو ظاہری سبب کی اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ کہ آپ یہ کہاں سے ادا فرماتے ہیں مگر عوام و خاص سب مشاہدہ کرتے تھے کہ کسی قرضخواہ کا ایک حبہ تک باقی نہ رہنے دیتے تھے۔ اور ہزاروں کی رقمیں اس طرح ادا ہو جاتی تھیں۔ صاحب مجمع البرکات نقل فرماتے ہیں کہ صاحب بارہا عموماً یہ زبانِ مبارک خود فرمودہ یعنی بارہا آپ نے خود اپنی مبارک زبان سے فرمایا کہ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت

سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ اور من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا و من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ وللہ خزائن السموات و الارض ولکن المنافقین لا یفقھون ۔ ۳۳

الغرض آپ برسوں تک اس طرح قرض لیتے رہے اور پھر پورا کا پورا ادا بھی کرتے رہے۔ اگرچہ بارہا وہ قرضخواہ واپس لینے سے انکار بھی کرتا اور چاہتا کہ میں معاف کردوں مگر آپ یہ قبول نہ فرماتے اور کسی سے مفت چیز نہ لیتے تھے۔ حضرت شیخ عبد الحلیم صاحب فرماتے ہیں کہ قرضوں کی اس قدر کثرت سے ہمیں بڑی پریشانی سی رہتی تھی۔ حقیقت حال تو ہم کو معلوم نہ تھی اس لئے ظاہر میں اپنی تہی دستی کو دیکھ کر ہمیں اندیشہ لاحق ہو جاتا تھا کہ آنحضرت اس قدر قرضوں کی ادائیگی کیسے کریں گے۔ کیونکہ جود وسخا کے عام دریائے فیض و کرم کبھی اس قدر بہا دیتے تھے کہ ہماری محدود عقلوں میں پھر اس کے ادا کرنے کی گنجائش نہ آتی تھی۔ آپ میرے دل کے اضطراب کو سمجھ گئے ایک دفعہ فرمایا۔ اے عبد الحلیم۔ میں ذرا پیشاب کرنا چاہتا ہوں استنجا کے لئے کوئی ڈھیلا ڈھونڈ لاؤ۔ فرماتے ہیں میں ڈھیلا اٹھا لانے کے لئے گیا۔ دیکھا کہ ہر چہار طرف بس سونا ہی سونا پڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ ساری زمین اس سونے سے بھری ہوئی معلوم ہوئی۔ حیران ہو کر کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ آپ نے فرمایا ڈھیلا کیوں نہیں لاتے۔ میں نے عرض کیا حضرت سونے سے تو استنجا جائز نہیں۔ اور یہاں میرے سامنے اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ لوگوں کے یہ قرضے کہاں سے اور کیسے ادا ہوں اور فرمایا۔

اے فرزند غم مخور حق سبحانہ و تعالے مسبب الاسباب است ہر کہ بر او تکیہ کند روزی او خود فراخ است و اولادِ او نیز از برکت توکل او در دنیا

Marfat.com

بسیار عیش دارباشد۔ مجمع البرکات صـــ۳۴۲
اے بیٹے کچھ غم واندیشہ نہ کرو۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ اسباب بنانے والے ہیں۔ جو کوئی شخص اس پر بھروسہ و تکیہ کرے خود اس کی روزی بھی فراخ ہوگی اور اس کی اولاد کو توکل کی برکت سے دنیا میں خوب اچھی زندگی حاصل ہوگی۔

موسم گرما میں صبح کے وقت تو چاول کھلاتے اور شام کو روٹی اور اس کے ساتھ گوشت پکوا کر کھلاتے۔ اور سردی کے موسم میں اس کا عکس کرتے یعنی صبح روٹی گوشت اور شام کو چاول۔ اور بقول صاحب مجمع البرکات آپ کے لنگر میں گھی کثرت کے ساتھ کھلایا جاتا تھا (روغن چوں آبِ رواں کردہ بود) آنے والے مہمانوں کے لئے ان کے مزاج اور طبعی خواہش کے مطابق کھانا پینا حتیٰ کہ میوے بھی مہیا کرائے جاتے تھے۔ ہر حاجتمند کی حاجت پوری کرتے۔ اور کسی سائل کا سوال رد نہ کرتے تھے۔ صاحب مجمع نے لکھا ہے۔ گاہے سائلے از ہر نوع تا آخر از درگاہِ ایشاں تہی و بے نوا نماندہ اگرچہ سوالش از حد متجاوز بود۔ یعنی اول سے لے کر آخر تک کسی قسم کا سائل بھی آپ کے دربار سے خالی ہاتھ اور محروم نہیں رہا۔ اگرچہ اس کا سوال بہت ہی زیادہ اور حد سے بڑھا ہوا ہوتا۔ (صـــ۳۴۲)

لنگر میں کھانے والوں کی تعداد ہزاروں تک ہوتی تھی۔ قحط و تنگی کے زمانہ میں بھی روزانہ کم از کم پانچہزار تک کھانے والے ہوتے تھے۔ و زیادہ حدے نداشت۔ (مجمع البرکات صـــ۳۴۲)

تعلیم و تدریس آپ نے علوم ظاہری کی تمام کتابیں با قاعدہ طریقہ سے پڑھ کر تکمیل کی تھی۔ اور تفسیر و حدیث اور فقہ

کی کتابوں کا ابتدا ہی میں کافی عرصہ تک مطالعہ کیا تھا۔ صاحب مجمع البرکات اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ مشائخ کرام کی عادت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ وہ علوم ظاہری کی تکمیل و فراغ کے بعد ہی علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوا کرتے ہیں اس لئے حضرت ایشاں نیز ہم خیال کردہ اند بیس بہ ہر تقدیر استعمال علم ظاہر پنج و بست سال کردہ (ص ۳۳۰) (حضرت نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور پچیس برس تک علم ظاہری کے استعمال میں لگے رہے ہیں۔

شیخ عبدالحلیم صاحب فرماتے ہیں

و حضرت شیخنا در دقائق و اسرار معانی قرآن سرے و درکۂ عظیم داشت۔ (مقامات ص ۵۲) (ہمارے حضرت شیخ قرآن مجید کے معانی کی باریکیوں اور رموز و اسرار کے سمجھنے میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔

علم تصوف و سلوک کے متعلق بھی علمی طور سے پوری مہارت اور کامل واقفیت رکھتے تھے۔ (مقامات ص ۵۶) اور لکھا ہے کہ

حضرت ایشاں را در علم الیقین و حق الیقین و عین الیقین حظ عظیم و علم کامل بود۔ دریں مقامات درک وافرے داشت زیراکہ طے ہمہ مقامات کردہ و ہمہ را دیدہ و منظور و محظوظ آنہا بودند (ص ۵۷)

تقریباً اٹھارہ کتابیں تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کی ہمیشہ آپ اپنے ساتھ مجلس میں رکھا کرتے تھے۔ تفسیر بحر المعانی کو اکثر و بیشتر استعمال میں رکھا اور اس کی طرف زیادہ توجہ رکھتے تھے۔ اور آپ بارہا ان کتابوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ایں تعلیم ظاہری ایں فقیر است (یہ اس فقیر کا ظاہری علم ہے) اور فرمایا کرتے تھے مرا ایں چراغہا است بہ روشنی اینہا می روم و می کنم و می دارم آنچہ در وے مہت و اجتناب و رزم از آنکہ در آں ممنوع است (مجمع البرکات ص ۳۳۹)

Marfat.com

ترجمہ:۔ یہ کتابیں میرے لئے چراغِ راہ ہیں ان کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر رہا ہوں اور کرتا ہوں اور پسند رکھتا ہوں جو کچھ اس میں کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اور بچتا ہوں اس سے جس سے ان کتابوں میں منع کیا گیا ہے۔

آپ کے پاس مختلف علوم و فنون کی ہزاروں کتابیں اور قرآن مجید کے ہزاروں نسخے آئے۔ مگر آپ نے ان میں سے چند کتابیں اپنے مطالعہ کے لئے رکھی تھیں اور ایک قرآن مجید تلاوت کے لئے۔ جو کہ بطور وصیت بعد میں حضرت شیخ دانشمند یعنی حضرت شیخ عبدالحلیمؒ صاحب قدس سرہ العزیز کے ہاتھ آگئیں۔ باقی جتنی کتابیں بھی آپ کے پاس پہنچتی رہیں آپ یا تو اہلِ علم کو ہدیۃً عطا فرماتے یا فی سبیل اللہ وقف کر دیتے۔ یہ تو وہ تھیں جو لوگوں نے ہدیہ دی تھیں اسی طرح آپ نے خود خرید خرید کر اس طرح اہلِ علم میں تقسیم کر دیں۔ (مجمع البرکات ص۳۳۹)

آپ کی نگرانی و سرپرستی میں سات مدرسے جاری تھے۔ تین مدرسوں میں تو قرآن مجید کی تدریس و تعلیم ہو رہی تھی اور چار مدرسوں میں فنونِ مختلفہ کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ان مدارس و مکاتب سے متعلقہ کتب خانوں میں ایک روایت کے مطابق ۱۲ ہزار اور دوسری روایت کے مطابق ۲۱ ہزار کتابیں تھیں[۱]۔ جب کبھی کسی مسئلہ کی تحقیق کی حاجت پیش آتی تو آپ متعلقہ کتابیں منگاتے اور مسئلہ نکال لیتے۔

صاحب مجمع البرکات نے لکھا ہے کہ یہ گویا آپ کی ایک کرامت تھی کہ جس مسئلہ کی تحقیق منظور ہوتی کتاب کے کھولتے ہی وہ مسئلہ نکل آتا۔ اور تلاش کی ضرورت نہ پڑتی۔ پھر لکھتے ہیں۔ وایں نیز محض برائے تسلی عاملاں کردہ

---

[۱] شاید کسی کو یہ مبالغہ معلوم ہو لیکن جب مستند روایت موجود ہے تو مبالغہ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں۔

Marfat.com

والا ہمہ علوم الیشاں را یاد بود نادص ۳۳۹ (یہ بھی محض علماء کی تسلی کے لئے کر دیتے ورنہ آپ کو تو سارے مسائل یاد تھے)

آپ کا معمول یہ بھی تھا کہ جب کبھی علمی مسئلہ پر بحث ہوتی تو آپ علماء کرام کے سامنے پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ مسئلہ کے تمام پہلو روشن کر دیتے اور پھر اس کے بعد کتاب منگوا کر حوالے دکھاتے اور ان کا اطمینان کراتے۔ اگر اس طرح سے وہ مطمئن ہو جاتے تو خیر ورنہ پھر دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ تحقیق کے ساتھ اور بھی واضح طور سے تقریر فرماتے یہاں تک کہ علماء کرام کی پوری پوری تسلی ہو جاتی۔ (ص ۳۴۰)

ان مدارس و مکاتب میں سینکڑوں طالب علم آکر تحصیل علوم کرتے۔ اور ان کتابوں سے علمی استفادہ کرتے تھے۔ ان واقعات کو ذکر کر کے صاحب مجمع البرکات نے حضرت شیخ بہادر کا وہ مشہور قول نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔ "مرا یک مرتبہ است و او را دو" اور پھر اس کی تشریح یوں فرمائی کہ اس کو علم باطن اور علم ظاہر دونوں بدرجۂ کمال حاصل ہوں گے (ص ۳۴۲)

آپ کی مجلس میں اکثر علماء کرام حاضر رہتے تھے۔ مجلس کبھی اہل علم سے خالی نہ رہتی۔ مختلف علمی مسائل پر بحثیں ہوتی رہتیں۔ دوران گفتگو میں کبھی علماء کرام آپ کی طرف اشارہ کر کے فرما دیتے کہ دیکھئے صاحب حضرت مجلس میں خود تشریف فرما ہیں آپ اچھی طرح جاننے والے ہیں آپ بتا دیں گے۔ کہ بات کیسی ہے اور دوں کو فیصلہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ یہ گفتگو سنکر مسکرا دیتے اور خاموش رہتے۔

حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مجلس میں کوئی شخص آکر مسئلہ پوچھتا اور میں موجود ہوتا تو آپ مجھے فرماتے کہ اس کو جواب دیجئے۔ کبھی

دوسرے علماء کو جواب دینے کے لئے فرماتے۔ ویسے آپ کا عام معمول یہ تھا۔ کہ جواب مسائل علماء کرام کے حوالہ فرماتے۔ مگر علماء آپ کے ہوتے ہوئے جواب دینے میں ادب و احترام کی وجہ سے لیت و لعل کرتے پھر بھی آپ بار بار اصرار کرکے ان سے فرماتے کہ آپ ہی علماء اور دین جاننے والے ہیں آپ ہی حکم ارشاد فرمائیں۔ اور پھر وہ جواب دیتے۔ آپ اس کو نقل کرکے فرماتے کہ اس مسئلہ میں فلاں عالم یوں فرماتے ہیں (ص ۳۴)

بارہا ایسا ہوا کہ طلبا، علم دین اور علما و فضلا علمی شبہات اور کتابوں کے متعلق و مشکل مقامات کے حل کرنے کی تمنا لے کر آئے۔ اشکالات پیش کئے۔ اور کبھی اشکال بیان کئے بغیر ہی مجرد توجہ ہی سے ان کے شافی جواب خود بخود ان کو مل گئے۔ اور ان کے بند سینے کھل گئے۔ اور بالکل وہ اے لقائے تو جواب ہر سوال کا نقشہ سامنے آتا۔ صاحب مجمع البرکات نے ص۲۴۱ پر اس قسم کے متعدد واقعات تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔

مجمع البرکات شیخ دانشمند یعنی حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کے وعظ میں یہ ایک خاص تاثیر تھی کہ حاضرین مجلس میں سے صف اول کے لوگ ضرور کچھ اثر اس وقت پالے لیتے" بہ وقت انجام وعظ ہمہ اولیاء مے گشتند"۔ اور فرمایا وگاہے یک ازاں درآں وقت محروم نماندہ و بر تو وعظش درآں زماں تا ہنگام رحلت ہمچناں بود" ص۲۴۲۔ یعنی وعظ کے فیض سے کوئی محروم نہ رہتا۔ اور زمان رحلت تک آپ کی یہی تاثیر اور وعظ مبارک کا نیک پرتو رہا۔

آپ جب کبھی علیل ہو جاتے اور بیماری لاحق ہو جاتی تو اور دنوں میں خواہ شدید تکلیف ہوتی لیکن قدرت خداوندی سے پنجشنبہ اور جمعہ کو ضرور کچھ افاقہ ہو

Marfat.com

جانا اور حسبِ معمول تندرستوں کی طرح پند و موعظت فرماتے۔ اور اس دوران میں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ جس سال آپ کا انتقال ہوا۔ ماہِ رجب سے قبل آپ اسی طرح باقاعدہ وعظ و ارشاد سے لوگوں کو مستفید فرماتے۔ رجب کے اوائل میں بھی اسی طرح باقاعدگی رہی۔ آخری ہفتہ وفات سے قبل شدتِ مرض کی وجہ سے خود کچھ فرما نہ سکے۔ صاحبزادہ کلاں (حضرت شیخ ضیاءالدین صاحب شہید بابا) کو حکم دیا تو پنجشنبہ کے روز انہوں نے وعظ فرمایا۔ جمعہ کے روز منبر پر خود تشریف لے گئے لیکن کمزوری از حد زیادہ تھی زیادہ دیر تک فرما نہ سکے اتر آئے اور آپ کے حکم سے خواجہ گل لودے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ اس کے بعد اگلے پنجشنبہ کو ناغہ ہوا اور وعظ نہ ہو سکا۔ اور جمعہ کے روز وفات پائی۔

عموماً آپ مجلس میں بیٹھ کر گفتگو پست آواز سے اور آہستہ آہستہ فرماتے تھے۔ دور کے بیٹھے ہوئے لوگ تکلیف سے سن سکتے تھے۔ لیکن وعظ کی حالت میں کچھ ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آپ کی آواز عادت کے مطابق آواز سے بہت زیادہ بلند ہو جاتی۔ (مجمع البرکات صـ ۳۴۴)

حضرت شیخ عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سفر سے واپس ہوا تو آرزو تھی کہ اگر حضرت شیخ لوگوں کو جمع کر کے کچھ وعظ ارشاد فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ مجھے کچھ علمی دقائق حاصل ہوں گے۔ اور مستفید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایک دن آپ نے خود مجھے فرمایا کہ اے عبدالحلیم اٹھ کر کچھ وعظ کہو۔ میں اٹھا اور منبر پر بیٹھ کر وعظ کیا۔ میں نے ایک زوردار اور نہایت ہی بہترین وعظ کیا۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث رسول اللہ کے معانی و مطالب بیان کئے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ نکات سمجھائے لیکن حاضرین پر میں نے اپنے وعظ کا کوئی اثر محسوس نہ کیا دورانِ وعظ ہی میں خیال ہونے لگا کہ میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں لیکن مخاطبین کچھ متاثر نہیں ہوتے۔ اور دل گرفتہ ہو کر بس کیا

Marfat.com

اور منبر سے نیچے اتر آیا۔ حضرت شیخ منبر پر تشریف لے گئے کلمات ماثورہ اور چند دعائیہ کلمات پڑھنے کے بعد فرمایا۔ اے نادالو۔ ایک خاص لہجہ سے اس لفظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ سب لوگ لوٹ پوٹ ہو گئے۔ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گریبان آنسوؤں سے تر ہونے لگے اور آہ و فغاں کا شور اٹھنے لگا بہت سے لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور کافی دیر تک یہ اثر رہا۔ اس کے بعد اگلے ہفتہ پھر آپ منبر پر تشریف لے جا کر وعظ فرمانے لگے۔ فرمایا اے میرے دوستو! مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بچپن کے زمانہ میں میری والدہ ماجدہ نے ایک طاقچہ میں دہی رکھ دیا تھا ایک بلی آئی اور اس نے وہ برتن وہاں سے نیچے گرا دیا۔ معلوم نہیں اس سے آگے وہ کیا فرمانا چاہتے تھے اور یہ قصہ کس غرض سے تمہیداً بیان فرمایا تھا باوجود یکہ صرف ان الفاظ کو وعظ نصیحت کے ساتھ کچھ مناسبت نہ تھی مگر سب لوگ سنکر حسب حال سابق رونے اور متاثر ہونے لگے۔ رات کو گھر میں میں نے عرض کیا حضرت! یہ وجہ کیا ہے کہ میں نے گذشتہ ہفتہ ایسا وعظ کیا اور اس قدر علمی حقائق بیان کئے کہ شاید ہی کوئی بیان کر سکے مگر اثر کچھ بھی نہ ہوا۔ اور آپ نے دونوں دفعہ صرف چند لفظ کہے اور مجلس کی حالت بدل گئی جواب میں ارشاد فرمایا۔

اے فرزند تو ہر چہ گفتی و گوئی سخناں از خود گوئی بزبان خود مے گوئی ہر چہ داری و نقیر بہ زبان غیر گوید (مجمع البرکات ص۳۴۴)

اے فرزند تو نے جو کچھ کہا ہے یا کہتے ہو اپنی طرف سے کہتے ہو اور جو کچھ جانتے ہو اپنی زبان سے ادا کرتے ہو اور فقیر (میں) کسی اور کی طرف سے اور زبان سے کہہ رہا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ کا عام معمول یہ تھا کہ خواہ خواص کے سامنے وعظ فرماتے یا عوام کے سامنے۔ سورہ فاتحہ سے اپنے وعظ کی ابتدا فرماتے۔ اکثر آیت وَمَا

Marfat.com

خلقت الجن والانس الا لیعبدون پڑھ کر اس پر تقریر فرماتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جمعہ اور پنجشنبہ کے روز اشراق سے ضحٰی تک خاص اہلِ علم و سلوک کے لئے خاص وعظ ہوتا۔ اس میں عام لوگوں کو سننے کے لئے نہ چھوڑتے تھے اس لئے کبھی خواص کو ساتھ لے کر پہاڑ کی بلندی پر علیحدہ ارشاد فرماتے۔ کبھی اپنے مکان کی سی پر علیحدہ ہو کر وعظ فرماتے۔ کسی ایسے شخص کو جو اسرارِ علمی اور رموزِ تصوف کے لحاظ سے نامحرم ہوتا اپنے پاس نہ آنے دیتے۔ اور اگر کوئی "غیر محرم" شخص اصرار کر کے یا کسی اور ذریعہ سے ضرور شامل ہو جاتا تو اگرچہ وہ علمِ ظاہری کے لحاظ سے اہلِ علم اور اہلِ دانش بھی ہوتا لیکن اس مجلس میں قدرتِ الٰہی اور آپ کی کرامت سے وہ تمام دانشمندی اور مادۂ فہم ختم ہو جاتا۔ وہ ان اشارات و رموز کو کچھ نہ سمجھتا خود گھبرا کر اٹھتا کر وہاں مجلس سے روانہ ہو جاتا۔

پچاس سال تک آپ نے قریباً یہی معمول رکھا۔ پنجشنبہ کے روز تصوف و سلوک کے باریک مسائل تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس کے اہل لوگوں کو سمجھاتے اور مشکلات حل کر دیا کرتے تھے۔

جمعہ کی نماز وقت داخل ہوتے ہی اول وقت میں جلدی سے ادا کیا کرتے تھے اور چھوٹے دنوں میں تو خاص طور سے عجلت سے کام لیتے۔ جمعہ کے روز قیلولہ (دوپہر کا آرام کرنا) نہ کرتے۔ تمام لوگ پہلے سے تیاری کئے ہوئے حاضر ہوتے۔ وقت داخل ہوتے ہی اذان ہو جاتی۔ اور تھوڑی دیر بعد نماز ادا فرماتے۔ اس کے بعد سلیس و آسان زبان میں عام لوگوں کے فہم کے مطابق وعظ فرماتے۔ جو کبھی عصر کی نماز تک کبھی اس سے ذرا پہلے تک جاری رہتا۔ اس وعظ میں عام طور سے لوگوں کی سمجھ کے مطابق نیکی اور بھلائی کی ترغیب ہوتی اور آپ پوری تفصیل و توضیح کے ساتھ مسائل دینیہ بیان فرماتے۔

Marfat.com

صاحب مجمع البرکات کی روایت ہے کہ سمجھدار زود نویس کاتبوں نے آپ کے ملفوظات اور خواص و عوام کے سامنے وعظ و نصیحت کی باتوں کو بالالتزام لکھ کر محفوظ کیا ہے اور اس طرح تین کتابیں اس قسم کی تیار ہو گئی تھیں۔ جمعہ کے روز کا وعظ عام فارسی زبان میں مرتب ہوا اور پنجشنبہ کے روز کے خاص مواعظ تصوف وسلوک کی دقیق باتیں اور رموز و معارف عربی زبان میں مفتاح السالوک کے نام سے مرتب کئے گئے۔ اور پنجشنبہ اور جمعہ کے خاص خاص حقائق کشف الحقائق کے نام سے عربی زبان میں لکھے گئے تھے۔ اور اسی طرح آپ نے آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ کی تشریح و تفسیر میں جو عام وعظ کئے ان عام وعظوں کو نصیحت نامہ کے نام سے فارسی زبان میں مرتب کیا گیا تھا۔ اور خواص کے سامنے اس آیت کی جو تشریح و تفسیر ہوئی اس کو عربی زبان میں قواعد العارفین کے نام سے جمع کیا گیا تھا۔ لکھا ہے کہ فارسی کی یہ کتابیں تو ہند و خراسان میں اہلِ علم طبقہ کے اندر مشہور و متداول ہیں اور عربی کتابیں چونکہ عبارات و معانی دونوں لحاظ سے کافی مشکل اور دقیق ہیں۔ اس لئے ان کا زیادہ رواج عام طور سے نہیں ہوا۔ (مجمع البرکات صلا۴۳) صد افسوس کہ یہ کتابیں ہماری بدقسمتی اور نااہلی کی وجہ سے اب موجود نہیں اور دستبرد زمانہ سے ضائع ہو گئیں۔ ورنہ ان سے حقیقتاً اندازہ ہو سکتا تھا کہ حضرت شیخ کے علمی فیوضات کیا تھے۔ اور آپ کا علمی درجہ بھی کتنا بلند و برتر تھا۔

زبان۔ یہ بھی گویا آپ کی ایک کرامت تھی کہ اگرچہ آپ وعظ پشتو زبان میں فرمایا کرتے تھے عربی اور فارسی عبارات اور آیات و احادیث کا ترجمہ پشتو زبان میں کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی پشتو نہ جاننے والا کوئی شخص بھی مجلس میں بیٹھا ہوتا تو وہ بھی تمام مضمون کو بالکل سمجھ جاتا۔ اور کوئی بات آپ کے وعظ میں سے اس سے مخفی نہ رہتی۔ وعظ کے علاوہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس زبان کا کوئی شخص

Marfat.com

آجاتا آپ اس سے اسی زبان میں گفتگو فرماتے۔ صاحب مجمع البرکات لکھتا ہے۔

در دنیا زبانے نبود کہ بدلیشاں نیامدہ وحضرت بہ ہمہ مطلع بود۔ بہ ہر زبان سخناں فرمودہ تو گوئی کہ خاصہ از اہلِ ایں زبان است (ص۳۴)

دنیا میں کوئی زبان ایسی نہ تھی جو آپ کو نہ آتی تھی حضرت سب جانتے تھے۔ اور ہر بولی آپ بولتے رہے ہیں۔ بولتے وقت یوں معلوم ہوتا تھا۔ گویا خاص کر اہلِ زبان ہی ہیں۔

کرامت کے طور پر تو خیر "بہ ہر زبان سخناں فرمودہ" میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں اور انکار کرنا غلطی ہے البتہ عام معمول کے مطابق شاید "بہ ہر زبان سخناں" اور "در دنیا زبانے نبود کہ بدلیشاں نیامدہ" کو عقیدۃ تندانہ مبالغہ پر محمول کیا جا سکتا ہے اس لئے صحیح یوں معلوم ہوتا ہے کہ "ہر زبان" سے اس وقت کی متعارف اور علمی زبانیں عربی، فارسی یا ابتدائی اردو ہندی مراد لی جائے تو بہتر ہے پس صاحب مجمع کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کی متعارف و متداول زبانیں آپ جانتے تھے۔ اور ان میں صاف بلا تکلف اہلِ زبان کی طرح گفتگو کر سکتے تھے۔

اہلِ علم کی تسلّی۔ صاحب مجمع البرکات نے بڑی تفصیل کے ساتھ بہت سے واقعات وحالات ذکر کردئے ہیں کہ علماء کرام دور دور سے آکر آپ سے علمی مسائل پوچھتے مناظرے کرتے اور علمی اشکالات کو حل کیا کرتے تھے ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ پڑھنے کے لئے نہایت مفید علمی نکتے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حضرت شیخ کی حاضر جوابی، دقتِ فہم اور علمی کمالات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ صاحب مجمع نے نہایت عمدہ اور بلیغ عبارت میں اس مضمون کو ادا کر دیا ہے۔ کہ آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے بیٹھنے والوں پر کیا اثر ہوتا تھا۔ اور کس طرح اہلِ مجلس آپ کی نظر ہی سے عالم و فاضل بن جاتے تھے (ص۳۵)

Marfat.com

لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم کو فلسفہ کے ایک مسئلہ میں علمی اشکال پیش ہوا۔ اور شرح حکمۃ العین کی ایک عبارت نہایت مغلق اور پیچیدہ تھی اس کا مطلب حل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ شخص کتاب کو ساتھ لاکر حاضر خدمت ہوا اور آپ سے استفسار کیا آپ نے نہایت عمدگی سے اس مقام کو حل کیا۔ اور مطلب واضح کر کے اس کی تسلی کرادی۔ (ص ۳۵)

اخون زفر کوہستانی جو آپ کے خلفاء و مسترشدین میں سے ایک مشہور عالم و فاضل تھے۔ اپنے ایک عربی مکتوب میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں زمانۂ طالعلمی میں علاقہ یوسف زئی کے ایک گاؤں خلا ما میں تحصیل علم کے لئے ایک جید عالم کے ہاں سکونت پذیر تھا۔ ان دنوں اپنے استادِ اجل سے شرح عقائد جلالی کا حاشیہ اخون یوسف پڑھا کرتا تھا۔ میرے استاد کا تعلق استفادہ باطنی حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار قدس اللہ العزیز سے تھا۔ اور بارہا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوجایا کرتا تھا۔ حاشیہ اخون یوسف پڑھتے وقت ایک مقام ایسا آیا ہے کہ بہت مشکل اور پیچیدہ تھا۔ میرا وہ فاضلِ اجل استاد بھی اس کو حل نہ کر سکا اور مجھے سمجھا نہ سکا۔ پندرہ روز تک سبق اس غرض کے لئے ناغہ ہوتا رہا کہ سوچ کر اس مقام کو حل کیا جائے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ مسئلہ لاینحل ہی رہا۔ انہی ایام میں استاد حسب معمول اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ اس دفعہ میں بھی ساتھ ہوگیا۔ اور دل میں یہ ارادہ کیا کہ وہاں پہنچ کر مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا۔ اور کتاب کے اس مقام کے متعلق استفسار کر کے تسلی حاصل کروں گا اگر وہ واقعی ولی کامل اور خدارسیدہ بندہ ہے تو وہ ضرور حل کر سکے گا۔ دل میں یہی خیال لے کر میں حاضرِ دربار ہوا۔ پنجشنبہ کا دن تھا میں جب داخل مجلس ہوا تو حضرت شیخ اس وقت حسب معمولِ پنجشنبہ اپنے خاص مریدوں کو تصوف و سلوک کے متعلق

Marfat.com

وعظ ارشاد فرما رہے تھے۔ دورانِ وعظ ہی میں میرے اور میرے استاد کا اکرام و اعزاز
کیے گئے۔ بس تو ازاں سلسلۂ وعظ و نصیحت یوں جاری تھا آپ زبان فیض ترجمان سے
پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ سلوک کے مسائل بیان فرما رہے تھے۔ باتوں باتوں
میں آپ نے علم کلام اور علم معقول کے مسائل شروع کئے اور پھر کلامی مسائل کو نہایت
تحقیق و تدقیق کے ساتھ عالمانہ طور پر بیان فرماتے گئے یہاں تک کہ ان مسائل کے متعلق
آپ نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ حاشیہ اخون یوسف کا وہ لاینحل مسئلہ اس سے
خود بخود بڑی آسانی کے ساتھ حل ہوا۔ آپ کی توضیح سے میرے دل کا عقدہ وا ہوا
اور کتنے دنوں کا وہ مغلق اشکال یک دم کافور ہوا۔ پھر آپ نے مجھ فقیر کی طرف
نظر اٹھا کر دیکھا۔ تبسم فرمایا۔ جس کے بعد آپ کی عقیدت میرے دل پر نقش ہو گئی (ص ۲۵۸)

حضرت شیخ کے ان چند واقعات علمی مشغلہ ان کے ہاں کتابوں کی کثرت وعظ و نصیحت
اور مسائل علمیہ کی عالمانہ تحقیق و تدقیق اور علمی مجالس سے قارئین نے اندازہ لگایا ہوگا کہ
حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی شان کس قدر بلند و برتر تھی۔ بد قسمتی سے آج حضرت
شیخ کی اولاد و احفاد مریدین و معتقدین کی نظروں سے آپ کی یہ حیثیت اور آپ کا یہ
علمی رتبہ بالکل اوجھل ہے اور وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آپ کی عالمانہ شان کیسی تھی۔
حقیقت یہ ہے کہ کامل درویشی علم کے بغیر ہو بھی نہیں سکتی۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ
الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علماء ہوتے ہیں) اللہ
تعالیٰ سے خشیت ہی تو کامل بزرگی اور اعلیٰ درجہ کی درویشی ہے۔ اور نص قرآنی کے رو سے
یہ مرتبۂ خشیت ان کو حاصل ہو سکتا ہے جو علماء ہوں۔ نرے پڑھنے لکھنے والے حروف
شناس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور احکام و اوامر کے جاننے والے مراد
ہیں۔ حضرت شیخ عبد الحلیم لکھتے ہیں "فقرا ہمہ وقت اقتداء بہ علما کنند" یعنی درویش و
فقیر لوگ ہمیشہ مسائل میں علماء کی پیروی کیا کرتے ہیں۔ اور فرمایا۔ عزیز من! علماء را باید

Marfat.com

کہ درویشیں باشد و درویشیں را باید کہ عالم بود۔ (مقاماتِ قطبیہ صنٓ۲۲۲۔ (اے میرے عزیز عالم کو چاہیئے کہ وہ درویش ہو جائے اور درویش کو چاہیئے کہ وہ عالم ہو)
اور حضرت شیخ رحمکار کا جو مقولہ گزر چکا ہے کہ "علم بہ عالماں گذشتم" وہ محض تواضعاً اور جذبہ کمالِ عبدیت کی بنا پر فرمایا ہے۔ ورنہ ان علوم ظاہرہ اور فنونِ مختلفہ کے جاننے میں بھی وہ بہت بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ "نور اللّٰہ مرقدہٗ و رزقنا اللّٰہ من علومہ حظاً وافراً"۔

فائدہ علمیہ

عبدیت کے متعلق حضرت شیخ کا مقولہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ اور اب اس موقعہ پر پھر اس کا ذکر آ گیا۔ میں تو جب بھی آپ کا یہ مقولہ دیکھتا ہوں۔ کہ
"شیخی بہ شیخاں بخشیدم و پیری بہ پیران بخشیدم وسلوک بہ سالکان بخشیدم وتصوف بہ صوفیان بخشیدم و من بر آنم کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زنجیر بندہ گری در گردن من انداختہ واو تعالیٰ زنجیر از گردن من بدر نہ گرداند"
تو خدا شاہد ہے کہ دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور حضرت شیخ کی عظمت وحرمت کا ایک خاص اثر اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی جب اُن تمام کمالات اور فضائل و مناقب کا تصور کرتا ہوں۔ جو "اللہ کے کسی بندہ" میں جمع ہو سکتے ہیں۔ تو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ واقعی حضرت شیخ رحمکار جامع الکمالات والفضائل تھے۔ آپ نے خود تو اپنے آپ کو جذبہ عشق و عبدیت میں کچھ نہ سمجھا تھا اور درویشی۔ علمیت، شیخت، پیری، تصوف، سب کچھ دوسروں کو چھوڑ ملا گئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ سب چیزیں آپ میں بدرجۂ اکمل موجود تھیں۔ بلکہ اس زمانہ میں ان علاقوں میں جس کسی کو ان کمالات و فضائل میں سے جو کچھ بھی

Marfat.com

ملا آپ ہی کی توجہ و صحبت سے نصیب ہوا ہے۔ آپ ہی منبع فیوض و برکات تھے اور آپ ہی کی ضیا افشانی سے تمام ملک منور ہو رہا تھا۔ اور ہو رہا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موقع پر میں عبدیت کی ذرا تشریح و تفسیر بھی عرض کر دوں۔ تاکہ اس سے "بندہ گری" کی پوری حقیقت قارئین کے سامنے واضح ہو جائے۔ اور وہ پھر اسی آئینہ میں حضرت شیخ رحمکارؒ جیسے "بندۂ خدا" کی ساری زندگی کی تصویر دیکھ سکیں۔ اور پھر خود یہ فیصلہ کر سکیں۔ کہ جس "بندۂ خدا" نے یہ فرمایا تھا کہ ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست　　　مے بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اس نے دنیا میں رہ کر اپنی زندگی کن پابندیوں میں گزاری ہوگی۔ اور اس نے دوست کے خاطر خواہ کتنے کام کئے ہوں گے۔ میں "عبدیت" و "معبودیت" کی ان اصطلاحات شرعی کی تشریح حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "التکشف عن مہمات التصوف" اور حضرت قدس سرہٗ کے بعض دوسرے مواعظ سے استفادہ کر کے لکھ رہا ہوں۔ نیز مولانا عبدالباری ندوی مدظلہٗ نے اپنی کتاب "تجدید تصوف و سلوک" میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے بھی اخذ کر کے لکھتا ہوں۔

عبدیت کی تفسیر و تشریح۔ شریعت کی اصطلاح میں عشقی اور طبعی حال یا ایمان و عمل کے کمال کا نام عبدیت یا غلامی ہے۔ یعنی خدا و رسول کی ہر بات کو بے چون و چرا ماننا اور کرنا اور اس کی رضا اور خوشی میں اپنی خوشی دیکھنا اور پانا۔ شریعت مطہرہ کے احکام و اوامر کے ساتھ ہمارا طرز و انداز اور طریق کار بالکل وہ ہونا چاہئے۔ جو ایک عاشق کا معشوق کے ساتھ اور مملوک یا غلام کا اپنے مالک کے ساتھ ہوتا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ کہا جو آپ مقرر کریں پھر پوچھا کہ تو کیا کھایا کرتا ہے۔ کہا جو آپ کھلائیں۔ اسی طرح لباس کے متعلق سوال کیا۔ تو جواب دیا جو آپ پہنائیں۔ غرض غلامی کی حقیقت ہی یہ ہے۔ کہ مالک و مولیٰ

Marfat.com

کے حکم و مرضی کے سامنے اپنی خواہش و مرضی کو فنا کر دینا۔ جب مجازی غلامی کا یہ اقتضاء ہے۔ تو کیا خدا کے ساتھ جو علاقہ ہے۔ وہ غلامی نہیں۔ بلکہ اگر غور کرو تو خدا کے ساتھ تو ہم کو حقیقی غلامی کا تعلق ہے۔ انسانی غلامی سے تو انسان آزاد بھی ہو سکتا ہے۔ برخلاف خدا کی غلامی کے۔ کہ اس کا طوق ہماری گردن سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ اس غلامی سے آزادی کی یہی صورت ہے کہ نعوذ باللہ ہم بندے نہ رہیں اور خدا خدا نہ رہے۔"

انسان کی آفرینش کا مدعا عبدیت ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

پس معلوم ہوا کہ دنیا میں اس کو جس بات کے حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ وہ یہی عبدیت کی حالت ہے یعنی دنیا میں انسان کو اس لئے بھیجا ہے۔ کہ وہ اوامر و نواہی کو پورا کر کے عبدیت حاصل کرے۔ اوامر و نواہی کا تعلق زیادہ تر افعال و اعمال سے ہے۔ خواہ وہ اصطلاحی عبادات ہوں یا معاملات و معاشرات و اخلاق سب کو پورا کرنا ہی عبدیت یا بندگی ہے۔ اسی طرح عبد کی حیثیت سے ہم کو اوامر و نواہی کے اسرار و مصالح معلوم کرنے کا بھی نہ حق ہے نہ اس کی فکر میں پڑنا چاہئے۔ بس جو کچھ حکم ہو بے چون و چرا ماننا اور پورا کرنا اور اس کو عین حکمت و مصلحت جاننا چاہئے۔ بلکہ بالفرض اگر خلاف مصلحت بھی ہو تب بھی ہم کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ہم عبد یا غلام ہیں۔ بلکہ اس نیت کی بھی مجال نہیں۔ کہ یہ ہمارے لئے مصلحت ہے آخر ہم ہیں کیا چیز کچھ بھی نہیں۔ ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ ہرچہ ساقیٔ ماریخت عین الطاف است

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تو لکھا ہے۔ کہ وحدت الوجود سے بھی اصل میں عبدیت ہی کا حال و کمال مطلوب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات و احکام کے سامنے نہ صرف دنیا اور نفس کی خواہشات فنا ہو جائیں۔ بلکہ اس حال کا اتنا

Marfat.com

غلبہ ہوجائے۔ کہ حق کے مقابلہ میں اپنا یا خلق کا وجود ہی سرے سے نظر نہ آئے۔

حضرت مولانا مرحوم نے التکشف میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

یہی وہ کیفیت ہے جس کو اہلِ فن نے وحدۃ الوجود کہا ہے۔ یہ معنی نہیں جو عوام میں مشہور ہیں کہ میں بھی خدا، تو بھی خدا، اور در و دیوار بھی خدا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور بعضے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی بالکل موجود ہی نہیں۔ یہ بھی بالکل غلط اور قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ اللہ خالق کل شیئ وھو علی کل شیئ وکیل۔

حقیقت میں یہ مسئلہ حالی ہے قالی نہیں۔ وہ حال یہ ہے۔ کہ جب خدا تعالے کی ذات پیشِ نظر ہوتی ہے۔ تو دوسروں کا اور اپنا وجود کالعدم معلوم ہوتا ہے۔ بالکل ایسی مثال ہے کہ اگر ایک شخص کسی خیال میں منہمک ہو تو اس کو دوسری چیزوں کی طرف مطلق التفات نہیں ہوتا۔ اگر کوئی آواز دیتا ہے تو وہ سنتا نہیں بلکہ بعض اوقات اس قدر انہماک ہوتا ہے۔ کہ کوئی سر کے پاس آکر آواز دے یا کھڑا ہوجائے۔ تو بھی مطلق خبر نہیں ہوتی اس کیفیت میں وہ محاورہ میں مجازاً کہہ سکتا ہے کہ لاموجود الا الامر الفلانی۔ (ص ۲۸)

عبدیت یعنی قرب

غرض تصوف کی اصطلاح میں وہی وحدۃ الوجود ہے وہی وحدۃ الشہود ہے۔ وہی فنا ہے وہی قُرب ہے وہی وصال ہے جو شریعت کی اصطلاح میں عبدیت یا بندگی ہے۔ اور جس کے مشہور احادیث کے اتباع میں قُربِ نوافل و قُربِ فرائض کے عنوانات سے حضرات صوفیاء کرام نے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کی تفصیل حضرت حکیم الامت ؒ کے ارشاد کے مطابق یہ ہے کہ

جب بندہ ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے۔ تو اس کے صفات، اور شہوت، وغضب کے دواعی یا محرکات زائل ہو جاتے ہیں اور نفس میں مرضیات سے محبت اور نامرضیات سے بغض کا ایک راسخ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے اعمال حسنہ و افعال محمودہ بے تکلف صادر ہوتے و اعمال قبیحہ و افعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے شخص کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا (رواہ البخاری) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا۔ دیکھتا۔ پکڑتا اور چلتا ہے"

جب وہ مرضئ حق کے خلاف نہ کان سے کچھ سنتا ہے نہ آنکھ سے دیکھتا ہے۔ نہ اس کے خلاف ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے۔ بلکہ جو کچھ بھی دیکھتا، سنتا یا کرتا ہے بالکلیہ حق تعالیٰ ہی کی مرضی اور حکم کے تابع رہ کر۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کے کان آنکھ۔ ہاتھ پاؤں اپنے کیا رہے عملاً خدا ہی کے ہو گئے۔ ورنہ ظاہری معنی عقلاً و شرعاً محال ہیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس کے اعضا و جوارح سے سارے افعال اللہ ہی کی مرضی کے موافق سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے یوں فرمایا کہ گویا میں ہی اس کے اعضا (یعنی کان۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ پاؤں) بن جاتا ہوں"

مولانا مرحوم فرماتے ہیں

چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے اس لئے صوفیاء کرام نے اس کا اتباع کر کے یہ عنوان مقرر کیا ہے۔ کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بن جاتے ہیں۔ اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول تکثیر نوافل پر دار و مدار ہے۔ اور مجاہدہ و ریاضت میں تکثیر نوافل

Marfat.com

لازم ہے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات، اس لئے صوفیہ حدیث کی پیروی میں اس مرتبہ کو قربِ نوافل کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں صفات و افعالِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے۔ اس لئے فنائے صفات سے تعبیر کرتے ہیں۔

ایک دوسرا درجہ قُربِ فرائض کا ہے۔ جو قربِ نوافل سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور مطلب یہ کہ عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جائے۔ کہ اپنی قدرت و ارادہ کو حق کی قدرت و ارادہ کے سامنے ذوقی طور پر کالعدم جاننے لگے۔ اور افعال و اعمال میں محض بمنزلۂ آلۂ حق کے ہو جائے۔ اور حق کی مستقل مؤثریت پیش نظر ہو جائے۔ چونکہ یہ اوّل سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اوّل میں صرف فنائے رذائل تھا فنائے اختیار نہ تھا۔ اس لئے اس سے اعلیٰ ہوا۔

اور حدیث میں تقرّب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ و افضل کہا گیا ہے چنانچہ اس حدیث کا سب سے اوّل جُزء یہ ہے وما تقرب الیّ عبدی بشیءٍ احبّ الیّ مما افترضت علیہ۔ اس لئے حدیث ہی کی موافقت میں صوفیہ اس کو قربِ فرائض کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں سالک کو اپنے ذاتی صفات قدرت و اختیار پر بھی نظر نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کو فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ (التکشف صفحہ ۳۸)

تفویض

اسی عبدیت کا ایک اور عنوان تفویض الی اللہ بھی ہے۔ تفویض کا خلاصہ بھی وہی بندگی و غلامی یا عبدیت ہے۔ کہ مالک کے سامنے ہم ہماری ذات و صفات کچھ بھی ہمارا نہیں۔ سب اسی کی ملک ہیں۔ اور ہم نرے غلام اور اس درجہ تفویض الی اللہ اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ

تفویض کے یہ معنیٰ نہیں کہ مانگے نہیں بلکہ عزم یہ رکھے کہ مانگنے پر بھی نہ ملا تو

اس پر بھی راضی رہوں گا۔ ورنہ مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا۔ البتہ عین دعا یا مانگنے کے وقت بھی اس کا استحضار رہے کہ مانگنے پر بھی نہ ملا تو اس پر بھی دل سے راضی رہوں گا۔ خوب مانگے اور خوب الحاح وزاری کر کے مانگے۔ مانگنا ہرگز تفویض کے منافی نہیں۔"

بعض لوگ خود دعا کو تو مقصود سمجھتے ہیں۔ لیکن جس حاجت کی دعا مانگتے ہیں۔ اسکو مقصود نہیں سمجھتے۔ یہ غلطی ہے اور درحقیقت بڑی غلطی۔ جس کو لوگ تفویض سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس لئے کہ یہ استغناء ہے۔ حق تعالےٰ کے سامنے۔ جو عبدیت کے سراسر خلاف ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد دعا میں یہ اضافہ فرمایا کرتے تھے غیر مودع ولا مستغنی عنه ربنا۔ یعنی ہم اس کھانے کو رخصت نہیں کرتے۔ نہ اس سے مستغنی ہیں۔ صدہا حاجتیں ہیں جن میں حضور سے حاجتوں کا مانگنا ثابت ہے۔ تو ایسی چیز تفویض کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے"

پس معلوم ہوا۔ کہ شریعت وطریقت دونوں کا کمال مقصود بندگی و عبدیت ہی ہے۔ جس کو قرب و رضا بھی کہا گیا ہے۔ اور تفویض بھی یعنی مرضیات نفس کو مرضیاتِ حق میں فنا کر دینا اور اپنے اعمال کو بالکلیہ حق تعالیٰ کے احکام کے تابع کر دینا۔ عشق و محبت۔ قرب و معیت۔ وحدۃ الوجود۔ وحدۃ الشہود سب دراصل ایک ہی مضمون ایک ہی حقیقت یعنی عبدیت کی (جو خالص کتاب و سنت کا نچوڑ ہے) تعبیر و تفہیم کے مختلف عنوانات و اسالیب یا فنی اصطلاحات ہیں۔ اور تقریبِ فہم کے لئے نئی نئی تعبیرات و عنوانات یا اصطلاحات دینی و دنیوی کس علم و فن میں مناسب وقت و موافق حاجت اختیار اور وضع نہیں کر لی جاتی ہیں؟ ورنہ بڑا منشا و مدعا ان سب عنوانات و اصطلاحات کا عبد و ربّ کے اسی

Marfat.com

ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون والے منصوص تعلق عبادت و عبدیت یا بندگی و سرافگندگی کو واضح کرنا اور عملی زندگی میں اس کو پیوست کرنا ہے تاکہ حق تعالیٰ سے ہمارا وہی تعلق پیدا ہو جائے ۔ جو کسی ہمہ وقت کمر بستہ و بے عذر غلام کو اپنے مالک سے ہوتا ہے ۔ نیز ذات و صفات احاطت و معیّت اور قرب و اقربیت کی معرفت سے کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک کا وہ احسانی رنگ پیدا ہو جائے جو کسی غلام کو اپنے مالک کی عین حضوری و پیشی میں حاصل ہوتا ہے کہ اس کے چھوٹے بڑے احکام سے سر مُو تجاوز نہیں کرتا ۔ اور یہی عمل و اطاعت کا کمال ہے ۔

اور مالک بھی کیسا جو ہر طرح "کمال و جمال و نوال" کا مالک و جامع ہے ۔ جس کے ساتھ نہ صرف خشک غلامانہ بلکہ عاشقانہ وابستگی بھی لازم ہے ۔ اگر عبدیت و بندگی کا یہ تعلق عشق و محبت کے جذب و شوق سے بالکل خالی اور نرا مملوکانہ و مجبورانہ نوعیت کا ہو تو بڑی بھلی طرح احکام کی عملی اطاعت تو ہوگی لیکن قلبی رضا کارانہ علاقہ مفقود ہوگا ۔ اور "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست" کا مقام تسلیم و رضا نصیب نہ ہوگا ۔ کمال عبدیت و بندگی کے ساتھ کمال تسلیم و رضا کا تو یہ عالم ہونا چاہیئے ۔ کہ

ناخوش تو خوش بود بر جان من	دل فدائے یار دل رنجان من
نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت	سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی
فرق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب	کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

حضرات صحابہ کرام کی عملی زندگی میں خدا و رسول کی محبت نے یہی عاشقانہ رنگ تو غالب کر دیا تھا ۔ جس کی بدولت احکام کے سامنے جان ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے ۔ نہ تیر سے ڈرتے تھے ۔ نہ تلوار سے ۔ نہ اہل و عیال کی محبت مزاحم اتباع و اطاعت ہوتی

تھی نہ وطن و دیار کا اُنس مانع غربت و ہجرت ہوتا تھا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
عشق و محبت، وجودیت۔ و شہودیت سب کا بڑا مقصود وہی عبدیت کی
عملی زندگی اور اس کے کمال یعنی مقام احسان و رضا کا حصول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا
کسی کا وجود نظر میں نہ رہ جائے۔ نہ اس کے احکام کے مقابلہ میں دوسروں سے خوف و
رجا کا خیال ہو۔ نہ اپنے نفع و ضرر کا پاس ہو۔ ہر حال و خیال پر احکام کی اطاعت
فرماں برداری غالب ہو۔

اس تشریح و تفصیل کو پڑھنے اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد حضرت شیخ رحمۃ کا مذکورہ
مقولہ پھر پڑھئے۔ اور اس سے اندازہ لگائیے۔ کہ اس "بندۂ خدا" کی عملی زندگی کیا ہوگی
اور آپ کا رنگ کس طرح عاشقانہ اور محسنانہ تھا۔

بندۂ خدا کے چند فضائل و مناقب

مقاماتِ قطبیہ میں حضرت شیخ عبدالحلیمؒ نے آپ کے اخلاق و شمائل کا جو نقشہ
پیش کیا ہے۔ وہ مختصراً درج ذیل ہے۔

آپ صادق القول اور انتہا درجہ کے راستباز تھے۔ بلا ضرورت گفتگو
اور بے مقصد کاموں سے ہمیشہ احتراز رکھتے اور دُور رہتے تھے۔ معمول
یہ تھا کہ یا تو دین کی کوئی بات فرماتے یا پھر خاموش رہتے تھے۔ سنت
نبوی کے پُورے متبع تھے۔ اور تمام عمل سنت رسول اللہ کے مطابق
ہی کیا کرتے تھے۔ آپ نے حق و صداقت کے صراطِ مستقیم پر قدم رکھا
تھا۔ اور ہوا و ہوس اور خواہش نفسانی سے بالکلیہ انقطاع اختیار
فرمایا تھا۔ آپ ہر قسم کے اخلاق حمیدہ اور ملکاتِ فاضلہ سے متصف
تھے۔ اور کسی ناپسندیدہ اخلاق کا آپ میں اثر تک بھی نہ تھا۔ معرفت

Marfat.com

الٰہی آپ کو بہ درجۂ کمال حاصل تھا۔ اور اس راہ کی تمام منزلیں طے کر چکے تھے
(مقامات صد ۳۹)

افعال و اعمال حسنہ۔ اخلاق حمیدہ۔ علوم عالیہ سے آپ موصوف تھے۔ شیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔ "حضرت ایشاں دریں صفات مذکورہ کامل تر زمان خود واد لی تر اقران خود بود" محبت حق تعالےٰ بہ درجۂ کمال رکھتے تھے۔ آپ انتہا درجہ کے صابر و شاکر تھے۔ آرام و راحت، ابتلاء و مصیبت ہر حالت میں یکساں شکر گذار رہے۔ اور کسی سخت سے سخت تکلیف کے وقت کوئی کلمۂ شکایت زبان پر نہیں لایا۔ اور کسی شدت کے وقت آپ کی حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آیا۔ ہر حالت میں رضائے الٰہی کے مطابق قدم رکھتے تھے۔ آپ اپنی پسند و رضا کو ترک کر کے رضائے حق کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحلیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ خود آپ کو تو یہ مرتبۂ علیا حاصل تھا ہی لیکن آپ کی توجہ و تاثیر کی برکت سے آپ کے مریدوں کو بھی یہ درجۂ کمال حاصل ہوا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے فیض یافتہ مریدوں میں سے ایک مرید حلفیہ طور سے بیان فرمایا کرتے تھے کہ جس رات میرے گھر میں کچھ نہ ہو اور میرے بال بچے بھوکے سو جائیں۔ تو اس رات میں زیادہ خوش اور راضی ہوتا ہوں اور بھوک پیاس اور عریانی کی تکالیف سے میرے قلب پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور کسی قسم کا رنج و غم مجھے پریشان نہیں کر سکتا۔ (صد ۴۳)

اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحلیمؒ نے شیخ فتح خشک کا واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک کالا سانپ حجرہ کے اندر سے نکلا۔ اور اس نے آکر سجدہ کی جگہ پر اپنا سر رکھ دیا۔ اس فقیر حقانی نے اس چیز کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اور سجدہ ادا کرتے وقت پوری بےخوفی اور بےپرواہی کے ساتھ اس مقام پر اپنی پیشانی رکھنے لگا۔ اور بالکل یہ خیال ہی نہ کیا کہ یہاں زہریلا سانپ پڑا ہوا ہے مجھے

کوئی گزند پہنچائے گا۔ جب آپ اس طرح پیشانی رکھنے لگے۔ تو اس سانپ نے وہاں سے اپنا سر اٹھایا اور جگہ خالی کر گیا۔ جب انہوں نے سجدہ سے بہ اطمینان سر اٹھا کر جلسہ کیا تو سانپ نے پھر سجدہ گاہ پر سر رکھا۔ آپ نے پھر پوری دلاوری کے ساتھ اس جگہ اپنی پیشانی رکھنی چاہی۔ اس پر سانپ نے وہاں سے سر اٹھایا اور جگہ خالی کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ حضرت شیخ عبدالحلیمؒ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔ "آنکہ از غیر نہ ترسد و غیرے نہ بیند و از غیرے نہ اندیشد مثل ایشاں اند" (ص۴۷) یعنی جو غیر اللہ سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ غیر اللہ کو دیکھتے ہیں اور نہ غیر اللہ کے متعلق کچھ سوچتے ہیں وہ ایسے ہی حضرات ہوتے ہیں۔ اور پھر لکھا ہے۔ کہ شیخ نیچ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس جنگل کے شیر چیتے وغیرہ درندے بے تکلف آجایا کرتے تھے اور زیارت کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ اور پھر تحریر فرمایا ہے۔ "الغرض مریدانش را ایں حال بود" یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ قدس سرہٗ کے مریدوں اور آپ کے تربیت یافتہ معتقدین کی حالت یہ تھی۔ تو ظاہر ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب پھلوں کی حلاوت و لطافت اور کمال و خوبی کی یہ کیفیت ہو۔ تو اس سے اُس شجرۂ طوبیٰ کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحلیمؒ نے لکھا ہے۔ کہ اسرار شریعت کے ماہرین نے فرمایا ہے۔ کہ ذکر و فکر دو بنیادی اور اہم چیزیں ہیں۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ جس طرح ذکر لسانی اور ذکر قلبی میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ طائفہ اہل فکر میں بھی داخل تھے۔ عشق الٰہی اور محبت خداوندی کی وجہ سے اس قدر استغراق و تفکر میں تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی غم و اندوہ کی وجہ سے محزون ہیں (ص۴۸ و ۴۹) اور یہ اس لئے تھا۔ کہ "و حضرت ایشاں از عاشقان حق بود و عاشق سوختہ دل بود (ص۵۰) اور لکھا ہے۔ "از فرط استغراق معرفت و محبت

مدہوش و متحیر مے بودند و مجال دم زدن نہ داشتند (صــ۷۸) اور علاوہ ازیں لکھا ہے

حضرتِ شیخ المشائخ شیخنا غواص
بحر پردۂ کبریا بود و دریں زمانہ قطب
وحدتِ الٰہی بود و ثانی بایزید بسطامی
بود (صــ۵۸)

نیز آپ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔ کہ
حضرت ایشان از واصلانِ حق
بود و بہ دیگرے نہ پرداخت و ہیچ
مقصود غیر او نہ داشت۔ و ہیچ مطالب
را غیر او در ضمیرِ مستنیرِ او گذر و راہ نبود
و ہیچ موجود غیر از وجودِ او در نظرش
نہ بود و نہ وجود داشت و تمامی ہست
و نیست او وصلت دوست حقیقی
بود و دوستی غیر او گذاشتہ و بہ وصل
دوست نوازش یافتہ بر آں مکرم و
معظم بود و علی الحقیقت پیر تربیت و
پیر ارادت ہم او بود قدس سرہٗ العزیز
(مقامات صــ۱۲۸)

حضرت شیخ پردۂ کبریائی کے سمندر
کے غواص یعنی غوطہ لگانے والے ماہر تھے
اور اس زمانہ میں وحدتِ الٰہی کے قطب
تھے۔ اور دوسرے بایزید بسطامیؒ تھے

آپ حق تعالےٰ کے واصلین میں سے
تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے
کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اس کے سوا
اور کسی کو مقصود نہ رکھا۔ اور اس کے
قلب مبارک میں اللہ کے سوا کسی دوسرے
مطلب کا کبھی گذر بھی نہ ہوا۔ اور خدا تعالیٰ
کے وجود کے سوا کوئی اور موجود اس کی
نظروں میں نہیں تھا۔ نہ کسی موجود کا وجود
سمجھتے تھے۔ اور دوستِ حقیقی کا وصال
ہی آپ کے ہاں سب کچھ تھا۔ غیر اللہ کی
دوستی کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ اور دوستِ
حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے وصال سے
نوازا گیا تھا۔ اور اسی سے مکرم و معظم تھا
اور حقیقت یہ ہے کہ وہی پیر ارادت اور
پیر تربیت تھے۔ قدس سرہ العزیز

یعنی وحدت الوجود کہیئے یا وحدت الشہود، مرتبہٴ قرب و وصال کہیئے یا مرتبہ عبدیت و عبودیت" آپ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھتے تھے اور غیر اللہ کا وجود آپ کی نگاہوں کے سامنے بالکل نہ تھا۔

آپ کے تواضع وخاکساری کے واقعات وحالات بہت ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ عبد الحلیمؒ کی یہ شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔

وحضرت شیخ المشائخ شیخنا قدس سرہٗ کثیر التواضع بود و از کبر و خودی بالکل منقطع بود و دور بود (ص۱۱)

ہمارے حضرت شیخؒ بہت بہت تواضع وفروتنی کرنے والے تھے اور تکبر و خود پسندی سے بالکل علیحدہ اور بہت دور تھے

آپ مخلوق خدا کی خاطر مدارات ہر حیثیت سے بہت زیادہ کرتے تھے۔ اور ان کی خبر گیری اور آرام رسانی میں خاص اہتمام سے کام لیتے تھے۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ چیونٹیوں کے بلوں میں جاکر غلہ ڈال دیتے تھے[۱]۔ تاکہ اُن کو بہ آسانی غذا مہیا ہو۔ اور اسی طرح دوسرے جانوروں کو اُن کے کھانے کی چیزیں مہیا کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبد الحلیمؒ نے اس قسم کے واقعات نقل کرکے اُن کے آخر میں ضیاء الدین نخشبی کا یہ قطعہ لکھا ہے۔

نخشبی خوئے خوش کجا یابند | طیب صندل بہر خسے نہ دہند
خُلقِ نیکو سعادت ابدی ست | ایں سعادت بہ ہر کسے نہ دہند

---

[۱] حضرات صحابۂ کرام میں سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ چیونٹیوں کو روٹی چورا کرکے کھلایا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کو اُن پر رحم آیا کرتا تھا

(اسوہ صحابہ ج ۲ ص۳۸۶)

اولیاءِ عصر اور اُن سے آپ کی ملاقاتیں

اخون پنجو بابا رح پہلے بھی گذر چکا ہے کہ حضرت اخوند پنجو بابا رحمۃ اللہ علیہ (اکبر پورہ) آپ کے والد ماجدؒ اور اس خاندان کے مسترشدین و مستفیدین میں سے تھے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ بہادرؒ کے ہاں اُن کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کے زمانۂ طفولیت میں اُن سے حضرت شیخؒ کی ملاقات ہوتی رہی ہے۔ آپ نے بچپن ہی میں اپنے مُرشد زادہ کے چہرۂ انور میں نجابت و شرافت اور ولایت و تقرب عند اللہ کے آثار محسوس کئے۔ دعائیں دیں۔ اور تمنّا ظاہر کی کہ وہبی طور سے محض خداوندی فضل و کرم اور رحمت بے پایاں کی بنا پر جو کچھ درجہ و مقام بلند آپ کو ملنے والا ہے۔ کاش وہاں پہنچ کر مجھے بھی اپنی عنایات سے بہرہ ور فرمائیں۔ بچپن ہی میں آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی سب کچھ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور اُن کی توجہ سے مل رہا ہے۔ آپ بھی اُس دربار کی طرف متوجہ ہو کر اپنے لئے درخواست کیجئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ذکر ہے۔ کہ حضرت اخون پنجو رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو الہاماً وفات کی اطلاع دی گئی۔ آپ راتوں رات وہاں تشریف لے گئے۔ اور نمازِ جنازہ میں بھی شامل ہوئے۔ واللہ اعلم۔

پیر سباق رح آپ کے عصر سے کچھ زمانہ پہلے کے مشہور بزرگوں میں سے سید سباقؒ صاحب بھی تھے۔ جو پیر سباق کے نام سے مشہور ہیں۔ والد ماجدؒ کی وفات کے بعد جوانی ہی کے زمانہ میں حضرت شیخ رحمکارؒ دو دفعہ سید سباق کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ ان کے پاس بیٹھے۔ گفتگو کی اور واپس ہوئے۔ (مجمع البرکات صـ۳۵۹)

Marfat.com

اخون سالاکؒ

اخون سالاکؒ یا اخون چالاکؒ اصل میں ملک ترکستان کے ایک صاحب املاک و جائداد بزرگ تھے۔ ترک وطن کرکے اخون پنجو صاحبؒ سکنہ اکبر پورہ کے ہاں آئے۔ تاکہ مرشدِ کامل سے تزکیۂ باطن کرکے پھر کافروں سے جہاد کرنے میں مشغول ہو جائے۔ حضرت اخون پنجوؒ سے بیعت کی۔ اور مناسب تربیت حاصل کرنے کے بعد پیر سے اجازت حاصل کی۔ اور شمالی کوہستان اباسین (دریائے اٹک) کے کفار سے جہاد کا ارادہ کیا۔ اور اس غرض کے لئے تیاریاں کیں۔ حضرت اخون پنجوؒ نے دعائیں دیں اور بہ طور تبرک ایک سواری اور ایک تلوار حوالہ کرکے روانہ کیا۔ اور ساتھ ہی وصیت کی کہ میدان جہاد میں جانے سے قبل ایک دفعہ حضرت شیخ رحمکارؒ کے پاس بھی ضرور زیارت کے لئے چلے جاؤ۔ اور اس سے دُعا کی درخواست اور کچھ امداد طلب کرو۔ اخون سالاکؒ کو پہلے سے کچھ عقیدت حضرت شیخؒ کے ساتھ نہ تھی۔ محض اپنے مُرشد کے حکم کی تعمیل میں ملاقات کے لئے حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ اور دل میں فیصلہ کیا کہ اگر وہاں جاکر میں نے کچھ بزرگی کے آثار محسوس کئے۔ شرعی احکام و قوانین کے مطابق سارا معاملہ دیکھا تب دُعا اور امداد طلب کروں گا۔ ورنہ گفتگو کرکے اس کی اصلاح کی کوشش کروں گا۔ جب وہاں پہنچ کر حضرت شیخؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخؒ نے انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ اخون صاحب کو مصلے پر بیٹھایا۔ مصلے پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اس نے باطنی طور سے روحانی اثرات محسوس کئے اور سمجھ گیا کہ حضرت شیخؒ کا رتبہ اور شان کیا ہے۔ آپ نے حضرت شیخؒ کو بار بار کہا کہ آپ بھی مصلے پر تشریف رکھئے۔ مگر آپ فرماتے رہے کہ "اے اخون مرا توانائی نیست کہ یکجا بہ عالمان نشینم" (اے اخون میری یہ طاقت نہیں کہ علماء کے ساتھ یکجا بیٹھ جاؤں) اخون صاحب نے فرمایا "عالم کلاں توئی (بڑے عالم تو آپ

بہی ہیں) اسی طرح گفت گو ہوتی رہی۔ پھر حضرت اخون سالاکؒ نے ایک مسئلہ چھیڑا جس پر جانبین سے دلائل شروع ہوئے۔ اور چاشت کے وقت سے لے کر وقت زوال تک علمی بحث جاری رہی۔ آخر اخون صاحبؒ لاچار و عاجز ہوئے۔ اور آزردہ سے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا اے اخون ناراض نہ ہوجائیے مسئلہ کی حیثیت تو یہ ہے جو واضح کرچکا ہوں۔ لیکن اگر آپ چاہیں اس بارے میں جو شرعی عذر ہوسکتا ہے وُہ بھی آپ کے سامنے بیان کردوں گا۔ اور اس طرح اخون صاحب کی پوری تسلی کرادی جب آپ کی مجلس سے رخصت ہوکر اخون صاحب چلے گئے۔ تو اُن کے مریدوں نے پوچھا کہ حضرت آپ نے کیا دیکھا اور سمجھا۔ فرمانے لگے۔

ایں مردِ خدا چنیں مرتبۂ عالی دارد کہ از طفیل برکتش خدائے تعالیٰ مرا مکۂ معظمہ دریجا نمودہ کہ وقت نماز بدو شان آمدہ و فقیر چہل سال آرزوئے آں داشتہ میسّر نشدہ اکنوں بحمداللہ کہ بدرکے او دیدیم۔ (مجمع البرکات ص۲۸۶)	یہ باخدا شخص اتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے کہ اس کی برکت کے طفیل سے میں نے یہاں مکہ معظمہ دیکھا۔ کہ نماز پڑھتے وقت اس کے سامنے آیا۔ میں چالیس سال سے یہ آرزو رکھتا تھا مگر یہ سعادت حاصل نہ ہوسکی تھی۔ بحمداللہ آج ان کی برکت سے میں نے دیکھ لیا۔

میاں شمس الدین صاحب مرحوم کی کتاب اور تحفۃ الاولیا اخون پنجو باباؒ میں لکھا ہے۔ کہ بحث و گفت گو کے بعد جب اخون صاحبؒ کی عقیدت مستحکم ہوگئی اور متاثر ہوا۔ تو آخر میں اس نے کہا کہ حضرت! میں کافروں سے جہاد کرنے میں مشغول ہوں اور اب بھی اُن سے لڑنے کے لئے اور کلمۂ اسلام پھیلانے کے لئے کوہستان اباسین کی طرف جارہا ہوں۔ آپ دعا بھی کیجئے اور اس موقع پر کچھ مالی امداد و اعانت بھی کیجئے۔ آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

Marfat.com

کہ جاؤ وہاں کچھ مل جائے گا۔ اخون صاحبؒ مجلس سے نکلے۔ اور مشرق کی جانب حسب اشارہ حضرت شیخ رحؒ روانہ ہوگئے۔ مشرق کی جانب دامن کوہ میں ایک بہت بڑے جنگل کے اندر آپ کے خلیفہ ارشد حضرت فقیر جمیل بیگ صاحب مقیم تھے۔ یہ اشارہ اُن کی طرف چلے جانے کے لئے تھا۔ اخون صاحبؒ اُن کے پاس گئے۔ فقیر صاحب نے بڑی آؤبھگت کی۔ اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد اخون صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو حضرت شیخ رحمکارؒ نے اس مقصد کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ آپ میری مالی امداد کریں گے۔ فقیر صاحب نے فرمایا کہ میری کیا بساط ہے میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ لیکن خیر جب آپ کو ایسے شیخ کامل نے بھیجا ہے تو لیجئے توکلاً علی اللّٰہ۔ کپڑے بچھا دیجئے۔ انہوں نے کپڑے بچھا دیئے۔ اور آپ نے ان کو سنگریزوں سے بھر کر اور باندھ کر ان کے حوالے کر دیئے۔ اور اخون صاحب کے خادم اور لشکر کے سپاہی اُسے اٹھا کر لے گئے۔ کچھ فاصلہ پرے جانے کے بعد انہوں نے کھولا کہ دیکھیں۔ اس میں کیا ہے سنگریزوں کے اٹھائے لئے پھرنے سے کیا فائدہ؟ کھول کر دیکھا تو وہ سونے اور چاندی کے ٹکڑے تھے۔ چنانچہ اسی مال سے جہادِ کفار میں بہت بڑا کام لیا گیا۔[1] اور حضرت شیخ رحمکارؒ اور اُن کے متعلقین کے ساتھ حضرت اخون صاحب کی عقیدت و ارادت اور بھی بڑھ گئی۔ (مناقب میاں شمس الدین صاحب قلمی ص ۲۱۹)

---

[1] حضرت شیخ رحمکارؒ کے ہاں سے بزرگانہ دعائیں اور بطور کرامت سیم و زر کی امداد لیکر اخون صاحبؒ روانہ ہوئے۔ جہانگیرہ کے قریب دریائے کابل کو عبور کر کے علاقہ صوابی میں پہنچے۔ تمام قوم اباخیل اور قوم رزڑ کو مقام شیخ جانان پر جہاں کا سردار عمر خان ایک مردِ صالح تھا۔ جمع کیا۔ تمام لشکر کو لے کر وہاں سے پنجبار آیا۔ باگو خان خان پنجبار بھی ان کے ساتھ شاملِ لشکر ہوا۔ وہاں سے اخون صاحب اس تمام لشکرِ مجاہدین کو ساتھ لے کر

Marfat.com

حضرت سید آدم بنوریؒ

حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفاء نامدار اور اُس عصر کے مشہور بزرگوں میں سے حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ایک دفعہ ہندوستان سے افغانستان جاتے ہوئے سرائے اکوڑہ پہنچے حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکارؒ کو جب ایک ایسے ولی کامل اور مرد باخدا کے اس علاقہ میں پہنچنے کی اطلاع ہوئی۔ تو اعزاز و اکرام کے طور پر خود اکوڑہ تشریف لے گئے۔ اُن سے ملاقات کی اور اپنی خانقاہ میں تشریف

(بقیہ حاشیہ صد ۱۰۹) مداخیل اور حسن زئی گیا۔ کفار کا بڑا سردار ڈوما نامی تھا۔ اس کے ساتھ شدید لڑائیاں ہوئیں۔ اور علاقہ پکلی۔ الائی۔ نندیاڑ اور کوہستان چلاس تک کے کافروں کو شکست دیتا اور مسلمان کرتا رہا۔ اور اس طرح تمام کوہستان اباسین میں اخون صاحب نے اسلام پھیلایا۔ ان علاقوں کی تسخیر کے بعد اخون صاحب نے خصوصی انعام کے طور پر باگو خان خان پیجار کو اپنی خاص تلوار۔ عمر خان خان زرڑ شیدہ کو اپنا سجادۂ خاص اور ایک دوسرے خان زرڑ کو ڈوما کی لڑکی نکاح میں اور تیسرے خان زرڑ کو ڈوما کی بیوی نکاح میں دیدی کہتے ہیں۔ کہ قبیلہ رانی زئی ان خواتین کی اولاد ان دو عورتوں سے ہے (واللہ اعلم) اخون سالاکؒ اُسی علاقہ کے مقام کابل گرام میں مقیم ہو گئے۔ وہاں وفات پائی اور وہاں مدفون ہوئے۔ اور اُن علاقوں میں آپ کی اولاد ہزاروں کی تعداد میں موجود ہے۔ اخون سالاکؒ کے بہت سے مریدین تھے۔ جن میں سے ایک شاہ ڈنڈ بابا (ہوتی مردان) بھی ہیں۔ حضرت اخون سالاکؒ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ جن میں سے نشادی عربیہ۔ بحر الانساب۔ اور غزویہ مشہور کتابیں ہیں۔ اس آخری کتاب میں آپ نے وہ تمام واقعات تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔ جو بنیر و کوہستان وغیرہ علاقوں کے کفار کے ساتھ جہاد کرتے وقت پیش آئے تھے۔ تینوں کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ ضمناً کچھ کچھ عربی بھی آجاتی ہے۔ اور ایک کتاب اپنے مرشد اخون پنجوؒ کے مناقب و فضائل میں لکھی ہے۔
(تحفۃ الاولیاء صد ۳۱۳۳)

Marfat.com

لانے کی دعوت دی۔ وہ اکوڑہ سے خانقاہ میں تشریف لے آئے۔ حضرت شیخ نے ان کی خوب مہمان داری خاطر تواضع کی۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا۔ تو حضرت بنوریؒ نے آپ سے ارشاد فرمایا۔

اے حضرت شیخ! شما بیائید نماز بیں شمایان گذارم شاید کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ بہ برکتِ نمازِ شما بہ من و بہ یارانِ من رحم فرمائد۔

اے حضرت شیخ! آپ آجائیے کہ آپ کی اقتداء میں نماز ادا کروں شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نماز کی برکت سے مجھ پہ اور میرے ساتھیوں پر رحم فرمائے۔

حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ ہرگز امامت شما نہ کنم" (میں آپ کی امامت نہیں کرونگا) اس طرح طرفین میں اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ آخر کار حضرت بنوریؒ نے فرمایا برائے ما امامت کن دیگر ہرچہ کنی (ہمیں نماز پڑھائیے باقی آپ جو کرنا چاہیں کریں۔ آخر کار حضرت شیخ رحمکارؒ اُٹھے۔ مصلے پر کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھائی۔ تین دن تک حضرت بنوریؒ وہاں مہمان رہے۔ علمی صحبتیں رہیں۔ اور تیسرے روز رخصت ہوگئے۔ اور راستہ میں مریدوں سے فرمایا۔

چند نماز ہا پس شیخ خود احمد سرہندیؒ گذاردہ بودم و ایں پانزدہ پس ایشاں دیگر ہیچ نماز پنجگانہ بدیں طریق نہ بجز توانائی دارم کہ بگذارم نہ دیگرے بداں نوع طاقت دارد

(مجمع البرکات صفحہ ۵)

چند نمازیں میں نے شیخ احمد سرہندیؒ کے پیچھے پڑھی تھیں۔ اور پندرہ نمازیں اب ان کے پیچھے پڑھیں۔ ان کے علاوہ نماز پنجگانہ میں سے کوئی نماز نہ میں خود اس طرح پڑھ سکتا ہوں اور نہ اور کوئی ایسا ہے کہ اس کے پیچھے اس طرح ادا کرسکوں

جاتے وقت حضرت بنوریؒ نے فرمایا۔ کہ میں حج بیت اللہ[1] کے لئے جا رہا ہوں

---

[1] حضرت آدم بنوریؒ کے سفر حج کا یہ واقعہ ۱۰۵۰ھ کا ہے۔ حضرت شیخؒ سے ملاقات

Marfat.com

آپ اپنی اولاد میں سے کسی کو ساتھ کیجئے۔ کہ اس سفر میں میرے ساتھ رہے۔ آپ نے صاحبزادہ محمد گل صاحب کو اُن کے ہمراہ سفر حج پر بھیجدیا۔

حاجی بہادر صاحبؒ کوہاٹی

حاجی عبداللہ کوہاٹیؒ جو حاجی بہادرؒ کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اُس دور کے اولیاء نامدار اور بزرگان باوقار میں سے تھے۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کے ساتھ اُن کی آٹھ ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ صاحب مجمع البرکات کا بیان ہے کہ تین مرتبہ خود شیخ رحمکارؒ اُس کی ملاقات کے لئے کوہاٹ تشریف لے گئے ہیں۔ اور پانچ مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ دو مرتبہ تو ہندوستان آتے جاتے وقت ملاقات کی۔ اور تین مرتبہ پشاور میں ملاقات ہوئی۔ یہ ساری ملاقاتیں ظاہر و باطن کے فوائد اور آپس کے اخذ و استفادہ کے اعتبار سے نہایت کامیاب ملاقاتیں تھیں۔ خوب علمی اور روحانی صحبتیں ہوئیں۔ اور ایک دوسرے سے روابط و تعلقات بڑھ گئے۔

حضرت مجدّد الف ثانی

"الف ثانی" کے مجدّد اور ایک شہرہ آفاق بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۳۴ھ میں ہوئی ہے۔ اور اسی زمانہ میں حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکارؒ بھی ہزاروں بندگان خدا کی تربیت باطنی کرتے اور احکام خداوندی کی اشاعت فرماتے تھے۔ حضرت مجددؒ سے آپ کی ملاقات کی کوئی روائیت ثابت نہیں۔ البتہ صاحب مجمع البرکات نے باہمی مکاتبت کی تفصیل ذکر کر دی ہے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت مجددؒ نے اہم معتبر مریدوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور ان کے ہاتھ اپنا ایک خاص والا نامہ ارسال کیا۔ جس کا مکمل مضمون کسی کو معلوم نہیں

(بقیہ صـ۱۱۱) حضرت شیخؒ سے ملاقات بھی گویا اس سنہ میں ہوئی۔ یعنی آپ کی وفات سے ۱۳ سال قبل؟

Marfat.com

ہو سکا۔ حضرت شیخ رحمکار ؒ نے حضرت مجدد ؒ کا وہ مکتوب گرامی بڑے احترام سے لیا۔ اور مطالعہ کیا۔ اُن حضرات کو خلوت میں لے جا کر اُن سے باتیں کیں۔ استفسارات فرمائے اور فرمایا۔ کہ تم کچھ عرصہ یہاں خانقاہ میں ٹھہرو۔ پھر جواب لکھ کر تم کو واپس رخصت کر دوں گا۔ وہ کافی دنوں تک خانقاہ میں رہے۔ بہت دنوں کے بعد انہوں نے پنجشنبہ کے روز نماز ظہر کے بعد عرض کیا۔ کہ کافی مدت گذر گئی ہے۔ حضرت شیخ سرہندی ؒ بھی انتظار میں ہوں گے۔ جواب عنایت فرما کر رخصت کیجئے۔ حضرت شیخ ؒ کے خاص مریدوں میں سے شیخ جمال الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا۔ خلوت خاص میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مفصل جواب لکھوایا۔ آپ نے کیا لکھا تھا۔ ان اسرار و رموز کو اشارات ہی میں نقل کیا گیا ہے۔ بہر حال اس روایت سے اتنی بات ثابت ہوئی کہ حضرت مجدد ؒ سے آپ کا ربط و تعلق ضرور رہا ہے۔

واقعۂ وفات

آپ کا مرضِ وفات یُوں تو سال بھر تک ممتد رہا۔ لیکن ۴۱ روز تک بالکل صاحبِ فراش رہے۔ اور ۳ رجب کو مرض نے شدید صورت اختیار کی۔ اس بیماری میں سال بھر تک آپ باوضو قیام کے ساتھ باقاعدہ معتاد طریقہ سے نماز پڑھتے رہے اور عزیمت پر عمل کیا۔ حالانکہ آپ کو مرض کی سخت تکلیف لاحق تھی۔ اور عزیمت کے ساتھ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ عموماً دو آدمی پکڑ کر آپ کو اپنے مقام تک پہنچاتے تھے۔ اس بیماری سے قبل حیاتِ طیبہ میں اور بیماریوں میں آپ ایسا نہ کرتے تھے۔ بلکہ رخصتِ شرعی پر عمل پیرا ہو کر تیمم کیا کرتے تھے اور بیٹھ کر یا اشارہ سے جس طرح طاقت رکھتے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ (مقامات و مجمع البرکات)

آپ کے بھائی شیخ عفانؒ ہمیشہ تیمارداری اور خبر گیری کے لئے حاضرِ خدمت رہتے تھے۔ آپ نے شیخ عفان کو وصیت فرمائی تھی۔ کہ جب مرض کی شدت بڑھ جائے تو بوقتِ وفات کسی بیگانہ شخص کو میرے قریب آنے نہ دیجئے۔ کیونکہ

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھے خداوندی اسرار اور راز کی باتوں کے اظہار سے محفوظ رکھا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرض کی شدت میں میں کوئی بات ظاہر کروں۔ اور لوگ اس کو فاش کر کے عام کر دیں۔ تو یہ اچھا نہ ہوگا

حق سبحانہٗ تعالیٰ مرا از اظہارِ اسرارِ ربّی محفوظ داشتہ مبادا کہ من در شدّتِ مرض چیزے ظاہر کنم و آنہا آں را فاش کنند خوب نخواہد بود

(مقاماتِ قطبیہ صہ ۱۷۱)

حضرت شیخ جمال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ۱۶ رجب کو آپ نے اپنے خواص مریدین و خلفاء میں سے ۷۰ آدمیوں کو بلایا اور انہیں خاص خاص نصیحتیں کیں۔ باریک علمی مسائل تصوف و سلوک کے سمجھائے اور چار روز تک متواتر اسی طرح

Marfat.com

ہر نوع کی بہت سی وصیتیں ہم کو فرمائیں اور ان دنوں میں ہم ان خاص آدمیوں کے سوا کسی اور کو آپ کے پاس نہیں چھوڑتے تھے۔	بسیار وصیت ہا از ہر نوع بما یاں فرمودند۔ دیگر ہیچ کس تردایشاں دراں روزہا نہ گذاشتیم (مجمع البرکات)

اس بیماری میں آپ کی زبان مبارک سے دو باتیں نکلی تھیں۔ جن کو صاحب مجمع البرکات نے شیخ جمال الدین صاحب کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور مقامات قطبیہ میں بھی موجود ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بستی جہاں میں اب سکونت پذیر ہوں۔ بالکل اُجڑ جائے گی۔ اور فرماتے۔ یارب العالمین! اس مقام کو اس طرح ویران وغیر آباد کرو گے کہ اس کو دیکھنے والوں میں سے پھر کوئی یہ نہ سمجھ سکے گا کہ یہاں بھی کبھی آبادی رہی ہے۔ اور اُن کو پتہ تک نہ لگ سکے گا۔ کہ یہاں بھی کبھی جوانمردوں کے مکانات تھے اور یہاں وہ سکونت کر گئے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ آپ نے شیخ عفانؒ کو مخاطب کر کے بار بار اپنے بقاباللہ اور فنافی اللہ کے متعلق تقریر فرمائی۔ اور اس سلسلہ میں اپنی حیات طیبہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا۔ جو ایک دفعہ اکوڑہ سے واپس آتے ہوئے راستہ میں پیش آیا تھا۔ اور جب کہ

محبت کے بادلوں میں معرفت کی بجلی کوندی۔ اور جمال ذات کے مکاشفہ کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور فنافی اللہ اور بقاباللہ کے درجۂ کمال تک پہنچایا۔ اور کون ومکان سے آگے بڑھ کر وہاں پہنچا جہاں نہ رات تھی نہ دن۔ نہ آسمان اور	برق معرفت از ابر محبت درخشید و حقیقت مکاشفۂ جمال ذات روئے داد و بہ کمالیت فنافی اللہ و بقاباللہ رسانید و از کون ومکان درگذشتہ کہ آنجا نہ شب بود و نہ روز و نہ آسمان و نہ زمین و نہ یمین و نہ یسار و نہ تحت

نہ زمین - نہ دائیں نہ بائیں نہ نیچے نہ اوپر نہ آگے نہ پیچھے - اس لئے کہ اللہ کے ہاں تو نہ رات ہے نہ دن - اور میری عقل اس تمام حقیقت کو سمجھ گئی - اور اس حقیقت کو سوائے اس شخص کے کوئی نہیں سمجھ سکتا جس کو خود سمجھا دیا جائے اور حقیقت منکشف کرائی جائے۔

ونہ فوق ونہ پیش ونہ پس کہ لالیل عند اللہ ولانہار، واورا درفہانید فہم من وایں راکسے فہم نہ کند مگر آنرا کہ فہم کنانند (مقاماتِ قطبیہ صد ۱۲۲)

شیخ جمال الدین رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۱۲ رجب کو ارشاد فرمایا- کہ

تمام دوستوں کو حاضر کرکے لایئے (اور جب سب دوست مجلس میں حاضر ہوئے) تو پھر آپ نے ہر نوع کی عام وصیتیں بیان فرمائیں

ہمہ یاراں را حاضر کنید باز وصیت ہائے عام از ہر نوع بیان فرمودند۔ (مجمع البرکات)

آخری رات کو برادر[1] خوشحال خان نے صاحبزادگان آنجناب سے اجازت طلب

[1] مجمع البرکات کے قلمی نسخہ میں ایسا لکھا ہوا ہے - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ "برادرم خوشحال خان" تھا - جیسا کہ آگے تحقیق آئے گی - صاحب مجمع البرکات شیخ جمال الدین" کے نام سے جس بزرگ کا ذکر کرتے اور اُن سے روایتیں نقل کرتے ہیں - غالباً اس سے مراد فقیر صاحب ہیں - جن کو جمیل بیگ یا جمیل خان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے - یہ جمیل بیگ صاحب ... خوشحال خان" کے بھائی تھے - چونکہ اس مندرجہ بالا روایت کے راوی شیخ جمال الدین ہیں - اس لئے خیال ہوتا ہے - کہ وہ "برادرم خوشحال خان" لکھ کر اپنے بھائی خوشحال خان کا ذکر کر رہا ہوگا - کہ خوشحال خان نے آخری وقت میں آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اجازت طلب کی - (واللہ اعلم، مؤلف

Marfat.com

کی۔ کہ میں جناب شیخ کی خدمت میں حاضر رہوں گا۔ انہوں نے اجازت دی۔ رات بھر تک وہ بیدار رہ کر خدمت میں حاضر رہے۔ صبح صادق کے وقت آپ قضاء حاجت کے لیئے اُٹھے۔ خوشحال خان نے فوراً کوزہ بھر کر وضو کے لیئے پیش کیا۔ اور آپ نے وضو کر کے نماز ادا کی۔ اس کے بعد دوست آتے رہے۔ اور فیوضات سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ قریب بہ زوال آپ نے حاضرین سے استفسار فرمایا۔ کہ کیا زوال ہوا ہے یا نہیں۔ کسی نے کہا حضرت! ہوا ہو گا کسی نے کہا نہیں ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ ذرا خوب تحقیق کر کے مجھے بتادو کہ نماز کا وقت ہوا یا نہیں۔ حضرت شیخ گل نورؒ نے فرمایا۔ کہ حضرت! آپ اس قدر عجلت کیوں فرما رہے ہیں۔ فرمایا۔ ملک الموت نے صبح آ کر بتلایا تھا۔ کہ

حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے وصال کے لیئے بلایا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ہاں میں بھی یہ چاہتا ہوں۔ الحمدللہ۔ اچھا جب ظہر کا وقت داخل ہو جائے آخری نماز ادا کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جمعہ کی نماز کا تحفہ لے جاؤں۔ جمعہ تمام دنوں سے افضل دن ہے

شمارا حق تعالیٰ بہ وصال خود خواند۔ گفتم می خواہم الحمدللہ تا وقت پیشین داخل شود۔ نماز آخریں بگذارم۔ و تحیہ برم و بدر روم۔ و جمعہ از ہمہ روز افضل است۔

(مجمع البرکات)

جب زوال ہوا۔ تو آپ اُٹھے۔ پُورے طور سے وضو کیا۔ اور اس کے بعد نماز قیام کے ساتھ ادا کی۔ اور آپ نے ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے نماز کے تمام شرائط و ارکان اور آداب و سُنن کا پُورا پورا اس میں لحاظ رکھا۔ اور

نماز را بہ قیام ظاہراً و باطناً ہرچہ بود از شروط و ارکان و آداب از سُنن و فضائل بہ استقامت ہرچہ در حیات داشتہ ادا نمود۔ (مجمع البرکات)

Marfat.com

جیسا کہ آپ نے زندگی بھر صحت کی
حالت میں پوری استقامت کے ساتھ
نمازیں پڑھیں۔ اسی طرح استقامت
کے ساتھ نماز ادا کر دی۔

نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اچھا اب مجھے مسجد میں لے چلو۔ کہ وہاں جا کر خطیب مسجد کا خطبہ بھی سُن لوں شیخ ارخ الدین صاحب امام مسجد تھے[1]۔ خواجہ جمال الدین صاحب راوی ہیں کہ آپ نے میرے اور خواجہ گلنور رح کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ اور اس طرح سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں بھی ہم دونوں پر تکیہ لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ جب خطبۂ جمعہ شروع ہوا اور خطیب جناب شیخ ارخ الدین صاحب نے پڑھتے پڑھتے زبان مبارک سے یہ جملہ نکالا۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتا ہے) تو بس اُسی وقت واصل بہ حق ہو گئے۔ اور رُوحِ مطہر عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

ہماں زماں حق را توصل کردند و پروانۂ
جاناں گشت و عالم قدس را پرواز کرد
(مجمع البرکات)

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ط یہ واقعہ ۲۴ رجب ۱۰۶۳ھ بہ روز جمعۃ المبارک پیش آیا۔ جو سن عیسوی کے حساب سے ۲۰ یا ۲۱ جون ۱۶۵۲ء ہے۔ بہ وقت وفات آپ کی عمر اسی ۸۰ برس تھی۔ مشہور شاعر اور سردار افغانان خوشحال خان خٹک رح نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے۔

---

[1] صاحب مجمع البرکات لکھتے ہیں۔ و حضرت بہ اجازۂ سلطان دریں جا ہمیشہ نماز جمعہ کردہ و بر سر پدراں در جائے خویش مگر در حضرت شیخ غالب خلافت است (۱۲)

چو رفت از جہاں شیخ دین رحمکار رجب بود جمعہ بسہ دسہ ۲۷ ہفت
چو تاریخ فوتش بجستم ز عقل چنیں گفت باباکہ با فقر رفت ۱۰۶۳ھ

تجہیز و تکفین

آپ کے خلفاء نامدار میں سے شیخ عبداللطیف رح اور خواجہ شمس الدین رح نے غسل دیا۔ خواجہ جمال الدین اور خواجہ گلنور کوزہ ہاتھ میں لئے ہوئے پانی ڈالتے رہے۔ اور فقیر محمد سعید رح اور خواجہ مسکین صاحب رح پردہ کئے ہوئے تھے۔ خواجہ جمال الدین صاحب فرماتے ہیں۔ کہ آخر میں شیخ اخوان دین صاحب اور برادر فقیر[1] بھی کفن پہناتے وقت پردہ کے اندر گئے۔ اور کفن پہناتے وقت شریک خدمت ہو کر مشرف ہوئے۔ اور سب نے اسی طرح اپنے ہادی و مرشد کی آخری خدمت میں شرکت کر کے سعادت دارین حاصل کی۔

تدفین

میاں شمس الدین مرحوم نے اپنی کتاب میں سردار خوشحال خان خٹک رح سے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ وہ بیان کرتا ہے۔

" بہ وقت وفات میں وہاں حاضر تھا۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جنازہ کی تیاری ہوئی۔ ہر علاقہ کے عقید تمند اور مرید حاضر تھے۔ اور ہر قوم کی خواہش تھی کہ ہمارا علاقہ آپ کے مدفن و مزار بننے کی سعادت سے مشرف ہو۔ اور ہر ایک یہ تقاضا اور مطالبہ کرتا تھا۔ آخر کار بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ آپ کو علاقہ قوم یوسف زئی اور علاقہ قوم خٹک کی سرحد پر دفن کیا جائے۔ تاکہ دونوں قوموں کو یکساں حیثیت اور شرافت و سعادت حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے جنازہ اٹھایا گیا لوگ جنازہ لیئے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ اس مقام تک پہنچے جہاں اب مزار مبارک واقع

---

[1] یہاں بھی برادر فقیر سے غالباً سردار خوشحال خان خٹک رح مراد ہیں۔ جو معتقدین خاص میں سے تھے ۱۲

ہے۔ تو جنازہ اٹھاتے والوں نے ذرا تھوڑی دیر سستانے اور دم لینے کے لئے وہاں چارپائی رکھدی۔ اور آرام کرنے لگے[1] کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر جنازہ اُٹھانے لگے۔ تو جنازہ وہاں سے اُٹھتا نہ تھا۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔؟ اتنے میں اچانک حسن بیگ اتمان خیل جو مریدانِ خاص میں سے تھے آپہنچے اور اُس نے کہا کہ مجھے خوب یاد ہے۔ ایک دفعہ اکوڑہ سے آتے وقت جب ہم یہاں پہنچے تو حضرت شیخ رح نے مجھے فرمایا۔ کہ یہاں کی زمین مجھے کہتی ہے کہ مجھ کو اس شرافت و سعادت سے مشرف و مقدس کیجئے۔ کہ آپ کا مدفن میں بنوں[2]۔ میں نے اس کی وہ درخواست منظور کی۔ پھر آپ نے بطور نشان ایک پتھر نصب کیا اور فرمایا تھا۔ کہ میری وصیت یہ ہے۔ کہ مجھے یہاں دفن کردو۔ حسن بیگ کے واقعہ بیان کرنے کے بعد لوگوں نے اُس نشان والے پتھر کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ وہ نشان مل گیا۔ جس سے پورا یقین حاصل ہوا۔ اور فیصلہ ہوا کہ یہاں ہی دفن کیا جائے۔ اُس جگہ دفن کرنے کی نیت سے جب جنازہ اٹھانا چاہا تو اُٹھ گیا۔ اور وہاں دفن کے لئے لے گئے۔ آپ کی نماز جنازہ میں بے شمار لوگ حاضر تھے۔ اگرچہ وقت کم تھا۔ لیکن پھر بھی ہزاروں لوگ فوراً پہنچے اور جنازہ میں شامل ہوئے۔ قبر بڑی آسانی کے ساتھ کدال کی دو تین ضربوں ہی سے تیار ہو گئی۔ جس کو آپ کی کرامات میں شمار کیا جاتا ہے۔ صاحبِ مجمع البرکات نے لکھا ہے

---

[1] ۔ صاحب مجمع البرکات کی روایت ہے۔ برائے دیدن حاضرین نہادہ شد یعنی حاضرین کے دیکھنے کی غرض سے رکھے گئے۔

[2] ۔ فرمایا۔ حسن بیگ دانی کہ ایں زمیں فقیر را چہ گوید۔ گفتم نے۔ حضرت فرمود چنیں گوید۔ طوبیٰ لناان کان قبرک فینا۔ بسیار عاجزی وزاری کند الخ

(مجمع البرکات)

Marfat.com

کہ پہلی ضرب سے شق تیار ہوگئی۔ اور دوسری سے لحد"۔ آپ لحد میں دفن کئے گئے ویسے اس علاقہ میں لحد بنانے کا دستور نہیں۔ خلفاء میں سے خواجہ جمال الدینؒ اور خواجہ گلنورؒ نے آپ کو قبر مبارک میں اتارا۔ اور یہ شرافت ان دونوں حضرات کو حاصل ہوئی۔ الغرض عصر تک تدفین وغیرہ سارا کام بحسن وخوبی سرانجام ہوا۔ اور اس طرح وہ آفتاب عالمتاب رشد و ہدایت جس نے تقریباً ساٹھ برس تک ایمان واسلام اور کتاب وسنت کی روشنی پھیلانے سے اقصائے عالم کو منور کیا تھا۔ بظاہر آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اور وہ مرد باخدا جس نے مخلوق خدا کو اپنے خالق کے ساتھ جوڑنے میں اپنی زندگی گذاری تھی۔ واصل بحق ہوا۔ نور اللہ مرقدہ وقدس اسرارہ واوصلہ الی غایۃ مایتمناہ۔

اخون زفرؒ کوہستانی اور شیخ شمس الدین ہردیؒ نقل فرماتے ہیں۔ کہ جب آپ کو دفن کیا گیا۔ تو شیخ جمال الدینؒ نے بطور تاسف کے کچھ کلمات رنج وغم کہے۔ اور ایک مصرع[1] پڑھ دیا جس کے سنتے ہی حاضرین پر ایک خاص اثر ہوا۔ چاروں طرف شور وغوغا، نالہ و فغان اور آہ و بکا کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگ تڑپنے لگے۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت شیخ گل نورؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے وعظ و نصیحت اور صبر و استقامت کی تلقین شروع کی۔ اور فرمایا

---

[1] عرض کیا ہے۔ کہ شیخ جمال الدینؒ سے مراد فقیر صاحبؒ ہیں۔ یہ مشہور روایت بھی ہے۔ کہ بعد از وفات فقیر صاحبؒ نے مزار کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت متأسفانہ انداز میں اور مؤثر ادا کے ساتھ یہ افغانی شعر پڑھا تھا۔

پہ بوئی دنول عالم خوشبوئی شو

اصیل چند نرہ پہ تا پریو تل کر دونہ

شاید مندرجہ بالا روایت میں اس واقعہ اور شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔

Marfat.com

اے لوگو! خاموش ہو جاؤ یہ وقت تو درود شریف اور قرآن مجید کے پڑھنے اور دعا مانگنے کا ہے اور یہ وقت تو سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھنے کا ہے یہ تم کیا کر رہے ہو۔

خاموش باشید! ایں وقت درود و قرآن خواندن و دُعا کردن است۔ و ایں وقت تسبیح و تہلیل است۔

اور پھر لوگوں کو خاموش کرنے اور اپنی طرف متوجّہ کرنے کے بعد آپ نے ایک طویل تقریر کی۔ جس کو صاحب مجمع البرکات نے مفصل نقل بھی کیا ہے۔ اور جس میں فلسفۂ موت اور اولیاء اللہ و شہداء فی سبیل اللہ کی وفات کی حقیقت کو خوب کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس تقریر میں لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔

صاحب مجمع البرکات نقل فرماتے ہیں۔ کہ

اُس وقت اور بھی بہت سی دقیق اور علمی عجائبات و نوادر نصیحت کے طور پر زبانِ مبارک سے نکلے تھے۔

و دیگر بسیار غرائب از سخنانِ دقیق بہ طریق پند از زبانِ ایشان سرزدہ اند

حضرت شیخ گل نور صاحبؒ سے اس کا خلیفہ میاں گل صاحب راوی ہیں۔ کہ وہ فرماتے تھے کہ دفن کرتے وقت میں نے آپ کی پیشانی مبارک کو ذرا غور سے دیکھا تو میں نے جبینِ اقدس پر یہ لکھا ہوا محسوس کیا۔ ھذا حبیب اللہ مات فی حُبّ اللہ (مجمع البرکات)

Marfat.com

خُلفاء و مسترشدین

جیسا کہ شروع کتاب میں ذکر کر چکا ہوں کہ آپ کی سب سے بڑی اور نمایاں کرامت یہ تھی۔ کہ جو شخص بھی طلب صادق لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ کی توجّہ ہی سے اس کی سابقہ حالت بدل جاتی تھی۔ روحانی منازل آناً فاناً طے کر کے وہ اُن مدارج کو حاصل کرتا جو دُوسری جگہ بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد بھی بمشکل حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس لیئے آپ کے مریدین و مسترشدین کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اُن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ دُور دُور سے لوگ آتے اور اپنی استعداد و قسمت کے مطابق فیض یاب ہو کر جاتے۔ ان لاکھوں ہزاروں عوام مریدین کے علاوہ کافی تعداد اُن خاص حضرات کی ہے جنہوں نے بہت کچھ آپ کی توجہ اور فضل خداوندی سے حاصل کیا۔ اور اپنے زمانہ کے مشاہیر اولیاء اللہ اور اکابر بزرگان دین میں سے شمار ہونے لگے۔ صوبہ سرحد اور ملحقہ پنجاب کے وہ وہ مشہور مشہور بزرگ جو اُس عصر میں گذرے ہیں تقریباً سب کے سب حضرت شیخ رحمکارؒ کے فیض یافتہ اور آپ کی کیمیا نظری سے زرِ خالص بلکہ سنگِ پارس بن گئے ہیں۔ اور اُس عصر کے بعد کتنے اولیاء اللہ بھی زیادہ تر آپ کے خلفاء کے مریدین ہیں۔ اور جس بزرگ کا شجرۂ طریقت و بیعت دیکھا جائے۔ آخر کار حضرت شیخ رحمکارؒ تک پہنچتا ہے۔ اگر پوری طرح چھان بین سے کام لیا جائے۔ اور استقصاء کیا جائے تو خلفاء کی یہ فہرست بہت طویل ہو سکتی ہے۔ لیکن اس وقت میں مقاماتِ قطبیہ کے ضمیمہ اور مجمع البرکات سے آپ کے خلفاء اور ممتاز و مشہور مسترشدین کی ایک فہرست تیار کر کے پیش کرتا ہوں۔

آپ کے چاروں صاحبزادے آپ کے خلفاء اور میدانِ طریقت و شریعت

Marfat.com

کے شہسوار تھے۔ انہوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ اور پھر مخلوق خدا کی رہنمائی و پیشوائی کی۔ اور ان سے بہت سے اولیاء نامدار مستفیض ہوئے۔ چاروں صاحبزادوں کا مستقل ذکر آگے آنے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ اور مشہور خلفاء کے نام یہ ہیں۔

(۱) **خواجہ شمس الدین ہروی رح** ان کا مزار توران میں ہے۔ اجل خلفاء میں سے ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ رحمکار رح کے فضائل و مناقب اور مسائل تصوف و سلوک کے بارے میں اسرار السالکین کے نام سے ایک اہم کتاب لکھی ہے۔ جو بدقسمتی سے اب ہمارے سامنے موجود نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مجمع البرکات نے اُسے دیکھ کر مطالعہ کیا ہے۔ اور اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

وازیں جملہ مناقبات تصنیف خواجہ شیخ شمس الدین ہروی رح کہ در توران زیارتے دارد عمدہ تراست کہ آں مانند پنج بہرہ بہ اندازۂ تفسیر حسینی است۔ وازاں در مناقبات واصول مناقب دیگر عمدہ نیست	حضرت شیخ رح کے مناقب میں سے خواجہ شیخ شمس الدین ہروی رح کی (جن کا مزار توران میں ہے) ایک نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ جو تفسیر حسینی سے تقریباً پانچ گنا ضخیم ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جامع مناقب اور کوئی نہیں۔

اور پھر آگے جا کر مناقب شیخ رحمکار رح کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔

لیکن اے عزیز! در نظر باریک من فقیر آں اصول کہ در اسرار السالکین مذکور اند۔ و مناقبات شریف حضرت بداں مرتب۔ و ہمہ حاصل مناقبات ہماں اند کہ بے آں بہ مناقبات حضرت اصل دانش نیست پس آں از روئے استعمال و تتبع بسیار صعب تراست۔ چہ آں جا

بہ جاست وطوالت نیز بسیار دارد۔ کہ مجموع کلاں تراست۔ ۔ ۔ ۔

دریں رسالہ فقیر بقدرِ وسع خود قدرے از ضروریات بہ طریقہ اختصار ازاں مجموعہ مطولہ ایراد کردہ ومرقوم ساختہ"

(۲) **شاہ عبداللطیف** دروطن بلخ۔ جو کمال الدین بلخی کے نام سے ملقب ہے۔

۳۔ **خواجہ جمال الدینؒ** حضرت شیخ رحمکارؒ کے خلفاء میں سے وہ اس حیثیت سے بھی مشہور ہو گئے ہیں۔ کہ انہوں نے بھی اپنے مرشد کے احوال ومناقب تفصیل کے ساتھ قلمبند کیئے ہیں۔ جس کے متعلق صاحب مجمع البرکات نے لکھا ہے۔

"الغرض زیرازاں (ازمناقب شیخ ہردیؒ) مناقب جمال الدین است ازہمہ عمدہ"

الغرض مناقب شیخ ہردیؒ کے بعد پھر شیخ جمال الدینؒ کی لکھی ہوئی کتاب مناقب سب سے عمدہ ہے۔

یہ مجموعہ مناقب بھی اگرچہ اب موجود نہیں لیکن بعد کے سوانح نگاروں میں سے اکثر نے اس سے استفادہ کرکے واقعات اس کے حوالہ سے نقل کیئے ہیں۔ مجمع البرکات کے واسطہ سے ہم نے بھی اپنے اس مختصر مجموعہ میں اس کی اکثر روائتیں نقل کی ہیں۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کے سوانح زندگی کا مستند اور قابلِ اعتماد مجموعہ ہے۔ کاش کہ اصل کتاب کہیں سے ہاتھ آجاتی!

صاحب مجمع البرکات نے خواجہ جمال الدین صاحب کے حالات وسوانح۔ کرامات واقعات اور فضائل ومناقب تفصیل کے ساتھ ایک علیحدہ باب میں بیان کر دیئے ہیں۔ جن کو مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جمال الدینؒ سے مراد وہ بزرگ ہیں۔ جو عام طور سے فقیر بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ اور جن کے متعلق کہا جاتا ہے

حاشیہ صفحہ ۱۲۶ پر

کہ اُن کا اسم گرامی جمیل بیگ یا جمیل خاں تھا۔ اور وہ دراصل خوانین اکوڑہ میں سے تھے اور افغانوں کے مشہور سردار خوشحال خان کے بھائی تھے۔ ریاست و سرداری چھوڑ چھاڑ کر حضرت شیخ رحمکارؒ کے حلقہ عقیدت و ارادت میں داخل ہو گئے تھے۔ نہایت جذب و مستی والے بزرگ تھے۔ اور اس قسم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جن سے آپ کی مستانہ اور مجذوبانہ کیفیات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخؒ کے ممتاز خلفاء اور علاقہ خٹک کے مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپ کا مزار موضع تنگاڑو کے قریب علاقہ خٹک تحصیل نوشہرہ میں اکوڑہ سے بجانب جنوب اور زیارت کاکا صاحبؒ سے بجانب مشرق واقع ہے۔ آپ کی اولاد فقیر خیل کے نام سے تحصیل نوشہرہ کے مختلف دیہات و قصبات میں موجود ہے۔ اور وہ ابتک قوم کاکا خیل کے ساتھ سابقہ روایات کے مطابق عقیدت و احترام کا تعلق رکھتی ہے

۱۴ حضرت شیخ اخ الدین صاحب

ان کا اسم گرامی قبل ازیں اساتذہ شیخؒ کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے وہ اصل میں حضرت شیخؒ کے پاس امور باطنی کے استفادہ کے لئے تشریف لائے تھے اور اس سلسلہ میں آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ان کی خواہش کے مطابق حضرت شیخ رحمکارؒ نے مشکوٰۃ شریف کے چند سبق اُن سے پڑھے۔ تاکہ یک گونہ ظاہری طور سے استاذی کا عنوان رہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ ایک حدیث کے متعلق دونوں کی آپس میں ضعف و قوت کے متعلق بحث ہوئی جس میں حضرت شیخؒ غالب آئے

حاشیہ صـ ۱۲۵

اگرچہ مجھے ابتک اپنی اس رائے کی تائید میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ لیکن حالات و واقعات کی ہم رنگی کی بنا پر میں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ کوئی صاحب اس بارے میں اور تحقیق فرما سکیں۔ تو اس پر بھی غور کر دیا جائے گا۔

میں نے مولانا مظہر الحق گلاب آقا صاحب سے (جو حضرت شیخ اخ الدینؒ کی اولاد میں سے ایک مستند اور جید و فہیم عالم دین اور موجودہ دور میں ایک ممتاز خطیب ہیں) خود سُنا ہے۔ کہ مشکوٰۃ شریف کا وہ نسخہ جس میں اس حدیث مبحوث عنہ' پر نشان کیا گیا تھا۔ اور یہ واقعہ بھی درج تھا ہمارے ہاں موجود تھا۔ اور میں نے خود دیکھا ہے نواب ٹیری کو جب اس کے متعلق خبر ہوئی چونکہ وہ حضرت کاکا صاحبؒ کا نہایت معتقد تھا۔ اس لئے اس نے اصرار کر کے ہمارے ہاں سے وہ نسخہ حاصل کیا۔ اور اپنے ساتھ ٹیری لے گیا ہے۔ اور غالباً اب بھی وہ کتاب وہاں ٹیری میں موجود ہو گی۔

حضرت شیخ اخ الدین صاحب کی وفات حضرت شیخ رحمکارؒ کی وفات سے گیارہ سال بعد ہوئی ہے۔ اور اکوڑہ خٹک میں آپ کا مزار پُر انوار اب بھی موجود اور مشہور و معروف ہے۔ قطعۂ تاریخ وفات یہ ہے۔

چو رفت از دار فانی شیخ اخ الدین	قدم برداشت بر آئینِ پیشیں
طلب کردم ز ہاتف سال تاریخ	ندا ایں داد بود ایں شہ اخ الدین

۱۰۷۴ھ

آپ کی اولاد زیادہ تر زیارت کاکا صاحبؒ اور اکوڑہ خٹک میں ہے۔ علاوہ ازیں اور مقامات میں بھی کچھ کچھ افراد پائے جاتے ہیں۔ زیارت کاکا صاحبؒ اور اکوڑہ میں وہ قاضیوں کے خاندان سے مشہور و معروف ہیں۔ اور اکثر اہلِ علم اور پیشوایانِ دین ہیں۔ قوم کاکاخیل کے افراد اِن حضرات کو نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کی قدر کرتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اساتذہ و اکابر کا سا معاملہ کرتے ہیں۔

(۵) خواجہ گلنور رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خادم خاص اور مشہور خلیفہ ہیں۔ بقول صاحب مجمع البرکات۔ خوش بوئی او در ولایت بالا بسیار است و زینت و نازگی دین دراں وقت بہ طفیل

او بیشتر بود" اور لکھا ہے کہ حضرت خواجہ گلنور حضرت شیخ المشائخ کے اخص خواص، خلفائے عظام اور ثقات مشائخ کرام میں سے تھے۔ اور رتبۂ ولایت میں اکمل منتہین اور افضل سالکین اور قدوۃ العارفین تھے۔ اور استقامتہ علی الشریعۃ میں جو کہ تمام کمالات کا اصل منشاء ہے اس حد تک بڑھے ہوئے تھے۔ کہ

پچاس ۵۰ سال کے عرصہ میں عذر کی وجہ سے بھی نہ کسی مستحب کو ترک کیا۔ اور نہ کسی مکروہ کا ارتکاب کیا۔ اس کا کردار و گفتار کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ کے مطابق تھا۔ اور کبھی اس نے ماسوی اللہ کی طرف توجّہ کرنے کا خیال بھی نہیں فرمایا۔

در پنجاہ سال ترک مستحب نہ کردہ و فعل مکروہ بعذر ہم صدور سے نیافت ہمہ کردار و گفتار ایشاں عین کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ بود۔ و اورا توہّم خیال ماسوی اللہ گاہے بسر نزدہ"

صاحب مجمع نے اس طرح کے بہت سے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل بڑے بڑے علماء نے اُن کے مناقب میں پانچ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ۱۔ محمد رفیق تورڈھیری ۲۔ اخون شیر محمد بنو بیؒ ۳۔ ابوالقاسم کابلی۔ اور یہ لکھا ہے۔ کہ یہ تینوں میں نے مطالعہ کئے ہیں۔ ۴۔ شیخ ابراہیم ننگرہاری ۵۔ اخون خلیل عمرزئی۔ اور اس کے بعد ان تصنیفات سے چند واقعات حضرت شیخ گلنورؒ کے کرامات و فضائل کے نقل کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ

آپ مطیعان حق تعالیٰ میں بے نظیر تھے اور طاعت و عبادت میں سستی اور غفلت کو پاس آنے نہ دیتے تھے۔ اور اپنے نفس کو شکستہ رکھنے میں بہت آگے بڑھ گئے تھے۔

حضرت قدس سرہ العزیز در مطیعان حق نظیرے نہ داشت گاہ در طاعت و عبادت اثر تغافل و تکاسل راہے نیافت و ہم در شکستگیٔ نفس از ہمہ عالم زمانہ گوئے از میدان بُردہ

Marfat.com

اور پھر ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے ہاں بہت سے علمائے کرام جمع تھے۔ اور دُور دُور سے طالبانِ علومِ دینیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ظہر کے وقت آپ نے وضو کیا۔ اور پھر فرمایا کہ اے حضراتِ اہلِ علم آپ دیکھ لیجئے کہ میرے اس وضو میں کچھ کمی تو نہیں۔ اگر آپ کو ذرہ بھر بھی کوئی چیز اس میں سنت کے خلاف نظر آئے۔ تو خدا و رسول کا واسطہ دے کر میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میری رعایت نہ کرو اور صاف صاف مجھے بتلا دو کہ میں اس کی اصلاح کروں۔ سب نے تصدیق و توثیق کی کہ جیسا آپ نے کیا ہے یہ بالکل درست اور مطابق سنّت ہے۔ پھر آپ نے نماز پڑھی اور بعد از نماز پھر سب حضرات علمائے کرام کے سامنے یہی درخواست کی کہ اگر تم نے کچھ بھی نقصان محسوس کیا ہو۔ تو بتا دو۔ سب علمائے کرام نے متفقہ طور سے کہا کہ آپ نے بالکل قانون شرعی کے مطابق نماز ادا کی۔ اور ہمیں تو کوئی نقص محسوس نہیں ہوا۔ طالب علموں میں ایک کم عمر طالب علم ابتدائی کتابیں پڑھنے والا بھی موجود تھا اس نے جرأت کر کے آگے بڑھ کر علماء سے بھی خطاب کیا کہ آپ حضرات نے بھی پورا خیال نہیں فرمایا اور تصدیق کی اور حضرت شیخؒ سے بھی کہا۔ کہ حضرت؟ فقہا کے ہاں بہتر طریقہ[1] یہ ہے کہ قیام کے وقت قدمین کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہو۔ اور آپ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ نے یہ سُنا تو مسکرا لئے اور اس نو عمر طالب علم کو دعائیں دیں۔ فرمایا۔ "آفرین باد بر تو و بر ابوین تو" اور لکھا ہے کہ آپ کی توجہ سے وہ بہت جلد عالم و فاضل بنا اور تھوڑے ہی عرصہ

---

[1] وینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الید لانہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ کذا فی الکبری

(شامی جلد ۱ ص ۳۱۲ مصری)

Marfat.com

میں ولی اللہ اور قطبِ وقت ہوا۔ یہ نو عمر طالب علم اصل میں

علاقہ ننگرہار کا تھا۔ اور اب بھی وہاں پر اس کا مزار مقدس موجود ہے۔ اور عام طور سے اس کی بڑی شہرت اس علاقہ میں ہے۔

او از ننگرہار بود تا ہنوز در آنجا در بلدۂ خود زیارت کریم و رواج عظیم دارد (مجمع البرکات)

صاحب مجمع البرکات نے متعدد کرامات نقل کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ

آپ بے نظیر تاثیر رکھتے تھے۔ آپ کے دیکھتے ہی کافر متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتا اور آپ کے اکثر مرید آپکے نظر ڈالنے ہی سے شفا پاتے۔

وجود مبارکش تاثیرے داشت بے نظیر بہ مجرد دیدن کافر مسلمان شدے و مریدان اکثر بہ نظرش شفائے تمام یافت (مجمع البرکات)

حضرت خواجہ گلنور نے اپنے مرشد شیخ رحمکارؒ کے احوال و سوانح اور مناقب و فضائل لکھے تھے۔ بعد کے تذکرہ نویس اکثر ان کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مجمع البرکات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیخ بابرؒ ان کے بہنوئی تھے۔ اور انہی کی سفارش اور درخواست سے شیخ بابرؒ کو حضرت شیخ رحمکارؒ کے ہاں سے خلافت حاصل ہوئی۔ اور وہ عصائے کرامت عطا ہوئی جو ہر قسم کے ریحی دردوں کے لئے وہ استعمال کرتے تھے۔ اور جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا دیا کرتے تھے۔

غازی خان باباؒ حضرت شیخ رحمکارؒ کے عزیزوں میں سے تھے۔ زیارت کاکا صاحبؒ میں روضۂ شیخؒ سے بجانب مغرب محلہ قنبر خیل میں اُن کا مزار ہے۔ اور اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

میاں عبدالرحیم صاحب مشہور بہ میا نجی گُل صاحب بخاری سادات میں سے تھے۔ بچوں کو پڑھایا کرتے

تھے۔ اس لئے میاں جی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے حاجی بہادر صاحب کوہاٹی سے تعلق تھا۔ پھر بعد میں حضرت کاکا صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں راہ سلوک کی منزلیں طے کیں۔ اور خلافت حاصل کی۔ آپ کا مزار موضع شویکی میں ہے۔ جو ضلع کوہاٹ میں لاچی سے شکر درہ جانے والی سڑک پر لاچی سے قریباً ۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ضلع کوہاٹ کے اکثر علاقوں کے لوگ خصوصاً ساغری اور بھنگی خیل آپ کے نہایت معتقد و مرید ہیں۔ مزار پر اکثر لوگ آتے جاتے ہیں۔ آپ کی اولاد شویکی میں اور اس کے علاوہ شکر درہ اور بعض دوسرے دیہات میں موجود ہے۔ اور پیر صاحبان کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ لوگ اُن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی شویکی گاؤں میں دو بلند پہاڑوں کے درمیانی درہ میں بند باندھ کر ایک عظیم الشان تالاب بنایا گیا ہے جس میں تمام پہاڑوں کا بارانی پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اور پھر سال بھر تک اسی تالاب سے گاؤں کے لوگ خود بھی پانی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ اس بند کے متعلق تواتر کے ساتھ یہ روایت چلی آرہی ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالرحیم میاں جی گل صاحب نے جب اس علاقہ میں زراعت اور پینے پلانے کے لئے پانی کی ضرورت محسوس کی تو مضبوط بند باندھ کر اس پہاڑی درہ کو ایک عظیم الشان تالاب کی شکل دینے کا ارادہ کیا۔ چند مرتبہ بڑی محنت اور کافی خرچ کے ساتھ وہ دیوار اُوپر تک چُن لیتا ــــ اور بند باندھ لیتا ــــ مگر جب پانی کا زور آجاتا ــــ تو وہ بند ٹوٹ جاتا اور دیوار گر جاتی ــــ آخر کار عاجز و لاچار ہو کر اُس نے اپنے مرشد کے سامنے حقیقت حال واضح کر کے دعا و امداد کی درخواست کی۔ آپ نے سر مبارک سے اپنی ٹوپی اُتار کر دیدی (بعض روایات میں ہے کہ پاؤں سے جُوتا نکال کر دیا) اور فرمایا کہ جاکر اس دفعہ دیوار بناؤ اور بناتے وقت بیچ میں یہ ٹوپی رکھدو۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بند ایسا مضبوط بندھے گا کہ کبھی گرے گا نہیں۔ چنانچہ اُس نے

Marfat.com

آکر پھر تعمیر شروع کی۔ اور دیوار کے بیچ میں وہ ٹوپی بھی رکھدی۔ اس طرح ایسا مضبوط بند مکمل ہوا۔ کہ پھر اس کے بعد وہ ٹوٹا نہیں اور تالاب تیار ہوا۔ اور اب تک وہی دیوار موجود ہے۔ اور اسی تالاب سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے تو تالاب کی اتنی گہرائی تھی۔ اور اس میں اس قدر زیادہ پانی جمع ہوا کرتا تھا۔ کہ اس سے زمینوں کو بھی سیراب کیا کرتے تھے۔ اور ترکاریوں کی کاشت ہوتی تھی۔ مرورِ زمانہ سے اب آہستہ آہستہ وہ تالاب بھرنے لگا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں کافی پانی جمع ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامتی یادگار اب تک موجود ہے۔

شیخ علی گل و ملی گل رحمہما اللہ تعالیٰ

ان دونوں حضرات کا نام ایک ساتھ لیا جاتا ہے۔ غالباً دونوں بھائی تھے۔ یہ دراصل قوم دلہ زاک میں سے تھے۔ حضرت شیخؒ کے ممتاز اور خاص خادموں میں سے تھے۔ اخون اسمٰعیل صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "ہر دو سرہنگانِ درگاہ دہنگان محیط بارگاہِ حضرت بودند" اور ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "و شیخ ملی کہ در خلا و ملا بہ آنحضرت محرم بود اکثر اوقات الواب گستاخی مفتوح داشتے" لنگر کے انتظام و اہتمام کا سارا کام ان دونوں کے سپرد تھا۔ اور وہ خود اپنے ہاتھوں کھانا پکانے اور تقسیم کرنے کا تمام کام سرانجام دیتے تھے۔ ان کی یہ ایک کرامت بیان کی جاتی ہے۔ کہ بارہا ایسا ہوا کہ چمچہ یا دوسرا کوئی آلہ موجود نہ ہوتا جس سے کھانا نکالا جائے تو دیگ یا ہانڈی میں ہاتھ داخل کرتے اور ہاتھ ہی سے گرم سالن یا چاول ہلاتے اور باہر نکال کر برتنوں میں ڈال دیتے تھے۔ اور ہاتھ کو کچھ تکلیف نہ ہوتی تھی۔ ان دونوں حضرات کی قبریں چار دیواری کے اندر روضۂ حضرت شیخ المشائخ سے بجانب مغرب واقع اور مشہور و معروف ہیں۔

Marfat.com

شیخ بابر بابا

شیخ بابر بابا چند سال تک حضرت خواجہ شیخ گلنور کی خدمت میں رہے ان کی اہلیہ اُن کی خواہر تھی۔ کچھ عرصہ کے لئے کشود کار کے لئے درخواست کی۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ کہ ابھی صبر کرو۔ آخر حضرت شیخ رحمکار اُن کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ شیخ بابرؒ نے خود بھی درخواست کی اور اُن کی اہلیہ اور خوشدامن نے بھی حضرت شیخ رحمکارؒ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ کی توجہ سے اس کی مقصد برآری ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ خواجہ گُل نور نے بھی سفارش فرمائی۔ اِس پر حضرت شیخ رحمکارؒ نے نظرِ شفقت و رحمت سے توجہ فرمائی۔ اور ان کو باطنی فیوض سے مالا مال کیا۔ اور ایک عصا دے کر ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کو ریحی درد دل کی تکلیف ہو اس کے پھیر دینے سے اللہ تعالیٰ اُسے شفاء کامل عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت شیخ بابرؒ کی یہ کرامت تمام ملک میں مشہور ہو گئی۔ دُور دُور سے لوگ ریحی درد کے علاج کے لئے آپ کے پاس آتے اور عصائے مبارک کے مس کرتے ہی شفایاب ہو کر واپس جاتے۔ صوبیدار پشاور جو بہت بڑا امیر اور حاکم وقت تھا بیمار ہوا کسی نے اُس کو بھی عصائے کرامت کے متعلق مشورہ دیا۔ چنانچہ اس کا علاج بھی اسی طرح کیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے شفا کامل دیدی۔ اس سے حضرت شیخ بابرؒ کی شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ حضرت شیخ رحمکارؒ کی وفات کے تین برس بعد کا واقعہ ہے۔ کہ پشاور شہر کی جامع مسجد مہابت خان میں بہت سے علمائے وقت نے شیخ بابرؒ کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اور کچھ ایسے علمی اشکالات پیش کئے۔ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ کیونکہ وہ علوم ظاہری کے عالم اور ماہر نہ تھے۔ لکھا ہے کہ اسی حالتِ پریشانی میں مرشدِ کامل حضرت شیخ رحمکارؒ نے اُس پر روحانی طور سے ظہور کیا۔ اور اُن کو علمی جوابات کی ایسی تلقین کی۔ کہ اُس نے نہ صرف یہ کہ اشکالاتِ علمی کا جواب دیا۔ بلکہ علماء کو لاجواب کر دیا۔ بعد از وفات بھی مرض باد کے لئے اُس کا توسل ایک مجرّب علاج ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس کی کرامت سے شفا نصیب فرماتے ہیں۔ اُن کی اولاد ڈاک اسمٰعیل خیل تحصیل نوشہرہ میں موجود ہے۔ اور مزار مقدس بھی وہاں پر موجود اور زیارت گاہِ عام ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ درجاتہ۔

شیخ دریا خان چمکنی پہلے حضرت سید آدم بنوری کے مرید و معتقد تھے۔ پھر حضرت شیخ رحمکارؒ کے ساتھ تعلق عقیدت و ارادت قائم کیا۔ اور خلیفہ ہوئے۔ مشہور خلفائے شیخ رحمکارؒ میں سے ہیں۔ ان سے بہت سے حالات و کراماتِ شیخ منقول ہیں۔ اصل میں چمکنی کے ایک رئیس تھے۔ مگر توفیق الٰہی سے سلسلۂ امارت کو چھوڑ کر فقر اختیار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ شاہی اور دولتِ سرمدی نصیب کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شیخ فتح گل صاحب حضرت شیخ رحمکارؒ کے مشہور خلیفہ ہیں۔ اُن کے احوال و کرامات میں سے چند واقعات ذکر بھی کئے گئے ہیں۔ علاقہ خوڑہ سے بجانب جنوب ضلع کوہاٹ کی طرف جاتے ہوئے علاقہ نیلاب میں اُن کا مزار اب بھی موجود اور زیارت گاہ مشہور و معروف ہے۔

مرزا گُل باباؒ مشہور و معروف بزرگ ہیں۔ مقام جلوزئی تحصیل نوشہرہ میں ان کا روضہ موجود و معروف ہے۔

شیخ ادین صاحب ان کا تذکرہ بھی حضرت شیخ رحمکارؒ کے خلفاء کے ضمن میں بہت بہت آتا ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ ضیاء الدین شہید باباؒ کے واقعات کے سلسلہ میں ان کا ذکر بار بار کیا جاتا ہے۔ اجل خلفاء میں سے تھے۔ ان کا مزار نیل بنڑ میں ہے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب مشہور بہ شیخ رحیم خٹک۔ ان کا مزار موضع دُوڑان علاقہ خٹک میں ہے۔

شیخ محمد حیات صاحب

ان کا قصہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے
ان کا مزار موضع پلوٹ علاقہ ٹیکسلا و

حسن ابدال میں ہے۔ اور ان کی اولاد بھی وہاں پر موجود ہے۔ اور اس علاقہ کے اکثر لوگ اُن کے معتقد و مرید ہیں۔ میاں صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ہر سال ماہ بیساکھ کے پہلے ہفتہ میں وہ خود بھی اور ان کے مریدین بھی کثیر تعداد میں حضرت شیخ رحمکار کے روضۂ اقدس پر حاضری کے لئے ضرور آیا کرتے ہیں۔ عام طور سے فارسی اور پشتو کے تذکروں اور کتب مناقب میں یہ روایت بھی لکھی ہوئی ہے۔ کہ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہ جہان پنجاب کا ایک غریب طالب علم تھا وہ حضرت شیخ رحمکار کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلۂ خدام و مریدین میں داخل ہوا۔ اور جاتے وقت اُس نے خصوصیت کے ساتھ یہ دُعا کرائی۔ کہ مجھے ترقی و خوشحالی نصیب ہو۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ اور اسی کی برکت تھی کہ وہ بسرعت تمام دنیوی ترقی کی تمام منازل طے کرتا ہوا ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت کی وزارتِ عظمیٰ کے مرتبہ تک پہنچا۔ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ مندرجہ ذیل اولیائے کرام اور مشہور بزرگان دین حضرت شیخ رحمکار کے خلفاء کے سلسلہ میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) شاہ عبد الرحمٰن صاحب ملتانی (۲) شیخ چنگیر صاحب در ملک زیرستان (۳) خواجہ مسکین صاحب (۴) حاجی دریا خان صاحب۔ (۵) حاجی یار محمد خان صاحب در پاپین۔ (۶) فقیر محمد سعید صاحب در دکن۔ (۷) خواجہ نور الحق صاحب۔ (۸) خواجہ عبد الحق صاحب۔ (۹) خواجہ عبد الخالق صاحب (۱۰) خواجہ عباس صاحب (۱۱) خواجہ محمد عثمان صاحب۔ (۱۲) خواجہ اخون ہلال صاحب جامع مناقب شیخ رحمکار۔ (۱۳) خواجہ اخون یوسف قندھاری۔ (۱۴) اخون اسماعیل صاحب در بلاد صوات قریہ چار باغ۔ (۱۵) اخون زفر کوہستانی علاقہ پالس ان دونوں حضرات

نے حضرت شیخ رحمکارؒ کے فضائل و مناقب میں کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مستند طریقہ سے اپنے مُرشد کے کرامات و کمالات اور سوانح و حالات درج کیئے ہیں

(۱۶) شاہ پتی خان علاقہ بنگش ضلع کوہاٹ۔ (۱۷) میاں شادی خان صاحب موضع شادی خیل ضلع کوہاٹ۔ (۱۸) میاں کمال خان صاحب موضع کمال خیل ضلع کوہاٹ (۱۹) کمال الدین بلخی ثانی۔ (۲۰) شیخ رسول صواتی مشہور بہ سرتور بابا۔ (۲۱) فقیر بابا اخوندخیل علاقہ ہشتنگر۔ (۲۲) شیخ مرتضیٰ کوہستانی۔ (۲۳) شیخ بختیار کوہستانی (۲۴) شیخ حافظ صاحب درحصرد۔ (۲۵) شیخ نمیر صاحب (۲۶) شیخ سرمست صاحب (دونوں حضرات ترنگ زئی تحصیل چارسدہ میں) (۲۷) شیخ شہباز صاحب (۲۸) شیخ میاں داد صاحب۔ دونوں حضرات اتمان زئی تحصیل چارسدہ میں۔ (۲۹) عبدالرؤف صاحب (۳۰) شیخ سالار صاحب۔ دونوں حضرات شیرپاؤ تحصیل چارسدہ میں (۳۱) عبدالمالک صاحب (۳۲) شیخ الہ داد صاحب (۳۳) شیخ ذاکر صاحب۔ (۳۴) شیخ شاکر صاحب۔ (۳۵) شیخ مقرب صاحب۔ (۳۶) شیخ گل نور ثانی موضع جورہ۔ (۳۷) حیات خان صاحب (۳۸) شیخ خوش میر صاحب (۳۹) شیخ مرتضیٰ صاحب ثانی۔ یہ تینوں حضرات تنگی علاقہ ہشت نگر تحصیل چارسدہ میں۔ (۴۰) حسن بیگ اتمان خیل (۴۱) نور یوسف صاحب جس کا مزار کوہ مورہ علاقہ بنیر میں ہے۔ (۴۲) فقیر صاحب شگئی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں۔ جن کو صاحب مجمع البرکات نے بالتفصیل بیان کیا ہے۔ پھر ان خلفاء نامدار میں سے ہر ایک کے پھر اور مستفیدین و خلفاء ہیں۔ اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ یہ شجرۂ طیّبہ بہت دُور دُور تک پھیل گیا ہے اور سرحد و یاغستان کے بزرگوں میں سے شاید کوئی ایسا بزرگ رہ سکے۔ جو اس اصل

Marfat.com

ثابت کی شاخوں میں سے کسی شاخ کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

پس حضرت شیخ رحمکارؒ قدس سرہ العزیز کے روحانی فیوضات کی مثال یقیناً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اُکلھا کل حین باذن ربھا ہے۔ اعلی اللہ درجاتہ وادام اللہ فیوضہ وبرکاتہ بجاہ منہ جدّہٖ سید الابرار والاخیار محمدا المصطفٰی المجتبٰی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم۔

سلسلۂ اولاد واحفاد

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ (۱) حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بہ شہید بابا (۲) حضرت شیخ محمد گل صاحب معروف بہ حاجی محمدؒ بابا (۳) حضرت شیخ خلیل گل صاحب معروف بہ مزرے بابا (۴) حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب معروف بہ حلیم گل بابا و سپین بابا۔ (۵) نجم الدین صاحب جو طفولیت میں وفات پاگئے تھے۔ اس کے متعلق تمام تذکروں میں کوئی روایت منقول نہیں دیکھی کہ آپ کی صاحبزادی بھی تھی یا نہیں۔ بغالب خیال یہ ہے۔ کہ صاحبزادی نہیں تھی۔

حضرت شیخ رحمکارؒ کی اولاد سے متعلق شیخ اسمٰعیل صاحبؒ نے اپنی کتاب مناقب میں مندرجہ ذیل فارسی نظم لکھی ہے۔

قطب حق آفتاب ملت دین ... رحم درکار او نشستہ قرین
کام ہر خستہ می کند شیرین ... حضرت شیخ رحمکار امین

خلف الصدق او ضیاء الدین
نافع المسلمین و زین عباد

Marfat.com

نور نہ بود ز آفتاب جدا | نظرِ رحمت ار کند بہ گدا
بگذراند سرش ز اوجِ سماء | صاحبِ مسندِ طریقِ ہدا
ہست ہمتا بہ قرصِ مہرِ ضیاء
می کند خلق را بہ حق ارشاد

قوت الاتقیاء زعہدِ قدیم | می کند درسِ عشق را تعلیم
بر صغار و کبار ہست رحیم | علم و حلم اند ہر دو دُرِّ یتیم
ہر دو در گوش کردہ عبدِ حلیم
از ازل آمدہ ست نیک نہاد

در فصاحت چو طوطی و بلبل | در سخاوت عرق فشاندہ ز گل
شجرِ جود را ثمر با لگل | لبش آبِ حیات و خطِ سنبل
سروِ باغِ کرم محمد گل
نیست چوں او دریں زماں جواد

بندۂ خاص اوست مثلِ خلیل | وصف او می کند بہ ذکرِ جمیل
از سرِ صدق ایں بضاعِ قلیل | گمرہاں طریق راست دلیل
دستۂ گل بود ز نارِ خلیل
حق بہ لطفِ خودش نگہ داراد

ہست نوبادئ شہور و سنین | از صغر سن قوی بہ دینِ متین
ہمہ تن دیدہ شو زیادہ بہ بین | بجبینش ز روئے صدق و یقین
محضۂ او کہ ہست نجم الدین
مشعلِ رہ روان بادا باد

من بیدل بہ معصیت غرقم | موج عصیان گذشتہ از فرقم

Marfat.com

بہ تنِ کاہ داہ چوں برقم ــــ سوز یکبار خرمن بزرقم

آفتاب ہدایت از شرقم

گر برآید رہم زدام فساد

شیخ ضیاء الدین شہید بابا

حضرت شیخ رحمکارؒ کی اولاد میں سب سے عمر میں بڑے تھے۔ اور والد ماجد کے بعد آپ ہی جانشین مسند ارشاد و ہدایت ہوئے۔ اور آپ نے اُسی طریقہ کے مطابق ہزاروں مریدوں کی تربیت و تزکیہ کا کام سرانجام دیا۔ اور خانقاہِ رحمکاریہ کو آباد و پُر رونق رکھا۔ اور آپ کی برکت سے لوگوں کو بے اندازہ روحانی فوائد حاصل ہوتے رہے۔ عام مسلمانوں کی تربیت اور ان کی روحانی ترقی اور تزکیہ نفوس کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور انہیں دولتِ ایمان سے مالا مال کر دیا۔ حضرت شیخ رحمکارؒ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ان کے متعلق یہ پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور یہ توقع ظاہر کی تھی۔ کہ ان سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ میری صحیح جانشینی کرے گا۔ حتّیٰ کہ بہت سے بُت پرستوں کو کُفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحیدِ خالص کی روشنی سے منور کر دے گا۔ چنانچہ اخون اسمٰعیل صاحبؒ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکارؒ شہداؔ[1] کی زیارت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ شیخ علیؒ اور شیخ ملیؒ بھی ساتھ تھے۔ اور صاحبزادوں میں سے "ضیاء آفتاب کہ دریں ولا صاحب مسند ارشاد ہست" یعنی شیخ ضیاء الدین صاحب اور شیخ

---

[1] کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مست باباؒ کے دو صاحبزادے کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ اور جن کی قبریں مست باباؒ کے مزار سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں شہدا سے مراد یہاں وہ حضرات ہیں۔

Marfat.com

عبدالحلیم صاحبؒ حالتِ صغر سنی میں آپ کے ہمراہ تھے۔ شیخ علیؒ مزید قرب و خصوصیت اور خلاء و ملاء کے خادمِ خاص ہونے کی وجہ سے عموماً ذرا جرأت کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا اُس نے حضرت شیخؒ سے ذرا دلیرانہ انداز میں پوچھا۔ کہ

دُنیا سے آپ کے انتقال فرمانے کے بعد ایسا کون ہے جو سُننِ ہُدیٰ کے مطابق اس ارشاد و ہدایت کے کام کو ٹھیک طور سے قائم رکھ سکے گا۔

بعد از نقل آنحضرت کیست کہ مطابق سُننِ ہُدا ارشاد را تواند قائم نگاہ داشت۔

حضرت شیخ رحمکارؒ نے حضرت شیخ ضیاء الدین صاحبؒ کی طرف اشارہ کر کے زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔

کہ میرے بعد ضیاء الدین کو نہایت بلند مرتبے اور درجے حاصل ہوں گے۔ اور کفار و بُت پرست اس کی روشنی کی چمک کی برکت سے اور اس کی شرافت سے منور و مشرف ہو جایا کریں گے۔

بعد من ضیاء الدین را مراتب علیا است کہ کفار و عُبّاد اصنام از برکت لمعات ضیاء او و بہ شرف او مشرف خواہند شوند۔

شیخ اسمٰعیلؒ فرماتے ہیں۔ کہ یقیناً یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور شیخؒ کی وفات کے بعد جب آپ مسندِ ارشاد و ہدایت پر جلوہ گر ہوئے۔ تو عام فیوض و برکات کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی ہوا۔ کہ قصبۂ بلگرام المعروف بہ پشاور کے ہندوؤں کے چند خاندان جو بُت پرست اور کٹر مشرک تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے بُت پرستی اور کفر و شرک سے توبہ کی۔ اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اس بارے میں اخون زُفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند فارسی ابیات نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر کرنا باذوق حضرات کے لئے خالی از دلچسپی نہیں۔

Marfat.com

جہان می شود روشن از پرتو او | ضیاء دُور نہ بود ز خورشید انور
چو نورِ ہدایت ضیاء داشت ظاہر | سُوئے کعبہ راجح شدہ نسل کافر
ز قہرِ سفر سوئے ساحل بر آمد | بہ دریائے دینِ متیں شد شناور
ز شہدِ شہادت شدہ کام شیریں | نفی را بہ اثبات کردہ مکرّر
ہرا نفس بدکیش ہندو خصال است | کہ ہر دم رود سوئے اصنام آذر
زعشق بتان نیک معلوم گشتہ | ز فقر بخش مارا کہ باشم مظفّر

حضرت شیخ ضیاء الدینؒ کے حالات وسوانح اور کرامات وفیوضات کی تفصیل بھی بہت کچھ ہے۔ یہاں اُن کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کافی عرصہ[1] تک آپ نے جانشینی کی۔ آخر کار شہید کیے گئے اور اس لئے آپ زیادہ تر شہید باباؒ کے نام سے مشہور و متعارف ہیں۔ آپ کی شہادت کا واقعہ مجمع البرکات کی تفصیلی روایت سے اخذ کرکے اجمالاً عرض کرتا ہوں۔

سردار خوشحال خان کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں سے بہرام خان[2] اور اشرف خان کے درمیان آپس میں تنازعہ اور باہمی مخالفت شروع ہوئی۔ چونکہ اس وقت تمام افغانوں کا مرکزِ عقیدت وارادت حضرت شیخ رحمکارؒ اور اُن کی وفات کے بعد اُن

---

[1] میاں محمد مبین صاحب مرحوم نے اپنی منظوم کتاب مناقب حضرت کاکا صاحبؒ میں لکھا ہے کہ والد ماجد کی وفات کے بعد ۲۳ برس تک زندہ رہے یعنی ۱۰۸۶ھ تک۔ لیکن بعض دوسرے واقعات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی وفات اس کے بعد ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

[2] بہرام خان کی حقیقی ہمشیرہ سردار خوشحال خان کی صاحبزادی حضرت شیخ ضیاء الدین صاحب کے عقدِ نکاح میں تھی۔ اور بوقتِ وفات خوشحال خان نے آپ کو وصیت بھی کی تھی کہ بہ وقت نزاع میری اولاد کے درمیان آپ فیصلہ کیا کریں۔ اور بہرام خان کے حقوق کی رعایت کرنے کی تاکید کی تھی (مجمع البرکات)

کے خلف الرشید اور صحیح جانشین شیخ ضیاء الدین تھے۔ خوشحال خان نے وصیت بھی کی تھی کہ حضرت سے فیصلہ کرایا کرو۔ اس لئے انہوں نے اپنے نزاع کا فیصلہ ان سے کرانا چاہا۔ چنانچہ تحقیق حال کے بعد حضرت شیخ ضیاء الدین نے فیصلہ یوں فرمایا۔ کہ بالائی علاقہ بہرام خان کو اور نیچے کا علاقہ اشرف خان کو دیا جائے اور دونوں کو آپس میں ملا کر اُن کی صلح و مصالحت کرائی جائے اور دوستی و محبت کا عہد لیا جائے اشرف خان اپنے وعدے پر قائم نہ رہا۔ اور اُس نے ایسی تدبیریں کیں۔ کہ بہرام خان کو ملک بدر کر دیا۔ اور اپنے علاقہ سے نکال کر علاقہ چھچھ کی طرف بھیجدیا۔ پہلے تو ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کیا مگر پھر وہ بھی بند کر دیا۔ چھچھ کے خوانین بھی بہرام خان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آئے۔ اور اس طرح وہ بیچارا پریشان حال پھرتا رہا۔ اور تمام علاقہ پر اشرف خان نے ظالمانہ طور سے قبضہ کیا اور صلح و معاہدہ کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ بہرام خان حضرت شیخ ضیاء الدین صاحب کے پاس آیا۔ اور اپنی مظلومی و بے چارگی اور اشرف خان کے جور و ظلم اور تجاوز و عدوان کے واقعات سُنا کر امداد طلب کی۔ آپ نے فرمایا "صبر کُن ہرچہ حق تعالیٰ کند رضا باید" یعنی صبر کرو اور جو حق تعالیٰ کو منظور ہو اس پر راضی رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد بہرام خان حضرت ضیاء الدین صاحبؒ کے ہاں رہنے لگا۔ اشرف خان کو حضرت کے ہاں اس کا رہنا مخدوش اور اپنے لئے مضر نظر آیا۔ کچھ بدخواہوں نے چغل خوریاں کر کر کے اُس کو بدظن کیا۔ اور غصہ دلایا چنانچہ اُس نے بار بار تاکید و اصرار کے ساتھ کہلا بھیجا کہ میرا بھائی بہرام خان اپنے ہاں سے نکال دو۔ حضرتؒ نے ہر دفعہ جواب دیا۔ کہ یہ انصاف و مروّت سے بہت دُور ہے کہ میں اُس کو اب اپنے ہاں سے بھی جواب دیدوں۔ اور مجھے تیری دھمکیوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ چنانچہ اس جواب سے اشرف خان کا پارہ غیظ و غضب اور بھی چڑھ گیا۔ اور وہ مشتعل ہوا اور اس کے بعد اس نے حضرت

Marfat.com

شیخ ضیاء الدینؒ کو ستانا اور ہر معاملہ میں دق کرنا شروع کیا۔ آخر کار زنگ آکر آپ نے اس علاقہ سے ہجرت کرنے کی ٹھانی۔ لکھا ہے کہ اپنے والد ماجد حضرت شیخ رحمکارؒ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے روحانی طور سے عرض معروض ہوئی۔ اور وہاں سے آپ کو اجازت مل گئی اور ساتھ ہی ارشاد ہوا

اے بیٹے! جاؤ اور غمگین و رنجیدہ بالکل نہ جاؤ اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمام امُور میں آپ کو حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کر دے گا۔

بردا اے فرزند! غمگین واندوہناک مشو۔ یقین است کہ شمارا در ہمہ امور اللہ تعالیٰ ہمراہ حسنینؓ گرداند۔

الغرض حضرت شیخ ضیاء الدینؒ نے ترکِ وطن کا عزم کیا۔ اور ضلع کوہاٹ کے علاقہ چونترہ میں قوم بارک کے ہاں تشریف لے جانے کا قصد ہوا۔ اشرف خان کو جب یہ خبر پہنچی۔ بڑا پریشان ہوا اور سمجھا کہ ایک تو اس میں میری بڑی سخت بدنامی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہاں اتنی دُور چلے جانے کے بعد ہو سکتا ہے۔ کہ قوت حاصل کرے۔ اور پھر بہرام خان کی امداد و اعانت کر کے اُس کو اپنا علاقہ واپس دلانے کی کوشش کرے۔ اس لئے حضرت جمال الدین یعنی فقیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو درمیان میں واسطہ بنا کر نہایت عاجزی اور نرمی کے ساتھ یہ درخواست کی۔ کہ آپ یہاں سے کسی اور طرف نہ جائیں۔ بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ اگر خواہ مخواہ اس علاقہ سے جانا ہے۔ تو اس قدر دُور نہ جائیے۔ علاقہ ہشتنگر میں جونسا قصبہ پسند ہو وہاں رہئے اس موقع پر فقیر صاحبؒ نے بھی بہت زیادہ اصرار کیا۔ مجبوراً اس وقت یہ فیصلہ کیا۔ کہ فی الحال مستقل ترکِ وطن نہیں کرتا۔ علاقہ قوم بارک میں گئے وہاں کے حالات دیکھے اور فرمایا کہ چونترہ میں جگہ پسند کر دوں گا۔ پھر آل و عیال اور سامان وغیرہ کو ساتھ

لے جاؤں گا۔ قوم بارک کے سردار آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اور وہ اس پر خوش تھے۔ کہ حضرت شیخ ضیاء الدین اُن کے ہاں اس علاقہ میں سکونت پذیر ہو رہے ہیں چنانچہ اشرف خان کے نامناسب رویّہ کی بنا پر پھر پختہ ارادہ کیا۔ کہ اب ضرور وہاں جانا ہے، اور اس سلسلہ میں تیاری مکمل کر دی۔ اشرف خان نے پھر کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے کہیں بھی نہ جائیں۔ اور اگر ضرور جانا چاہتے ہو تو بارک کے ہاں بالکل نہ جاؤ۔ بلکہ قوم خُرم یا قوم ساغُری کے ہاں چلے جاؤ۔ اور پھر اُس نے خُرم کے بارے میں بھی انکار کیا۔ اور کہا صرف ساغُری اور ہند کی قوم کے ہاں جانے کی اجازت ہے۔ ورنہ اور کہیں بھی آپ کو نہیں جانے دیتا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ اور چونترہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ جب علاقہ خوڑہ سے گذر کر علاقۂ زیڑہ میں پہنچے۔ (جو ضلع پشاور اور ضلع کوہاٹ کی سرحد پر واقع ہے) تو اشرف خان کے سوار تعاقب میں پہنچے اور کہا کہ اشرف خان نے کہلا بھیجا ہے کہ آگے نہ جاؤ۔ اور اپنے ہاں بُلانے کے لیے کہا ہے۔ اور اُن سپاہیوں نے اپنی مجبوری و معذوری ظاہر کر کے کہا کہ حضرت! ہم کیا کریں امیر نے یہی حکم دیا ہے۔ آپ نے وہاں سے اکوڑہ واپس آنے کی رضامندی ظاہر کی۔ رفقاء سفر اور سرداران بارک نے منع بھی کیا۔ کہ آپ کا واپس جانا خطرات سے خالی نہیں۔ جیسا بھی ہو ہم آگے اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ مگر آپ نے اُن کی رائے پسند نہ فرمائی۔ اور واپس ہونے لگے۔ سرداران بارک نے بھی ساتھ ہی واپس ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر آپ نے بہ تاکید اُن کو فرمایا کہ تم اپنے وطن چلے جاؤ۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی مگر آپ نہ مانے اور اُن کو رخصت کر کے خود اکوڑہ واپس تشریف لائے۔ جب اکوڑہ آئے تو اشرف خان ادب و شرافت کے ساتھ پیش نہیں آیا۔ اور بہ قول صاحب مجمع البرکات

اس نے حضرت کی شان میں بہت	در شانِ ایشاں بے ادبی و بے حُرمتی

Marfat.com

بے ادبی اور بے حرمتی ظاہر کی۔ اور کیا کہا جائے کہ کیا ہوا کیونکہ اس کا سننا مخلصین کو ہرگز گوارا نہیں ہو سکتا۔

بسیار نمود۔ چہ گویم کہ استماع آں بر مخلصان روا و لائق نیست

لکھا ہے کہ اس سفر میں تقریباً پانچ سو تک آدمی آپ کے ساتھ رفیق سفر تھے۔ لیکن آپ نے اُن میں سے صرف چار یا سات کو اکوڑہ واپس ہوتے وقت اپنے ساتھ لیا تھا۔ اور انہیں رفقاء خاص میں سے شیخ رکن الدین بن شیخ امن الدین صاحب بھی تھے۔ جو میاں ضیاء ان زیارت کا کا صاحبؒ کے جد امجد تھے۔ اور آپ کے نہایت وفادار اور سرّاء و ضرّاء دونوں میں بہترین رفیق ثابت ہوئے۔ حضرت شیخؒ چند دنوں تک اکوڑہ میں رہے۔ اور کیسے رہے اس کی صحیح اور پوری تفصیل معلوم نہیں ہو سکی آخر کار انہی ایام میں حضرت ضیاء الدینؒ کو جُرم بے گناہی میں اور حق و انصاف کی حمایت کے قصور میں جام شہادت پلایا گیا۔ اور دنیا کے ایک حریص نے اپنے زعم باطل میں اپنے سیاسی اقتدار کا ایک کانٹا نکال دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؀ لکھا ہے کہ اکوڑہ تشریف لے جانے کے گیارھویں روز بعد آپ کی

لے اُس وقت سے لے کر اب تک اشرف خان کو اس عمل بد تر کے ارتکاب پر ملامت کیجاتی رہی اُس وقت اُس نے بھی اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یہی کہا اور بعد میں ہر عصر میں اس کی اولاد بھی بدنامی کے اس سیاہ داغ کو دھونے کے لئے یہ کہا کرتی ہے۔ کہ حضرت شیخؒ کو شہید نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہ خود اپنی بیماری سے یا بقول بعضے سانپ کے کاٹنے سے واصل بحق ہو گئے تھے۔" مگر ہزار صفائیوں کے باوجود وہ آج تک یہ داغ دھو نہ سکے۔ اور یہی سمجھا جاتا رہا اور سمجھا جا رہا ہے۔ کہ اُن کو باقاعدہ سازش کے ماتحت شہید کیا گیا تھا اور دوسری کوئی وجہ پیش نہیں آئی تھی ۱۲۔

Marfat.com

والدۂ ماجدہ نے اکوڑہ خبر بھجوادی - کہ جدائی کے صدمے سے میں بہت بے قرار و پریشان ہوں۔ میں اپنے فرزند ارجمند کی ملاقات کے لئے آنا چاہتی ہوں - اگر اجازت ہو تو اکوڑہ حاضر ہو جاؤں۔ آپ کو واپس یہ اطلاع دی گئی۔ کہ اس کے والد ماجد یعنی حضرت شیخ رحمکارؒ کے مزار کے قریب انتظار کرو کل وہاں پر ملاقات ہو جائے گی۔ والدہ ماجدہ اپنے فرزند رشید کی ملاقات کے اشتیاق و انتظار میں وہاں پہنچی - اور مشغول بہ دعا و عبادت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے شور و غل اور ہر طرف ہا و ہو کی آوازیں سنیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے - بتایا گیا کہ فرزند ارجمند کا جنازہ لوگ اکوڑہ سے لا رہے ہیں - یہ روح فرسا خبر سن کر اُن کے دل کو بے انتہا صدمہ ہوا پریشان حال ہو کر ہجوم کے پاس چلی گئی اور فرمانے لگی مجھے ملاقات کرنے دو۔ جب بدن مبارک سے پردہ ہٹایا - اور فرزند رشید کی حالت دیکھی - تو اس صدمۂ جاں گسل کی تاب لا سکی اور وہیں اپنی جان بجان آفرین کو سپرد کر کے دنیا کے غموں سے فارغ ہو گئی - انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس کے بعد دونوں کو حضرت شیخ رحمکارؒ کے مزار اقدس کے پاس دفن کیا گیا۔

حضرت شیخ ضیاء الدینؒ کی شہادت کے اس واقعہ کے بعد اشرف خان کو بھی عزت و آرام کے ساتھ ریاست و امارت نصیب نہ ہو سکی - عتاب شاہی میں آیا اور اس کو اپنے کئے کی سزا بہت جلد دنیا میں بھی مل گئی - بڑی ذلت کے ساتھ گرفتار ہوا - اور اُسے دہلی لے گئے۔ وہاں سے دکن کی طرف لے جا کر اُسے جیل خانہ میں ڈالا گیا۔ اور مصائب و تکالیف میں مبتلا رہا - اس دوران میں وہ سمجھ گیا تھا - کہ مجھے یہ روز بد اس عمل بد کی مکافات میں دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ پشتو کا مشہور شاعر تھا اور ہجری تخلص رکھتا تھا - جیل خانہ کے ان آلام و مصائب میں وہ بار بار اس حقیقت کا اظہار کرتا کہ حضرت شیخ رحمکارؒ کو میں نے ناراض کیا ہے۔ مجھے اس

کی یہ سزا مل رہی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں اس کے چند اشعار بہت مشہور ہیں۔ اُن میں دو مندرجہ ذیل ہیں۔

زہ یہ بند دِ اودنگ نہ یم چہ بہ خلاص شم ۔ زہ بند کڑے شیخ دجکار زیری کا کا یم
پہ دکن کبن پار ونشتہ چہ دِ م دعم کڑی ۔ نہ خوڑے اثر دہ دعا تو دے بلا یم

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان ہی میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اور اس کی لاش وہاں سے لائی گئی۔

حضرت شہید باباؒ کی اولاد و احفاد اور خوانین اکوڑہ کے درمیان اس کے بعد چپقلش شروع ہوگئی جس کی بہت کچھ تفصیلات ہیں۔ اس مختصر تذکرہ میں ان کے ذکر نے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت ہے[1] اختصاراً اتنا ہی ذکر کرنا مناسب تھا۔

حضرت شیخ ضیاء الدینؒ کے سات صاحبزادے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نجم الدین باباؒ (۲) شکور گل باباؒ۔ (۳) برہان الدین یا برہان گل باباؒ (۴) زین العابدین باز گل باباؒ۔ (۵) قیاس الدین باباؒ (۶) عباس الدین باباؒ۔ (۷) دلدار الدین (یا دلدار گل باباؒ)

ان ساتوں حضرات کی اولاد موجود ہے۔ ہر ایک کا اجمالی تذکرہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) **نجم الدین باباؒ** تمام بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ صاحب مجمع البرکات نے ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ

اُس نے علم حاصل کیا تھا بہت ہوشیار و سمجھدار تھا اور تعلیم و تدریس میں مشغول رہا کرتا تھا	تحصیل علم نمود۔ بسیار دانشمند و دانا بود تعلیم و تدریس ساخت

---

[1] "تاریخ قوم کاکاخیل" کے مرتب کرنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی تدوین و تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ تو تمام واقعات مفصلاً عرض کیے جائیں گے۔ (مؤلف)

Marfat.com

ان کے گیارہ صاحبزادے تین بیویوں سے تھے۔ قطب الدین[۱]، بہاؤ الدین[۲]، سعد الدین[۳] پہلی زوجہ سے۔ نظام الدین[۴]، کرم الدین[۵]، شاہد الدین[۶]، شرف الدین[۷]، دیندار[۸] دوسری بیوی سے، خیر الدین[۹]، انوار الدین[۱۰]، صفدر الدین[۱۱] تیسری زوجہ سے تھے۔ ان میں سے نمبر ۶، ۷، ۱۰، ۱۱ لاولد فوت ہو گئے ہیں۔ اور باقی سات کی اولاد موجود ہے۔ بعض زیارت کاکا صاحبؒ میں خاندان تھگان میاں کا ن یا وزیر خیل کے نام سے مشہور ہیں۔ اور بعض اپنے قصبہ سے باہر کے علاقوں مثلاً ہوتی۔ گمبت۔ علاقہ دوآبہ۔ ڈاک سپین خاک۔ چھچھ۔ معیار وغیرہ میں رہتے ہیں۔

نجم الدین باباؒ کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ قبر مبارک مشہور و متعارف اس چبوترے پر ہے۔ جو شہید باباؒ کے روضۂ متبرکہ کے کھوٹہ کے دروازہ سے باہر بہ جانب مشرق اور باز گل باباؒ کے گنبد کے دروازہ سے بہ جانب جنوب واقع ہے۔

(۲) شکور گل باباؒ اُن کے تین صاحبزادے تھے۔ معاذ[۱]۔ رو نداد[۲]۔ سالار[۳]۔ معاذ لاولد تھا۔ باقی دو کی اولاد موضع جورہ (جرعہ) متصل تنگی علاقہ ہشتنغر میں ہے۔ مگر قلیل التعداد۔ صرف چند گھرانے ہیں۔

(۳) برہان الدین یا برہان گل بابا ان کے بھی تین صاحبزادے تھے۔ سید محمد فضل محمد۔ حاجی گل۔ پہلے دو تو لاولد فوت ہو گئے تھے۔ حاجی گل صاحب کی اولاد موضع ولی متصل زیارت کاکا صاحبؒ میں ہے مگر وہ بھی صرف ایک ہی گھرانا مہربان شاہ میاں صاحب کی اولاد ہے۔

(۴) زین العابدین حضرت باز گل باباؒ آپ کی تاریخ ولادت ۱۲ جمادی الاولیٰ روز دوشنبہ وقت فجر ۱۰۷۶ھ منقول ہے شہید باباؒ کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ لیکن سجادۂ شیخ رحمکارؒ کی جانشینی اور متعلقین خانقاہ کی تربیت و ارشاد کا کام انہیں سپرد کیا گیا۔ جس کا واقعہ صاحب مجمع البرکات

Marfat.com

نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ اور تذکرۂ میاں محمد مبین صاحب مرحوم میں بھی از صـ۱۰۱ تا صـ۱۰۶ منقول ہے ۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ رحمکارؒ کی وفات کے بعد حضرت شہید باباؒ ۲۳ برس (یا اس سے زیادہ عرصہ) تک زندہ رہے اور ان کی جانشینی کی۔ آپ ایک سازش کے ماتحت جب شہید کئے گئے تو آپ نے خود اپنا کوئی جانشین مقرر نہیں کیا تھا ۔ اور اپنے ساتوں صاحبزادوں میں سے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا ۔ اگرچہ آپ کے اور دوسرے خلفاء بے شمار تھے ۔ اور ان میں سے بعض نہایت مشہور و متعارف بھی تھے ۔ الغرض کچھ عرصہ تک اولاد میں سے کوئی جانشین نہیں تھا ۔ موریز خان[1] خادم خاص اور مرید باصفا کو اور اسی طرح دُوسرے مریدوں کو اس بارے میں خاص تشویش لاحق تھی۔ تین سال کے قریب اسی حالت پریشانی میں گذرے ۔ آخر موریز خان نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ آدھی رات کو اُٹھ کر اپنے مُرشد حضرت شہید باباؒ کے مزار پر حاضر ہوتا اور دعائیں کرتا کہ پیر کامل کے بعد اس کی اولاد ہی میں سے کوئی مسند نشین اور صاحب ارشاد مل جائے ۔ تو ہماری تسلی ہو جائے گی ۔ اور تب یہ تشویش ختم ہو گی۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ پنجشنبہ کی رات کو وہ دعائیں کرتے کرتے جوش میں آیا ۔

---

[1] موریز خان نوشہرہ کلاں کے ایک ملک صاحب کا لڑکا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک فقیر اُس ملک صاحب کے ہاں آکر مہمان ہوا ۔ اُس نے خوب مہمان نوازی کی۔ جاتے وقت وہ کچھ ایسا تصرف کر گیا کہ موریز خان اسی کے قبضہ میں آگیا ۔ اور اس کی حالت بدل گئی ۔ اور پھر دیوانہ ہو گیا ۔ بہت کچھ علاج کیا گیا ۔ مگر افاقہ نہ ہوا ۔ آخر حضرت شیخ ضیاء الدین کی خدمت میں زنجیروں میں باندھا ہوا لے آئے آپ نے توجہ فرمائی۔ تو ساری دیوانگی دُور ہوئی اور بالکل تندرست ہوا ۔ اور اس کے قلب میں حضرت شیخ کی محبت جاگزین ہوئی۔ والدین کی رضامندی سے لنگر کا خادم بن کر رہا ۔ اور حضرت شیخ ضیاء الدین کی توجہ سے باطنی ترقی کی۔ خادم خاص اور مرید مخلص تھا ۔ ۱۲

Marfat.com

اور عجیب عاشقانہ اور درد مندانہ لہجہ میں یہ درخواست کی۔ وہاں سے روحانی القاء کے ذریعہ سے اُسے بتادیا گیا۔ کہ حینِ حیات میں خود تو مجھے موقع نہیں ملا۔ کہ اُن میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا کر مقرر کرتا اور وہ جانشین ہوتا۔ اب تو یہ صورت ہے۔ کہ والدِ ماجد شیخ رحمکارؒ کے مزار پر حاضر ہوجاؤ اپنی یہ درخواست وہاں جاکر پیش کرو۔ وہ جس کو اس کام کے لئے منتخب فرمائیں وہی اس کام کے لئے ہر طرح سے مناسب و موزوں ہوگا۔ اور وہی انتخاب قابلِ اعتبار و اعتماد ہے۔ چنانچہ اس القاء کے بعد موریز خان حضرت شیخ رحمکار کے مزار متبرک پر حاضر ہوکر دعائیں مانگتا۔ وہاں سے ایک رات روحانی القاء کے ذریعہ بتایا گیا کہ میرے پوتوں یعنی حضرت شیخ شہیدؒ کی اولاد میں سے ہر ایک کے پاس ابھی راتوں رات جاکر کہہ دو کہ جدِ امجد تمہیں بلا رہے ہیں۔ میری اس دعوت پر ابھی رات ہی کو جو یہاں آکر حاضر ہوجائے۔ بس وہی جانشین مقرر ہوگا۔ اور فرمایا گیا کہ پہلے بڑوں کے پاس جاؤ اور پھر اسی طرح بالترتیب ہر ایک کے پاس پہنچ کر پیغام دو۔ چنانچہ موریز خان اسی وقت صاحبزادوں کے پاس گیا۔ پہلے نجم الدین صاحب کے ہاں چلا گیا۔ اور پیغام سنایا۔ وہ سُن کر یہ سمجھے کہ شاید یہ موریز خان کی مجذوبانہ بڑ سی ہے۔ رات کو مزار شیخ رحمکارؒ پر جانا کیسے۔ فرمانے لگے کہ اچھا کل آجاؤں گا۔ وہاں سے پھر شکور گل صاحب کے ہاں گئے۔ وہاں سے بھی یہ جواب آیا۔ پھر برہان الدین صاحب کے ہاں گئے۔ آواز دی اور ساری بات کہہ ڈالی۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا۔ کہ اچھا کل حاضر ہوجاؤں گا۔ یہ تینوں اچھے عالم و فاضل اور زاہد و عابد تھے۔ اور عمر میں بڑے تھے۔ اُن کے بعد زین العابدین باز گل صاحب کے پاس آئے۔ جو نوجوان تھے۔ اُن کو بھی موریز خان نے جدِ امجد کا یہی پیغام سنایا۔ وہ اسی وقت گھر سے باہر نکلے۔ بقول صاحب مجمع البرکات اُس نے جاکر اپنے بڑے بھائیوں کو تاکید کی کہ جب حضرت جدِ امجد بلا رہے ہیں۔ تو آپ کیوں نہیں جلتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ موریز ایک مجذوب و دیوانہ شخص ہے۔ ویسے دل میں یہ

خیال آیا ہوگا۔ ورنہ رات کو بلانے کا کیا مطلب؟ حضرت بازگل نے فرمایا کہ میں تو اس کے قول پر اعتماد و یقین رکھتا ہوں۔ یہ مریدان با اخلاص میں سے ہے۔ اور اسی وقت مزار پر جاکر حاضر ہوئے حاضر ہوتے ہی اس کی حالت یکسر بدل گئی۔ اور تمام مدارج سلوک و طریقت باطنی اثرات سے بہ سُرعت تمام اُسی وقت طے کرائے گئے۔ اور آپ کو جانشینی کے لئے مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد خانقاہِ رحمکاریہ کے مسندارشاد پر آپ جلوہ فرما ہوئے۔ اور والد ماجد اور جدّ امجد کی طرح آپ نے بھی فیوضات باطنیہ سے خلق خدا کو سیراب کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی وفات کی تاریخ مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ قبر مبارک حضرت شیخ رحمکارؒ کے روضہ سے بہ جانب شمال مشرق واقع ہے۔ جس پر گنبد بھی ہے اور مشہور و متعارف ہے۔

اُن کے تین صاحبزادے تھے۔ ۱۔ سرفراز گل بابا۔ ۲۔ فقیر محمد بابا۔ ۳۔ فاضل بابا۔ تینوں کی اولاد موجود ہے۔ قصبہ زیارت کاکا صاحبؒ میں بھی کافی تعداد میں رہائش رکھتے ہیں۔ اور خوڑ میاں گان اور قصبہ میاں گان کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اُن کی بہت بڑی تعداد باہر علاقوں میں بھی ہے۔ چنانچہ چونترہ علاقہ تحصیل پبی۔ اٹک ہمیتری۔ قریب بازہ۔ تنگی تحصیل ہنگو زاہد کلی میاں گڑھی درہ آدم خیل، اور شرنج ڈھیری علاقہ مردان میں مختلف گھرانے مدتوں سے سکونت پذیر اور ممتاز و متعارف ہیں۔ اس خاندان کو منسلے میاں گان اس لئے کہتے ہیں۔ کہ رسمی طور سے اب تک سجادہ نشینی اسی خاندان میں منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ شیخ رحمکارؒ کی صحیح اور پوری جانشینی کا سلسلہ کب تک باقی رہا ہے۔ لیکن اتنا کہا جا سکتا ہے کہ چھ سات پشتوں تک تو ضرور کچھ اثرات باقی تھے۔ پھر مرور زمانہ، طول عہد۔ اور ماحول کی خرابی سے وہ بات نہ رہ سکی۔ اور دل کی حسرت اور ہزار افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جہاں تک بہ ظاہر دیکھا جارہا ہے۔ اب " منزل کی راہ و رسم کا

Marfat.com

واقف کار و خبردار سالک" کوئی نہیں رہا۔ ہائے ع

آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

سجادہ نشینی کے متعارف رسمی لوازمات اب بھی اس خاندان کی طرف سے سال بھر کے بعد پورے کئے جاتے ہیں۔ آج کل امانی ملک میاں صاحب ابن زرناب گل بن طراز گل بن لباب گل بن حباب گل بن سرفراز گل رسوم سجادہ نشینی سرانجام دیتا ہے۔ فخر قوم میاں حمید گل صاحب مرحوم اسی خاندان سے تھے۔ جو اپنے اخلاق اور بہترین سیرت و کردار کی بنا پر واقعی فخر قوم اور مجاہد ملت تھے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ) استاذنا المحترم حضرت مولانا قیاس گل صاحب فاضل دیوبند کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔

(۵) قیاس الدین باباؒ

حضرت شیخ ضیاء الدین شہید باباؒ کے ساتوں صاحبزادوں میں سب سے زیادہ کثیر الاولاد اور مشہور ہیں۔ حضرت شہید باباؒ کی شہادت کے بعد خوانین اکوڑہ کے ساتھ جو کشمکش جاری رہی ہے۔ اس میں انہوں نے خصوصیت کے ساتھ نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنے دست مبارک سے فقہ کی مشہور کتاب البحر الرائق اور ہدایہ اولین کی کتابت کی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ بہت بڑے عالم، علم دوست اور مطالعہ کتب کے شوقین تھے۔ ہدایہ پر اپنے قلم سے متعدد حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔ سنہ کتابت ۱۱۳۱ھ لکھا ہوا ہے۔ یہ متبرک نسخہ ہدایہ اولین استاذنا المحترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع زید مجدہم کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۸ محرم الحرام جمعہ وقت عشاء ۱۰۷۰ھ بتائی جاتی ہے۔ تاریخ وفات صحیح طور سے مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ شہید باباؒ کے مزار اور باز گل صاحبؒ کے مزار کے درمیان جو ڈاٹ واقع ہے۔ اس کے نیچے دو قبریں متصل واقع ہیں۔ ان میں سے ایک قبر ان کی ہے اور ایک بڑے صاحبزادے کاجی باباؒ کی۔

ان کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ (۱) غیاث الدین باباؒ۔ (۲) غوث باباؒ۔ (۳) خانجان باباؒ (۴) سیر الدین باباؒ (۵) اسرار گل باباؒ (۶) عیاذ الدین باباؒ۔ (۷) انور باباؒ (۸) زبیر باباؒ
چونکہ ان حضرات میں سے ہر ایک کی اولاد ایک مستقل اور کثیر الافراد خاندان اور علیحدہ نام سے موسوم ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کا ذکر جُدا جُدا تفصیل کے ساتھ کیا جائے۔

(۱) **غیاث الدین معروف بہ کاجی باباؒ**۔ عام طور سے کاجی باباؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کی اولاد کو کاجی خیل کہتے ہیں۔ تمام خاندانوں میں سب سے زیادہ کثیر الافراد خاندان شمار ہوتا ہے۔ ماضی قریب تک وجاہت و اقتدار اور ہر لحاظ سے ممتاز و نمایاں درجہ تمام قوم کاکاخیل میں سے اس خاندان کو حاصل تھا۔ اب تو وہ آن بان اور امتیازی شان اگرچہ نہیں رہی ہے۔ ع

کہ آئین جہان گاہے چنیں گاہے چناں باشد

لیکن پھر بھی اس کو کچھ نہ کچھ امتیاز اور خصوصی حیثیات حاصل ہیں۔ ماضی قریب میں میاں مصباح الدین صاحب مرحوم اس خاندان کے نہایت وجیہہ و با اثر اور ممتاز بزرگ قوم گذر چکے ہیں۔

کاجی باباؒ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) بدرالدین صاحب مشہور بہ حافظ باباؒ (۲) دلبر الدین صاحبؒ (۳) اکرام الدین صاحبؒ (۴) ضیاء الدین صاحبؒ

ان میں سے بدرالدین صاحبؒ کے چار صاحبزادوں عظیم الدین۔ صلاح الدین رکن الدین اور قابل الدین کی اولاد زیادہ ہے۔ راقم الحروف مرتب "تذکرہ شیخ رحمکارؒ" اکرام الدین صاحبؒ کی اولاد میں سے ہے۔ یعنی تاج الدین بن مولانا حکیم حافظ ملا میاں محمد سعد گل صاحب مرحوم (المتوفی ۱۳۵۵ھ) بن محمد عارف بن برہان الدین بن گلاب شاہ بن اکرام الدینؒ صاحب۔ میرے والد ماجد مرحوم مشہور عالم دین اور

Marfat.com

اچھے حکیم تھے۔ ہمارے اسی خاندان میں سے میرے نانا حکیم محمد مظہر صاحب مرحوم اور میرے ماموں مولانا ابو المعانی حکیم آزاد گل صاحب مرحوم بھی مشہور و معروف تھے۔ اور عم محترم یسین میاں صاحب طبیب گل جو ایک شاندار دور زندگانی گذار چکے ہیں اب حالت ضعف و بیماری میں بقید حیات ہیں۔ نواب تناول کی طرف سے علاقہ ہزارہ کے لئے درآمد و برآمد مال تجارت کی محصول کی معافی کا ایک حکمنامہ اکرام الدین صاحب کے نام پر ہمارے ہاں موجود ہے جس پر سنہ کتابت ۱۱۶۳ھ اور نام محمد اکرم لکھا ہوا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمانہ قدیم سے دور دراز کی تجارت خاندان کا مشغلہ رہا ہے۔ اور یہ بھی کہ رؤسا سرحد کے دلوں میں ان کی کس قدر وقعت و عزت تھی، اور وہ کس اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آتے تھے۔

قوم کاجی خیل کثیر تعداد میں زیارت کاکا صاحبؒ میں بھی آباد ہے۔ لیکن بہت بڑی تعداد باہر بھی ہے۔ چنانچہ موضع دوبیاں اور بازار گی تحصیل صوابی۔ سرخ ڈھیری نارنجی ضلع مردان۔ لاچی ضلع کوہاٹ اور علاقہ تیراہ اور موضع چینڈر گڑھی۔ وغیرہ بہت سے مقامات میں کافی گھرانے عرصہ دراز سے سکونت پذیر ہیں۔ اس خاندان میں بہت سے اہل علم اور فضلاء و صلحاء گذر چکے ہیں۔

کاجی باباؒ کی قبر مبارک شہید باباؒ اور باز گل صاحبؒ کے مزاروں کے درمیان اپنے والد ماجد کی قبر کے ساتھ ہی متصل موجود اور متعارف ہے۔

(۳) غوث بابا۔ ان کی اولاد و خاندان بابا خیل کے نام سے مشہور ہے ان کے پانچ صاحبزادے تھے۔ عمر بابا[۱]، خاصہ بابا[۲]، آگون بابا[۳]، یونس بابا[۴]، الیاس بابا[۵]۔ ان میں سے عمر بابا کی اولاد کو زبابا خیل ہیں۔ اسی گھرانہ میں سے مولانا میاں مردان شاہ مرحوم اور اس کے بعد استاذ الاساتذہ علامہ دوران حضرت مولانا عبداللہ صاحب مرحوم تھے۔ اور اس کے صاحبزادوں میں سے مولانا حمداللہ

Marfat.com

صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وفات پا چکے ہیں اور استاذی المحترم مولانا محمد سعد اللہ صاحب فاضل دیوبند۔ یہ قید حیات ہیں۔ اور اپنے خاندان کے ان بزرگوں کی طرح تعلیم و تدریس کتب دینیہ میں مصروف رہتے ہیں (اطال اللہ بقاءہٗ) اور خاصہ بابا کے چار صاحبزادوں کی اولاد بربابا خیل ہیں۔ اکون بابا کی اولاد مصری بانڈہ اور الیاس بابا کی اولاد نوشہرہ کلاں میں ہے اور یونس بابا لاولد تھے۔

(۳) خان جان بابا۔ ان کے دو صاحبزادے بشیر بابا اور ظہیر بابا تھے ان کی اولاد میر کلانی میاں گان کے نام سے مشہور ہیں۔ اس خاندان کے بزرگ کسی زمانہ میں نقل مکانی کر کے موضع میر کلان یا میر کلام علاقہ خوڑہ چلے گئے تھے جب وہاں سے واپس آکر پھر یہاں رہنے لگے تو میر کلان کی نسبت سے میر کلانی کہلائے۔ اب تک سب کے سب زیارت کاکا صاحب ہی میں بود و باش رکھتے چلے آئے ہیں۔ صرف چند سال ہوئے ان میں سے رفیع اللہ میاں صاحب کی اولاد چارسدہ کے قریب جاکر اپنی مملوکہ زمین پر آباد ہوئی ہے۔ اس خاندان میں بھی نیک اور صالح لوگ گزرے ہیں مشہور خاندانوں میں سے شمار ہوتا ہے

(۴) سیر الدین بابا۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ عبد الشکور۔ نقیب معروف۔ تیسرا لاولد تھا۔ نقیب کی اولاد موضع تنگی علاقہ ہشتنغر میں ہے عبد الشکور صاحب کی اولاد زیادہ ہو گئی ہے۔ جن میں سے تھوڑی سی تعداد زیارت کاکا صاحب میں اور کچھ تنگی اور گڑھی عثمانی خیل میں رہتے ہیں اور اسی خاندان میں برہان الدین بابا تھے جس کی اولاد سرخ ڈھیری علاقہ مردان میں یہ اولاد کثیر موجود ہے۔ اور انگریزی دور اقتدار میں ملازمتیں

Marfat.com

اور مغربی تعلیم کے لحاظ سے انہوں نے کافی ترقی کی ہے افسوس ہے کہ ان میں اکثریت مغرب زدہ ہے اور ان میں قومی خصائص باقی نہیں رہے ہیں اس خاندان کے جو افراد زیارت کاکا صاحب میں رہے ان میں سے بہت اہل علم و فضیلت گزرے ہیں۔ مفتی میاں صاحب مرحوم اس خاندان کے مشہور و معروف عالم تھے ہمارے محترم دوست مولانا حکمت شاہ صاحب فاضل دیوبند و مولوی فاضل اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اسرار گل بابا۔ ان کے چار صاحبزادے تھے فیاض بابا، محمد صلاح بابا۔ پہلوان بابا۔ عبید شاہ بابا۔ آخر الذکر لاولد فوت ہوا۔ باقی تین حضرات سے سلسلۂ اولاد چلا ہے۔ اکثر زیارت کاکا صاحب میں سکونت پذیر ہیں۔ فیاض بابا کی اولاد کا اکثر حصہ موضع گدر تحصیل مردان میں ہے مشہور عالم و فاضل اور استاذ الکل حضرت مولانا ملا میاں حضرت شاہ صاحب مرحوم اسی خاندان سے تھے جنہوں نے اپنے گھر سے طلبۂ علوم دینیہ کے قیام و طعام کا انتظام کرکے مدتوں درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا تھا۔ اور بہت سے لوگوں کو علوم دینیہ سے سیراب کیا تھا (جزاہ اللہ تعالیٰ و نور ضریحہٗ)

اس خاندان کی ایک شاخ میں سے ایک صاحب نے کسی زمانہ میں نسوار کی فروخت کا کام شروع کیا تھا جس کی بنا پر عرف عام میں اب تمام خاندان کا نام نسواریان میاں گان مشہور ہو گیا ہے۔ اس نام میں کوئی تحقیر مقصود نہیں محض تعارف کا ذریعہ ہے۔ ہمارے محترم دوست مولانا انوار الحق صاحب فاضل دیوبند اور مولانا خلیل گل صاحب مولوی فاضل اسی خاندان سے ہیں۔ اور گدر میں مولانا مقصر شاہ صاحب اسی خاندان

کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔

(۶) عیاض بابا۔ ان کے دو صاحبزادے تھے۔ عزیز گل بابا۔ فیاض گل بابا۔ دوسرے لاولد فوت ہوئے۔ صرف عزیز گل بابا سے سلسلہ اولاد و احفاد چلا ہے۔ ان کی اولاد خاندان سرشتہ میاں گاں کے نام سے مشہور ہے۔ میاں محمد مبین صاحب جنہوں نے شیخ رحمکار کا منظوم تذکرہ لکھا ہے اسی خاندان سے تھے۔ تقریباً تمام افراد خاندان زیارت کا کا صاحب ہی میں بستے ہیں۔ ہمارے محترم دوست مولانا انوار الحق صاحب صابر فاضل دیوبند مولوی فاضل و منشی فاضل مدرس دینیات کالجیٹ ہائی سکول پشاور کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔

(۷) انور بابا۔ ان کا ایک صاحبزادہ حسین بابا تھا۔ پھر ان کا ایک صاحبزادہ محمد بابا۔ پھر اس کے دو صاحبزادے سرور بابا اور قمبر بابا تھے۔ اور ان دونوں سے خاندان کا سلسلہ چلا ہے۔ اب تمام خاندانِ انور بابا کو قمبر خیل کہتے ہیں اس خاندان میں خصوصیت کے ساتھ مقدر شاہ میاں صاحب مرحوم کی اولاد بہت زیادہ ہے۔ اور انہیں کی وجہ سے یہ سارا خاندان مشہور و ممتاز اور صوبہ بھر میں متعارف ہے۔ مقدر شاہ میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے راحت شاہ میاں صاحب۔ امیر شاہ میاں صاحب۔ طاہر شاہ میاں صاحب اکبر شاہ میاں صاحب۔ رحیم شاہ میاں صاحب سب کے سب صاحب ثروت و وجاہت علاقہ بھر اور حکومت میں با اثر اور ہر لحاظ سے نمایاں رہے ہیں اب ان کے بعد ان کی اولاد تعداد اور مال و دولت ہر حیثیت سے بڑھ رہی ہے۔ میاں رحیم شاہ مرحوم اور اس کی اولاد نے خصوصیت کے ساتھ نام پیدا کیا ہے سرحد کے موجودہ وزیر تعلیم اور پرانے مشہور قومی کارکن میاں جعفر شاہ صاحب

Marfat.com

بھی میاں رحیم شاہ صاحب مرحوم کے فرزند ہیں۔

اکبر شاہ میاں صاحب مرحوم قصبہ زیارت کاکا صاحب کے مشہور اہلِ حل و عقد میں سے تھے۔ قوم کی قیادت و رہنمائی اور رفاہِ عامہ کے کام کرنے میں ان کے خصوصی کارنامے ہیں۔ اب ان کا بڑا صاحبزادہ اکرم شاہ میاں صاحب جانشین مقرر ہوا ہے۔

حکمت شاہ میاں صاحب مرحوم سب سے بڑھ کر مخیر، علم دوست، محب علماء و طلبہ اور صالح و بیدار تھے۔ انہیں کی کوششوں سے ان کے صاحبزادے مولانا میاں مسرت شاہ صاحب نے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور کافی عرصہ تک اپنے گھر سے طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام کر کے ان کو علوم دینیہ پڑھاتے رہے۔ اور اسی طرح مولانا مسرت شاہ میاں صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا ولایت شاہ صاحب فاضل دیوبند نے تحصیل علوم دینیہ کر کے فراغت حاصل کی اور کچھ عرصہ تدریس کرتے رہے۔

مقدر شاہ میاں صاحب کی اولاد کا اکثر و بیشتر حصہ زیارت کاکا صاحب سے باہر نوشہرہ صدر اور علاقہ ہشتنغر میں سکونت پذیر ہے۔

(۸) زبیر بابا۔ ان کے دس صاحبزادے تھے۔ عنبر بابا۔ شاہ میاں منور بابا۔ زیور بابا۔ شمس الدین۔ علم الدین۔ کمال۔ بیر باز۔ قمرالدین۔ زبیر بابا کی اولاد خاندان "بیر سیچ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس خاندان کے کچھ گھرانے شہاب خیل تحصیل پشاور میں اور بعض دوسرے مقامات میں رہتے ہیں۔ لیکن اکثر زیارت کاکا صاحب اور اس کے متصل گاؤں ولی میں سکونت پذیر ہیں۔ ماضی قریب تک اس خاندان میں بڑے وجیہ و بااثر حضرات گزرے ہیں۔ اور قوم کاجی خیل کی طرح پہلے سے ان کو بھی امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔

Marfat.com

انگریزی اقتدار کے دوران میں اسی خاندان کا تعلق حکومت کے ساتھ رہا ہے ۔ نمبرداری اور ذیلداری بھی اسی خاندان میں ہے ۔ میاں شمس الدین مرحوم مصنف تذکرہ شیخ رحمکار اسی خاندان سے تھے ۔ مولانا میراں جان صاحب مرحوم اسی خاندان کے ایک ممتاز اور نمایاں فرد ماضیٔ قریب میں گزرے ہیں ۔ جن کے خاص سیاسی کارنامے ہیں اور جو شجاعت صاف گوئی حلم و وقار اور دوسری خصوصیات اور اخلاقِ حسنہ کے حامل عالم و بزرگ تھے (رحمہ اللہ تعالیٰ)

یہاں تک قیاس الدین بابا کے آٹھوں صاحبزادوں کی اولاد کا جنکو قیاس خیل کہتے ہیں تذکرہ ختم ہوا ۔ اب حضرت شہید بابا کے چھٹے صاحبزادے عباس الدین بابا کا ذکر شروع ہوتا ہے ۔

(۶) عباس الدین بابا } ان کی اولاد خاندان عباس خیل کے نام سے مشہور ہے ۔ ان کے دو صاحبزادے تھے جان عالم بابا اور نجم الدین بابا ۔ جان عالم بابا کے تین صاحبزادے تھے ۔ احمد شاہ ، اکبر شاہ ، صاحب عالم ۔ ان میں سے اکبر شاہ کی اولاد نہیں اور باقی دو حضرات کی اولاد موجود ہے ۔ کچھ لوند خوڑ اور اپنے دکمہ علاقہ خٹک کوہاٹ اور جماٹہ بیری میں اور کچھ زیارت کا کا صاحب میں ۔ اور نجم الدین کے دو صاحبزادے میر حمزہ اور سحاب تھے ۔ اب سحاب کی اولاد موجود ہے ۔

(۷) دلدار الدین بابا } ان کے دو صاحبزادے تھے محمد مکادم بابا اور محمد فہیم بابا ۔ اور دونوں سے اولاد کا سلسلہ چلا ہے کسی زمانہ میں اس خاندان کے کچھ حضرات آفریدیوں کے علاقہ میں جا کر کچھ عرصہ رہنے لگے تھے ۔ اس لئے اب سارا خاندان آفریدی میاں گان کے نام سے مشہور ہو گیا ہے کچھ بانڈہ اور بڈھ بیرہ میں اور کچھ علاقہ باجوڑ اور موضع تیراہ میں اور کچھ

Marfat.com

تاریخ شہر ربیع الثانی الف ومأتہ وسبع واربعون

کتاب کے سرورق پر اس شکل کی مہر ہے (ذل ارالدین ۱۱۲۶) دوسرے ورق پر ایک اور مہر (شیخ رحمکار ابوالمکارم) ۔ اس کے ساتھ ایک عبارت ہے ۔ بدیں نسخہ متبرکہ از دست حضرت ولی جیو سرفراز شدہ ایم وبندہ عند اللہ وقف نمودہ متولی فرزند محمد اعظم ۔

عام طور سے دل ارالدین صاحب کی ولادت کی تاریخ ۱۸ ذوالقعدہ وقت چاشت روز دوشنبہ ۱۱۱۵ھ نقل کی جاتی ہے۔ مگر مندرجہ بالا عبارات اور مہروں کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اس کی پیدائش ۱۱۰۰ھ سے تو یقیناً پہلے ہو گی۔ معلوم نہیں یہ غلطی کب سے اور کیوں لگی ہوئی ہے۔

یہاں تک شیخ ضیاءالدین صاحب شہید بابا کے ساتوں صاحبزادوں اور ان کی اولاد کا ذکر ختم ہوا۔ اب حضرت شیخ رحمکار کے دوسرے صاحبزادے محمد گل صاحب کا تذکرہ مختصر طور سے عرض کرتا ہوں۔

(۲) حضرت شیخ محمد گل صاحب

پہلے گزر چکا ہے کہ غالباً ۱۰۵۰ھ میں جب حضرت سید آدم بنوریؒ حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت شیخ رحمکار سے انکی ملاقات ہوئی تو جب خانقاہ سے واپس تشریف لے جانے لگے حضرت شیخ نے صاحبزادہ محمد گل صاحب کو حج کے لئے ساتھ کر دیا۔ اور اس طرح انہوں نے پہلی دفعہ حج ادا کر دیا۔ پھر حضرت شیخ رحمکار کی وفات کے بعد صاحبزادہ محمد گل صاحب دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ صاحب مجمع البرکات کی روایت ہے کہ حج ادا کر کے واپس آ رہے تھے۔ کہ راستہ میں (غالباً ایران کے علاقہ میں) کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ آپ نے بوقت وفات یہ وصیت کی

تھی کہ

مرا اگر تواتید بہ دیار خود ببرید و بہ نزدیک حضرت ایشاں دفن کنید۔
(اگر ہو سکے مجھے اپنے وطن پہنچاؤ اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ رحمکار کے مزار کے قریب دفن کردو)

انہی ایام میں حضرت شیخ رحمکار نے بھی خواب میں یا روحانی القاء کے ذریعہ حضرت شیخ دانشمند شیخ عبدالحلیم صاحب کو ارشاد فرمایا۔ کہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے۔ تمہارا بھائی فلاں جگہ وفات پاچکا ہے۔ آپ گھر تشریف لے آئے ان کی اہلیہ کو بھی حال سنا کر واقعہ کی اطلاع دی اور پھر تیاری کر کے ان کو یہاں لے آنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ بہت سے آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔ اور اس مقام سے لاکر شیخ رحمکار کے مزار کے بالکل متصل ان کو دفن کردیا اب گنبد کے دروازہ سے داخل ہوتے ہی پہلی قبر جو سامنے آتی ہے۔ وہ شیخ محمد گل صاحب کی ہے۔ اور حضرت شیخ رحمکار کی قبر مبارک اس سے بہ جانب مغرب اس کے ساتھ متصلاً واقع ہے۔ شیخ محمد گل صاحب کی اولاد میں سے زیارت کاکا صاحب میں تو ایک فرد بھی نہیں بلکہ عام طور سے تو یہ مشہور ہے کہ ان کی اولاد باقی نہیں رہی۔ لیکن مقامات قطبیہ کے مرتب اور ناشر میاں حبیب اللہ صاحب مرحوم نے مقامات قطبیہ کے ضمیمہ میں لکھا ہے کہ

ایں صاحب بسیار کم اولاد دارد۔ از یک نفر مردانہ در اولاد او زیادہ نباشد و در موضع کوٹ علاقہ رانی زئی مے باشد (ص ۱۲۶)

(حضرت شیخ محمد گل صاحب کی اولاد بہت کم ہے۔ اس کی اولاد میں ایک نفر مرد سے زیادہ کوئی نہیں رہتا اور وہ کوٹ علاقہ رانی زئی میں سکونت پذیر ہے)

Marfat.com

شیخ محمد گل صاحب کا ایک صاجزادہ احمد گل صاحب تھا۔ اس کا صاجزادہ بہرہ مند صاحب اور اس کا زیور میاں تھا۔

(۳) شیخ خلیل گل صاحب

معروف بہ مزرے بابا۔ آپ حضرت شیخ رحمکار کی حیات ہی میں اس علاقہ سے ٹوٹی علاقہ اتمان خیل (یاغستان) کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں رہنے لگے تھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہاں سے تشریف لے جانے کی خاص وجہ کیا تھی۔ آپ کی اولاد بھی اس علاقہ میں ہے۔ اور ان کی تعداد زیادہ نہیں۔ اباز ئی علاقہ ہشتنغر اور ٹوٹی، اور آگرہ علاقہ اتمان خیل میں چند گھرانے ہیں جو اس علاقہ میں مشہور و متعارف اور ممتاز و با اثر ہیں۔

آپ کے دو صاجزادے تھے میاں یحییٰ صاحب اور کوکو صاحب ثانی الذکر لاولد تھے۔ میاں یحییٰ صاحب کے دو صاجزادے محمد غوث صاحب اور زر سیداد صاحب تھے اور ان سے آگے پھر سلسلۂ اولاد چلا ہے۔ آپ کا مزار ٹوٹی میں واقع اور زیارت گاہ خلق ہے۔

(۴) شیخ عبد الحلیم صاحب

عام طور پر آپ علیم گل بابا کے نام سے مشہور ہیں لیکن کتب مناقب میں آپ کا نام عبد الحلیم ہی منقول ہے نیز آپ کو اکثر فرزند دانشمند کے لقب سے یاد کیا گیا ہے چونکہ آپ خصوصیت کے ساتھ علوم و فنون میں ماہر اور اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل تھے اس لئے اس زمانہ کے علمی اصطلاح کے طور پر آپ کو دانشمند کا لقب دیا گیا تھا۔ نیز عام طور سے آپ کو "سپین بابا" اور "صاحب ہندوستان بھی کہا کرتے تھے" آپ نے باقاعدہ طور سے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی اور اس مقصد کے لئے آپ کافی عرصہ ہندوستان کے شہروں میں بھی رہے ہیں۔ والد ماجد کی زندگی

Marfat.com

میں زیادہ تر آپ کا علمی مشغلہ جاری رہا۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ جس وقت حضرت شیخ رحمکار کی وفات ہوئی ہے اس وقت شیخ عبدالحلیم یہاں موجود نہیں تھے ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ کو ایک مجذوب بزرگ کے ذریعے سے اس کی اطلاع ہوئی۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور والد ماجد کی وفات کے بعد روضۂ مبارکہ پہ حاضر ہو کر آپ نے طریقۂ اویسی کے مطابق استفادہ کیا اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اس کے بعد یہاں ہی رہے۔ اور خلقِ خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ "مقامات قطبیہ اور مقامات قدسیہ" فارسی زبان میں آپ کی تصنیف ہے۔ جس میں حضرت شیخ رحمکار کے کچھ فضائل و مناقب اور حالات و سوانح بھی ہیں اور آپ کے مقامات و مراتب عالیہ کا متصوفانہ اصطلاحات کے مطابق ذکر بھی ہے اور اس کے ساتھ تصوف و سلوک کے مسائل بھی ہیں۔ اس کتاب میں حضرت شیخ عبدالحلیم شیخ محمد حسینیؒ[1] اور اسکی کتاب بحر المعانی

---

[1] مقامات قطبیہ کے مطبوعہ نسخہ میں بار بار محمد حسین ہی ذکر کیا گیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد الحسینی ہیں جن کا ذکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں یوں کیا ہے ۔
"سید محمد بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ المکی الحسینی از اعاظم خلفاء شیخ نصیر الدین محمود است و در توحید و تفرید مقامِ عالی دارد۔ از افراد اولیاست۔ در آنچہ او از احوال ظاہر و باطن خود نوشتہ است عقل حیران است۔ اگر اینہا بے شائبہ تاویل و صرف ظاہر مراد است پس از کاملانِ وقت خود است قدس اللہ سرہ او را تصنیفے است مسمٰی بہ بحر المعانی" در وے بسیار از حقائقِ توحید و علومِ قوم و اسرارِ معرفت بیان کردہ سخن را مستانہ مے گوید۔ و بہ دو کتاب دیگر یکے دقائق المعانی و دیگر حقائق المعانی نیز وعدہ مے کند۔ خدا داناد کہ اینہا نیز تصنیف یافتہ اند یا نے۔ و او را تصنیفاتِ دیگر نیز است۔ رسالہ دارد در بیانِ روح۔ و رسالہ ایست مسمٰی بہ پنج نکات و بحر الانساب کہ در آنجا بیان (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کا نہایت کثرت کے ساتھ حوالے دیتے اور اس کے صوفیانہ مسائل کا ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نے اس کتاب کو بہت زیادہ زیرِ مطالعہ رکھا ہے۔ اور اس کے مضامین سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں تصوف کی دوسری کتابوں مثلاً شاہ شرف الدین منیریؒ کے مکتوبات۔ رسالہ قشیریہ۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم اور مختلف رسائل صوفیہ کرام اور صحاح ستہ کے حوالوں سے مختلف مسائل ذکر کئے ہیں۔ یہ کتاب عرصہ تک قلمی رہی ہے ۱۳۱۸ھ میں ابو اسد اللہ میاں محمد اللہ مرحوم کاکاخیل نے جو حضرت شیخ عبدالحلیم کی اولاد میں سے تھے پہلی دفعہ اس کو طبع کرکے شائع کیا ہے۔ عوام اس سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کرسکتے۔ کچھ تو مسائل دقیق اور علمی ہیں اور زیادہ تر تصوف کی خاص اصطلاحات سے تعلق رکھنے والے ہیں اور کچھ اس کی تصحیح بھی پورے طور سے نہیں کی گئی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی ہمت و برکت سے یہ علمی یادگار محفوظ ہوگئی۔ ورنہ ہماری قوم کی غفلت و بے توجہی اور کتابوں کے بارے میں بخل و منع للخیر کی عادت کی وجہ سے سینکڑوں دوسری علمی اور مفید کتابوں کی طرح یہ بھی ضائع و برباد ہو جاتی اور کسی طاقِ نسیاں میں مٹی کے ڈھیر میں پڑی پڑی کیڑوں کی خوراک ہو جاتی۔

(بقیہ سابقہ صفحہ) نسب اہل بیت رسالت کردہ است۔ و نسبت آبا و اجداد خود را ثبت نمودہ۔ وے کثیر الدعویٰ است۔ و از آنچہ از احوال خود بیان کردہ است بتحقیق مے شود کہ دعویٰ او حق است۔ عمر دراز یافتہ بود از زمان سلطان محمد تغلق تا زمان سلطان بہلول درحیات بود۔ سن شریفش از صد متجاوز بود۔ آبائے کرام او از شرفاء مکہ اند۔ لہٰذا از آں بہ دہلی آمدہ و در سرہند اقامت کردہ۔ الحال مقام او در ہماں شہر است۔ (اخبار الاخیار ص ۱۳۷)

اور اب ہمیں اس سے استفادہ کا موقع نہ ملنا۔

یہ مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا کہ شیخ عبدالحلیمؒ کی وفات کب ہوئی۔ اور کیسے ہوئی
ان کا مدفن زیارت کاکا صاحبؒ میں حضرت شیخ رحمکارؒ اور دوسرے بھائیوں بھتیجوں
کی قبروں سے علیحدہ بجانب جنوب مغرب تھوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے۔ جس کے
اوپر چھت بھی ہے۔ یعنی قبر مبارک ایک کوٹھے کے اندر واقع ہے۔ اور اس کے ساتھ چند
قبریں اور بھی ہیں۔ اور باہر بہت بڑا قبرستان ہے۔ جس کے ارد گرد چار دیواری ہے۔
جن لوگوں پر جنات کا اثر ہوتا ہے۔ تو ایسے آسیب زدہ لوگ عموماً قبر مبارک کے پاس
لائے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی برکت و کرامت کے طفیل ان مریضوں کو
شفایاب کر دیتا ہے۔ اور ان کی تکلیف دُور ہو جایا کرتی ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ (۱) افضل بابا (۲) گل حسن بابا (۳) فخر الدین باباؒ
(۴) غنی دل باباؒ (۵) رحمت شاہ باباؒ

(۱) افضل باباؒ کی اولاد میں سے کوزخیل میا نگان محلہ ستنغ سر ہیں۔ (۲) گل حسن باباؒ کے
صاحبزادے میر گل صاحب تھے۔ (۳) فخر الدین باباؒ کے چار صاحبزادے تھے۔
(۱) عظمت اللہ بابا جس کی اولاد موضع تنگی اور کٹی مینہ میں ہے۔ (۲) محمد شاہ باباؒ جس
کی ساری اولاد موضع زاخیل تحصیل نوشہرہ میں ہے۔ (۳) عصام الدین بابا جس کی اولاد
خیبر بلس ہے (۴) شیخ جنید صاحب۔

(۴) غنی دل صاحب کے چار صاحبزادے تھے (۱) شیخ دلیر صاحب (۲) قتلان
صاحب (۳) حاجی گل صاحب (۴) عبدالجلال صاحب۔ آخر الذکر دونو حضرات
لاولد انتقال فرما چکے ہیں۔ دلیر صاحب کی اولاد میں سے نصر من اللہ میاں صاحب
مرحوم اور حکیم لطف من اللہ میاں صاحب کا خاندان اور ہشتنغر کے میا نگان
کوزخیل ہیں۔ میاں مہت اللہ صاحب مرحوم طابع و ناشر مقامات قطبیہ بھی

اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس نے خود اپنا نسب نامہ یوں لکھا ہے
مہتاب اللہ بن عطاء اللہ بن حبیب اللہ بن شیخ دلیر صاحب بن شیخ غنی دل
صاحب۔ ضلع ہزارہ کے علاقہ پکھلی میں بھی اس خاندان کے کافی افراد عرصہ سے
آباد ہیں۔

(۲) قتلان صاحب کے دو صاحبزادے تھے (۱) عمر صاحب جو لاولد فوت ہوئے
(۲) عبدالستار صاحب جس کے دو صاحبزادے تھے (۱) عابد گل (۲) واجد گل۔ ان میں
سے عابد گل صاحب کی اولاد میں اب صرف ڈرغاند گل میاں صاحب اور اس
کا فرزند ارجمند دیانت گل ہیں۔ واجد گل صاحب کے صاحبزادے فواند گل میاں
صاحب مرحوم المتوفی ۱۰ محرم ۱۳۱۱ھ تھے۔ جس کے چار صاحبزادے تھے (۱) حلیم گل
میاں صاحب مرحوم المتوفی ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ (۲) سمیع گل میاں صاحب مرحوم
(۳) محمد شاہد عرف شاہد گل میاں صاحب مرحوم المتوفی ۲۶ شوال ۱۳۴۲ھ (۴) زاہد گل
میاں صاحب۔

حلیم گل میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے محترم حمیم گل میاں صاحب
موجود ہیں جن کے پانچ صاحبزادے ہیں (۱) مولانا تسنیم الحق صاحب فاضل دیوبند
و مولوی فاضل (۲) مولانا تقویم الحق صاحب فاضل دیوبند و مولوی فاضل و
منشی فاضل وغیرہ (۳) تنظیم الحق (۴) تکریم الحق (۵) تنعیم الحق۔ سمیع گل میاں صاحب
مرحوم کے دو صاحبزادے تھے (۱) رافع گل میاں صاحب مرحوم جس کی نرینہ اولاد نہ
تھی (۲) فرید گل میاں صاحب مرحوم جس کا فرزند شاکر اللہ موجود ہے۔

محمد شاہد عرف شاہد گل میاں صاحب مرحوم کے سات صاحبزادے ہیں۔
(۱) شافع گل میاں صاحب جس کے صاحبزادے ہمارے محترم دوست
مولانا محمد ظفر صاحب فاضل دیوبند و مولوی فاضل ہیں (۲) حضرت مولانا

Marfat.com

محمد عزیز گل صاحب جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے تلمیذ رشید خادم خاص اور ان کے ساتھ اسیر مالٹا رہے ہیں۔ (۳) صمیم گل میاں صاحب مرحوم جو لاولد فوت ہو چکے ہیں (۴) استاذنا و مخدومنا المحترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع دامت فیوضہم و اطال اللہ بقارہم سابق استاذ دارالعلوم دیوبند (۵) ضیاء الحق میاں صاحب (۶) انوار الحق میاں صاحب (۷) شمس الحق فوت شدہ۔

حضرت شیخ عبدالحلیمؒ کے پانچویں صاحبزادے رحمت شاہ صاحب کی اولاد میاں گان آگرہ چارسدہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب کی تمام اولاد کو کوزخیل میاں نگاں کہا کرتے ہیں۔ قوم کاکاخیل کے دوسرے خاندانوں کے افراد اس تمام خاندان کو سابقہ روایات اور سلف کے واقعات کی بنا پر زیادہ پاکیزہ اور نیک سمجھتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس خاندان میں بہت سے بزرگ اور صلحا و اتقیا گزرے ہیں اور ان کی دعا و بد دعا مقبول اور تعویذ مؤثر ہوتا ہے۔

ہم نے اجمالاً حضرت شیخ رحمکار کی اولاد و احفاد اور مختلف خاندانوں کا ذکر کر دیا۔ اولاد کی اکثریت تو اس مرکزی مقام زیارت کاکا صاحب میں آباد ہے۔ لیکن اس کے علاوہ صوبہ سرحد کے مختلف علاقوں میں بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور خصوصاً ضلع پشاور ضلع مردان اور ملحقہ علاقوں کے بارے میں اگر کہا جائے کہ کوئی بڑا قصبہ اور مشہور گاؤں ایسا کوئی نہ ہوگا جس میں قوم کاکاخیل کے کچھ افراد نہ بستے ہوں تو شاید کہ مبالغہ نہ ہوگا لیکن جو خاندان بہت پہلے زمانہ میں باہر چلے گئے ہیں اور اب زیارت کاکا صاحب کے ساتھ ان کے آمد و رفت اور رشتہ داریوں کے تعلقات نہیں رہے ہیں تو عام طور سے ان کے متعلق علم بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی قوم کاکاخیل میں سے ہے چنانچہ ان میں سے ایک علمی خاندان کا

بطورِ مثال ذکر کرتا ہوں۔

شیخ عبدالحلیم کے صاحبزادے افضل بابا کے صاحبزادوں میں سے ایک صاحب عمر شاہ صاحب بھی تھے انہوں نے خاندانی روایات کے مطابق تحصیل علومِ دینیہ کے لئے پوری کوشش کی اور کئی مقامات پہ جا کر علمائے دین سے استفادہ کیا۔ طلب علمِ دین کے آخری مراحل انہوں نے علاقہ صوات میں طے فرما کر علاقہ بنیر کے راستے سے علاقہ اگرور میں وارد ہوئے۔ اس وقت علاقہ اگرور کے صواتی اقوام میں تقسیم جائیداد ہونے والی تھی قاعدہ کے مطابق یہ لوگ کسی مذہبی اور دینی معزز عالم کو یہ آپس کا قضیہ فیصلہ کے لئے سپرد کرتے تھے۔ حضرت مولانا عمر شاہ صاحب علوم ظاہریہ کے جید و مستند عالم ہونے کے ساتھ ساتھ علمِ باطن میں بھی کامل تھے۔ ویسے تو بڑے بڑے عالم و فاضل موجود تھے لیکن شیخ الشیوخ حضرت شیخ رحمکار کاکا صاحب کی اولاد کے سوا یہ مشکل و دشوار کام کوئی بھی سرانجام نہ دے سکتا تھا۔ آخرکار تمام اقوام صواتی نے بہ اتفاق حضرت عمر شاہ صاحب کو منتخب کیا حضرت نے کمالِ ظاہری و باطنی اور عقلِ خداداد سے اس کام کو بہ حسن وخوبی نہایت بہترین طرز و انداز کے ساتھ سرانجام فرمایا۔ کسی کو کسی قسم کی شکایت نہ رہی۔ حضرت کے بے انتہا فیوضات دیکھ کر لوگ اس چشمۂ رحمت کو یہاں سے دور رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ اور تمام قوم نے آپ کو اس علاقہ میں رہنے بسنے پر مجبور کر دیا۔ اور سب نے بہ اتفاق تین گاؤں بطور ہدیہ خدمت میں پیش کئے۔ حضرت صاحبؒ ان کی درخواست مان گئے وہیں شادی کی اور رہنے لگے۔ آپ کے تین صاحبزادے (۱) حضرت شاہ معظم صاحب (۲) حضرت شاہ مکرم صاحب (۳) حضرت شاہ محتشم صاحب یہیں پیدا ہوئے۔ حضرت صاحب کے انتقال کے بعد تینوں گاؤں تینوں بھائیوں نے باہم تقسیم کئے۔ حضرت مولانا معظم شاہ صاحب کو تراوڑہ۔ مولانا

Marfat.com

محتشم شاہ صاحب کو بیلیاں اور مولانا مکرم شاہ صاحب کو قلد گئے بالترتیب حصہ میں آئے۔ مولانا محتشم شاہ صاحب لاولد فوت ہو چکے ہیں۔ اور مولانا مکرم صاحب کی اولاد پیدا ہوئی جن کا آخری پسماندہ اب مولانا کلیم اللہ اور لطیف اللہ صاحب اور احسان اللہ صاحب ہیں۔ اور مقام تراوڑہ میں مولانا معظم شاہ کی وجہ سے علم کی رونق و بہار رہی اور جس کی نزہت و خوشبو اب تک باقی ہے۔ اس خاندان میں اب تک علمی دَور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس خاندان کے علما و فضلا سے اخذ و استفادۂ علوم دین کے لئے ۴۰-۶۰ طلبہ ہمیشہ بہ یک وقت حاضر رہتے تھے اور دور دور سے لوگ آ آ کر ظاہری اور باطنی فیوضات حاصل کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولانا شیخ عبدالحق صاحب اور پھر ان کے فرزند عبیداللہ شاہ صاحب مشہور زمانہ عالم و عارف گزرے ہیں۔ جن کے علم و فضل اور ولایت و کرامت کے تذکرے علاقہ میں مشہور و زبان زد ہیں۔ پھر مولانا لطیف اللہ صاحب کے صاحبزادے بحر العلوم مولانا شاہ حنیف اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے علوم سے سارا علاقہ روشن و منور ہو گیا تھا۔ ان کے تلامذہ کثرت کے ساتھ اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں اب ان کی اولاد میں سے مولانا قاضی وہاب گل صاحب اور سید محمد ثناء اللہ شاہ ندیم، امداد اللہ شاہ فصیح اللہ اور مختار اللہ باقی ہیں۔ اس خاندان کے موجودہ چشم و چراغ اور صاحبِ فضیلت بزرگ مولانا قاضی وہاب گل صاحب ہیں[۱]

---

[۱] اس خاندان کے متعلق مندرجہ بالا معلومات مجھے اس خاندان کے صاحبِ علم فرد مولانا سید ثناء اللہ شاہ صاحب ندیم (حال خطیب جامع مسجد عید گاہ انارکلی مارکیٹ لاہور) نے مہیا فرمائے ہیں۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تراوڑہ میں اس خاندان کی موجودہ جائداد زرخرید ہے۔

Marfat.com

اس طرح قوم کاکاخیل کے اور بہت سے ایسے خاندان صوبہ کے طول وعرض میں موجود ہیں جن کا تعارف عام طور سے حاصل نہیں۔ الغرض حضرت شیخ رحمکار کی اولاد کثرت کے ساتھ پھیل گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جس خطۂ ملک میں قوم کاکاخیل کے افراد موجود ہوتے ہیں ممتاز ونمایاں حیثیت حاصل کرتے ہیں اور یہ سب درحقیقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکار کا اعزاز واکرام ہے والد مرحوم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ حضرت کاکا صاحب کی سب سے بڑی کرامت کیا ہے تو میں جواب میں یہی کہوں گا کہ اس سے بڑھ کر نمایاں کرامت اور کیا ہوگی کہ تین سو سال گزرنے کے بعد اس گئے گزرے زمانہ میں اور روحانیت سے خالی ماحول میں بھی بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود اس کی اولاد کو وہ مقام ومرتبت حاصل ہے جو کسی دوسرے خاندان کو نہیں ؎

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم

چنانچہ یہ آفتاب نصف النہار کی طرح ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد وافغانستان اور دوسرے ملحقہ علاقوں میں سادات کرام کے جس قدر دوسرے خاندان موجود ہیں ان سب سے بڑھ کر بالکل نمایاں طور پر اللہ تعالےٰ نے سادات کے اس خاندان کو خصوصی عزت وشرف کا مقام عطا فرمایا ہے اور لوگوں کے قلوب کو ان کے اعزاز واکرام کے لئے مسخر کیا ہے اور زمانۂ قدیم سے مذہبی، روحانی، سیاسی ہر لحاظ سے اس خاندان کے افراد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے گذشتہ ہر دور میں صاحب نسبت اولیاء اللہ اور اصحاب تصوف وسلوک مستجاب الدعوات بزرگ بھی کثرت کے ساتھ اس قوم میں گزر چکے ہیں اور اب بھی شاید کہ یہ بیشہ کسی پلنگِ خفتہ سے خالی نہ ہو۔

علوم دینیہ کے ماہر اچھے اچھے مستند جید اور فاضل علماء کرام بھی اس قوم

Marfat.com

یں سے ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے تمام علاقہ کو علوم قرآن وحدیث اور فقہ واصول اور فنونِ عربیہ کی تعلیم وتدریس سے سیراب وفیض یاب کر دیا تھا۔ اور اب بھی کافی تعداد میں ایسے فضلاء دیوبند حضرات علماء کرام موجود ہیں جن کی علمی حیثیت ہندوستان وپاکستان اور ملحقہ علاقوں میں مسلم ونمایاں ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عزیز گل صاحب دامت فیوضہم تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا عبد الحق صاحب نافع زید مجدہ۔ ہم سابق استاذ دار العلوم دیوبند اسی درجہ ورتبہ کے دو نمایاں اور مشہور ومتعارف بزرگ ہیں اور جن کے وجود پر قوم بجا طور سے فخر و ناز کر سکتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے فارسی اور پشتو کے بہترین انشاء پرداز شعرا ادبا اور مصنفین کتب بھی اس قوم میں موجود رہے ہیں۔ نیز اچھے اچھے ممتاز وشہرۂ آفاق طبیب بھی ہمیشہ سے رہے ہیں۔

سیاسی حیثیت سے بھی زمانہ قدیم سے قوم کاکاخیل کی خاص اہمیت و وقعت ہے۔ سرحد کی تمام ریاستوں مثلاً چترال، دیر، صوات امب اور ٹیری وغیرہ کے نوابوں اور حاکموں کے عزل ونصب اور وہاں کے سیاسی معاملات کو سلجھانے میں ہمیشہ سے اس قوم کے افراد کے مشوروں، صوابدید اور جد و جہد کا خاص حصہ رہا ہے۔ اور ماضیٔ قریب تک حالت یہ تھی کہ ان ریاستوں کا ہر نیا نواب ریاست کی گدی نشینی کی دستار بندی یہاں زیارت کاکا صاحب میں آکر اس قوم کے بزرگوں کے ہاتھوں کرایا کرتا تھا۔ اور یہاں سے اجازت اور دعا حاصل کرنے کے بعد جاکر پھر اپنی ریاست کا انتظام سنبھال لیا کرتا تھا۔ والیانِ ریاست ہر معاملہ میں قوم کاکاخیل کا خاص لحاظ کیا کرتے تھے ان کے علاوہ تمام سرحدی قبائل آفریدی مہمند وغیرہ اپنے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات

Marfat.com

اسی قوم کے فیصلوں اور مشوروں کے مطابق اب تک طے کیا کرتے ہیں اور وہ کسی کاکاخیل کے فیصلہ کی خلاف ورزی کو اپنے لئے وبالِ جان اور موجبِ ہلاکت و تباہی سمجھتے ہیں اور اسی عقیدت و احترام کا اثر ہے کہ ان کے نہایت نازک اور پیچیدہ لاینحل سیاسی قضیئے قوم کاکاخیل کے عام افراد میں سے ایک فرد کے ذریعہ بہ آسانی سلجھ جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ وہ فیصلہ مان کر سر تسلیم خم کرے۔

گذشتہ دور میں آپس کی خانہ جنگیوں اور تقسیم جائیداد کے تنازعوں میں کاکاخیل کے فیصلوں کو آخری فیصلہ قرار دیا جاتا تھا اور عموماً اسی سلسلہ میں لوگوں نے ان بزرگوں کو زمینیں اور جائیدادیں بصد خوشی پیش کی ہیں اور وہ اس کو اپنے لئے ذریعہ سعادت سمجھتے تھے۔ کہ کوئی کاکاخیل ان کے ہدیہ کو قبول کرنے کی مہربانی فرمائے۔ افغانوں کے بڑے بڑے خاندانوں نے بلکہ والیان ریاست تک نے اس بات کو اپنے لئے سرمایہ فخر و سعادت سمجھا کہ ان کی صاحبزادیاں قوم کاکاخیل کے حبالۂ عقد نکاح میں آجائیں اور وہ حضرت شیخ رحمکار کی بہو کہلائی جائیں اور ان کو کسی کاکاخیل کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہو۔ چنانچہ سرحد کے بڑے بڑے خوانین اور نوابوں کے ساتھ اس قوم کا رشتہ اور تعلق مصاہرت اب تک ہے۔

قوم کاکاخیل نے ہمیشہ سے اکثر و بیشتر تجارت میں ترقی کی ہے۔ کوہستان اسپین اور کوہستان باجوڑ وغیرہ سے دریاؤں کے ذریعہ عمارتی لکڑی کی تجارت اور افغانستان سے خشک و تر میوہ کی تجارت اور چترال اور دوسری ریاستوں کے ساتھ درآمد و برآمد مالِ تجارت کا کاروبار تو صرف قوم کاکاخیل کا خصوصی اور بلا شرکت غیرے کام رہا ہے۔ اور ان دور دراز دشوار گزار اور غیر محفوظ مقامات کی تجارت قوم کاکاخیل کے سوا کسی اور کا کام ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ نہ کسی میں اتنی

جرأت وہمت نہی۔ نہ کسی اور کی اتنی وجاہت ووقعت۔ ان بڑی بڑی اہم تجارتوں کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کی تجارتیں قوم کا اصلی خاندانی پیشہ ہے۔ کچھ لوگ بھی ملازمتیں بھی کرتے رہے ہیں اور بعض کا گزارہ اپنی جایدادوں اور زمینوں پر رہا ہے اور آخر میں بہت ہی قلیل طبقہ ان چند افراد کا رہ جاتا ہے جن کو مخلص مریدین ومعتقدین نے مخلصانہ ہدایا وتحائف اور فتوحات کے ذریعہ کسی اور کام میں مصروف رہنے سے مستغنی کر دیا تھا اور وہ اس پر قانع ہو کر قدر کفاف پر گزارا کر رہے تھے۔ اور اب آہستہ آہستہ اس کو بھی ترک کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

تحریک آزادیٔ وطن کے سلسلہ میں بھی تناسب آبادی کے لحاظ سے قوم کاکاخیل نے سب سے زیادہ اور خاص حصہ لیا ہے۔ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت ورفاقت میں حضرت مولانا محمد عزیر گل صاحب نے جو کارنامے سرانجام دئے ہیں ان کی ایک طویل تاریخ ہے۔ اور پھر حضرت کے ساتھ پانچ سال تک جزیرہ مالٹا کی اسارت ایک بے نظیر خدمت مذہب وملت ہے ان کے علاوہ کاکاخیل کے سیاسی کارکنوں میں سے خاصکر مجاہد ملت فخر قوم میاں حمید گل صاحب مرحوم اور میاں جعفر شاہ صاحب نے جو ملکی اور ملی خدمات سرانجام دئے اور مال ومتاع کی قربانی دے کر آزادی کی تحریک میں متواتر اور نمایاں حصہ لیا تھا وہ اکابات کی روشن دلیل ہے کہ اس قوم کے افراد میں سیاسی سوجھ بوجھ، جرأت وبے باکی، ایثار وقربانی کا مادہ اور خدمت ملک وملت کا جذبہ بدرجۂ انتہا موجود ہے۔ آزادیٔ ملک اور قیام پاکستان کے بعد اب موجودہ دور میں بھی سرحد کے سیاسیات میں اس خاندان کو خصوصی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے چنانچہ میاں جعفر شاہ صاحب جو ڈاکٹر خان صاحب کے دور وزارت میں پارلیمنٹری سیکرٹری اور مشیر خاص رہے ہیں۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی وزارت میں وزیر تعلیم مقرر کئے گئے اور تاحال وزیر تعلیم ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گوناگوں حیثیات سے قوم کاکاخیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات اور خصوصی امتیازات سے نوازا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ محسودِ خلائق بھی ہے اور بد اندیشیوں کی "برکندہ باد" آنکھیں خواہ مخواہ اس کے عیوب و نقائص کی تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ اور بہت سے "شپرک" اس چشمۂ آفتاب کے لوزونابانی سے انکار کرنے کا مشغلہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس قوم کے خلاف چند جاہ پسند حاسدوں کا اراجیف و اکاذیب پھیلانا اور اس کی عزت و وقار کو کم کرنے کی کوشش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ؎

گل است سعدی و در چشمِ دشمناں خار است

اور یہ بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ ؎

وَاِذَا اَتَتْکَ مَذَمَّتِیْ مِنْ نَاقِصٍ فَهِیَ الشَّهَادَةُ لِیْ بِاَنِّیْ کَامِلُ

یعنی جب کسی ناقص شخص کی طرف سے تجھے میری مذمت و برائی پہنچے تو یہ اس بات کی گواہی ہے کہ حقیقت میں میں کامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ تعلّی و تفاخر سے بچائے۔ یہ چند کلمات بے اختیار زبانِ قلم سے نکل پڑے اور چند "کوتہ آستینوں" کی "دراز دستیوں" اور جا نا روا کفو کتے والوں کی جرأتِ بے جا نے بالآخر مجبور کر دیا کہ میں اس پیرایۂ بیان میں کچھ اظہارِ حقیقت کر جاؤں ورنہ طبعاً دل کو ہرگز یہ گوارا نہ تھا کیونکہ اپنا مسلک تو یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر علمؤا "جاہلوں" کے مقابلہ میں سلامًا کہنا اور وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا کِرَامًا کا طریقہ اختیار کرنے والے حضرات کی پیروی کرنا زیادہ مفید و مناسب ہے۔

نیز یہ بھی صاف عرض کروں کہ میں نے اپنی قوم کے متعلق اجمالی اشارات میں جو کچھ ذکر کر دیا ہے اس سے مقصد فخر و مباہات اور ہمچو ما دیگرے نیست کا معنویات نعرہ بلند کرنا نہیں حاشا و کلا اللہ تعالیٰ اس خیالیہ ذہنیت سے ہمیشہ محفوظ رکھے بلکہ

Marfat.com

محض یہ چیز پیشِ نظر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور عطا کردہ وہبی فضیلتوں کا ذکر تحدیثاً للنعمۃ ہو جائے اور ساتھ ہی ان انعاماتِ الٰہیہ کو ذکر کے میں اپنی قوم کو وہ کچھ یاد دلاؤں جو اللہ تعالیٰ نے قریش کو رحلۃ الشتاءِ والصیف کے انعامات یاد دلا کر ارشاد فرمایا ہے "فلیعبدوا ربّ ھذا البیت الذی اطعمھم من جوعٍ و اٰمنھم من خوف" (ان انعاماتِ الٰہیہ کی بنا پر قریش کو چاہیئے کہ اس بیت اللہ کعبہ کے پروردگار کی بندگی کیا کریں جس نے انکو بھوک سے کھانا دیا اور خوف سے امن و امان دیا۔ یعنی اپنے محترم برادرانِ قوم کو یہ عرض کردوں کہ وہ ان انعاماتِ خداوندی کا عملی شکریہ ضرور ادا کیا کریں اور اپنے اکابر و اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے اور شریعتِ مطہرہ کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی جد و جہد جاری رکھیں اور میں یہ توجہ دلاؤں کہ جس مردِ باخدا اور قطبِ دوراں انتساب اور اس کی سند سے تین سو سال سے متواتر ہم بے شمار فوائد حاصل کر رہے ہیں اس نے جس طرح اپنی زندگی گزاری ہے ہم کو بھی اسی نہج پر زندگی گزارنا چاہیئے۔ خدا کرے کہ میری یہ کوشش کامیاب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے "بندۂ خاص" کی برکت و وسیلہ سے ہم سب کو اس ابدی زندگی کی عزت و وجاہت اور میدانِ حشر کی سرخروئی و سربلندی نصیب فرمائے۔ کہ اصل زندگی اور ہمیشہ رہنے بسنے کا حقیقی ٹھکانا تو وہ عالم باقی ہے۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْآخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوانُ

شجرۂ اولاد حضرت شیخ رحمکار رحمہ اللہ تعالیٰ

یہاں پر حضرت شیخ رحمکارؒ کے چاروں صاحبزادوں اور پھر ان کی اولاد کا شجرہ درج کیا جاتا ہے۔ ہر صفحہ میں کچھ جگہ اس غرض کے لئے خالی چھوڑ دی گئی ہے تاکہ اس خاندان کے جو افراد اپنے شجرۂ نسب کو اُس خاندان کے بڑے بزرگ تک پہچاننا چاہے تو وہ اپنے قلم سے لکھ کر اُوپر تک اپنا سلسلہ نسب مربوط کرے۔

سیاح الدین کاکاخیل

Marfat.com

ذکر اولادِ شیخ ضیاء الدین شہید باباؒ

1. نجم الدین بابا
   1. قطب الدین
   2. بہاء الدین
   3. سعد الدین
   4. نظام الدین
   5. کرم الدین
   6. شاہد الدین — لاولد
   7. شرف الدین — لاولد
   8. دیندار
   9. خیر الدین
   10. انور الدین — لاولد
   11. صفدر الدین — لاولد
2. شکور گل بابا — صفحہ ۱۷۹
3. برہان گل بابا — صفحہ ۱۷۹
4. باز گل بابا — صفحہ ۱۷۹
5. قیاس الدین بابا — صفحہ ۱۸۰
6. عباس الدین بابا — صفحہ ۱۸۶
7. دلدار الدین بابا — صفحہ ۱۸۷

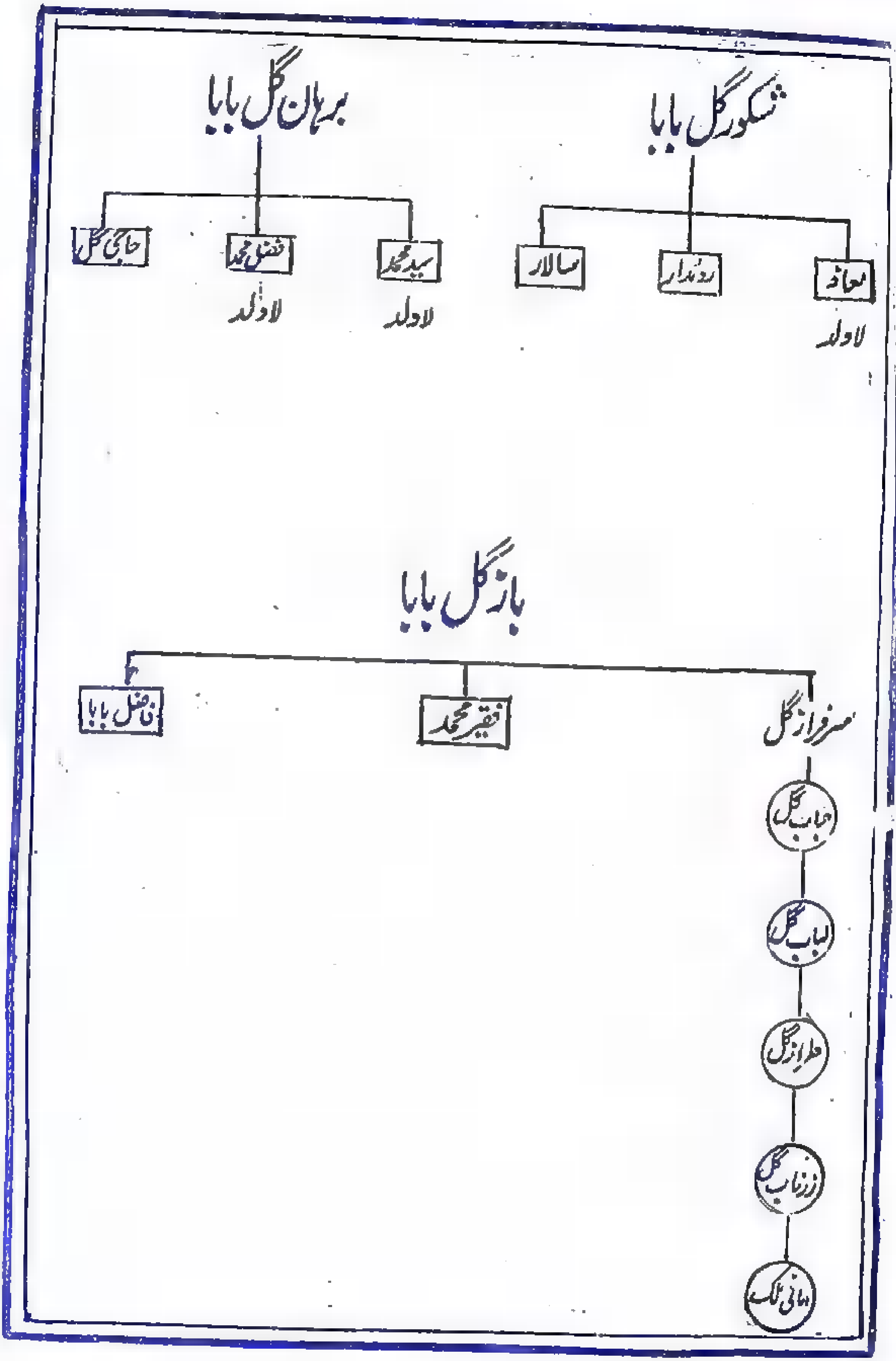
شکور گل بابا
معاذ
لاولد
روندار
سالار
برہان گل بابا
سید محمد
لاولد
فضل محمد
لاولد
حاجی گل
باز گل بابا
سرفراز گل
حباب گل
لباب گل
طراز گل
زرناب گل
ہانی ملک
فقیر محمد
فاضل بابا

قیاس الدین باباؒ

1. غیاث الدین بابا — معروف بہ کاجی بابا — جد کاجی خیل — صفحہ ۱۸۱
2. غوث بابا — جد باباخیل — صفحہ ۱۸۲
3. خان جان بابا — جد میر کلانی — میاں گان — صفحہ ۱۸۲
4. سیرالدین بابا — صفحہ ۱۸۳
5. اسرار گل بابا — جد نسواریاں — میاں گان — صفحہ ۱۸۳
6. عیاض بابا — جد سرشتہ — میاں گان — صفحہ ۱۸۴
7. انور بابا — جد قنبر خیل — صفحہ ۱۸۴
8. زبیر بابا — جد پیر پیخ — میاں گان — صفحہ ۱۸۵

غیاث الدین بابا معروف بہ کاکا جی بابا

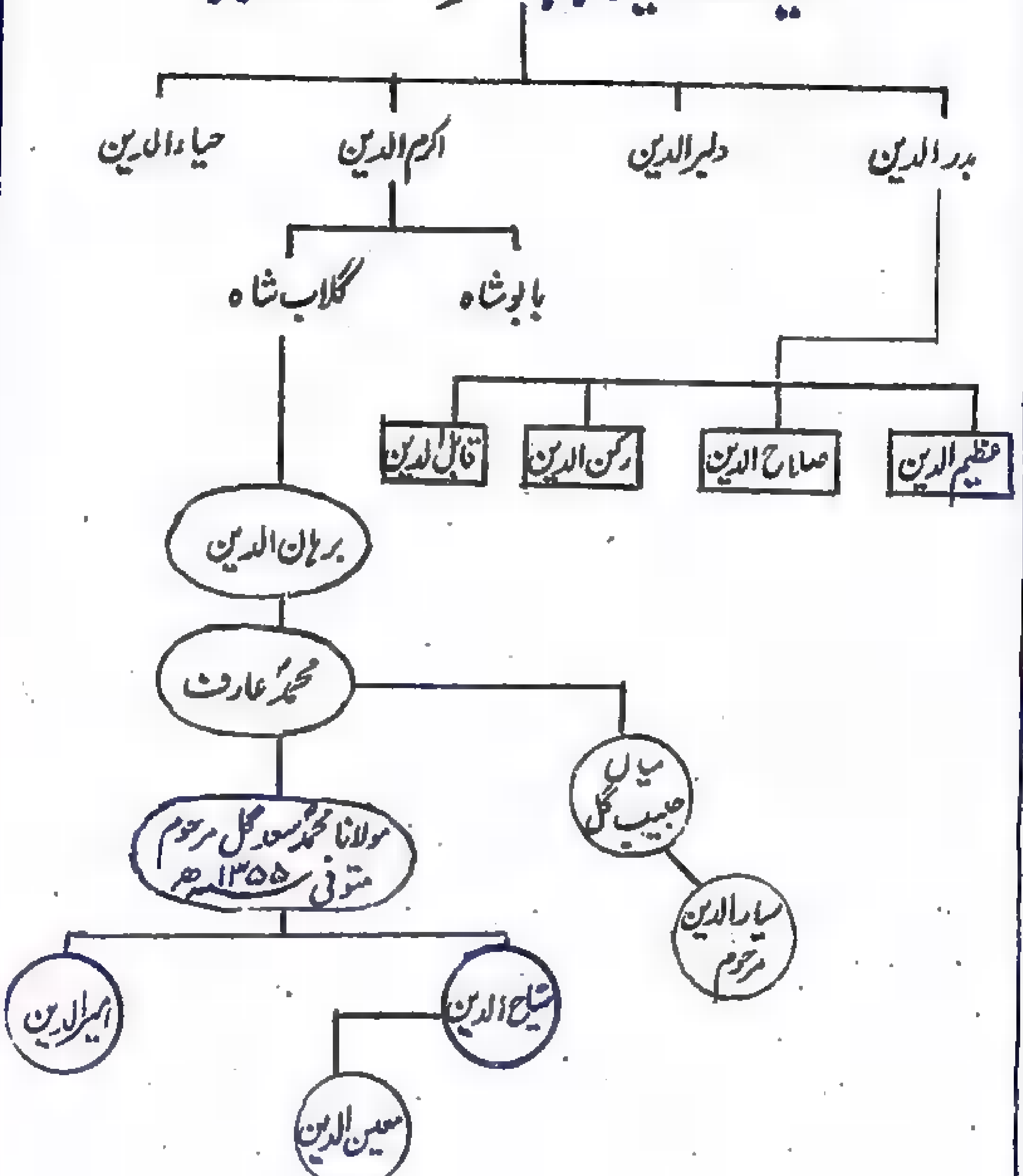

Marfat.com

غوث باباؒ جد باباخیل

عمر بابا | خاصہ بابا | آدن بابا | یونس بابا | الیاس بابا

یونس بابا: لاولد

خان جان باباؒ جد میر کلانی میاں گان

بشیر بابا | ظہیر بابا

سیرالدین باباؒ

- عبدالشکور
- معروف
  - لاولد
- منیب

اسرار گل بابا جد نسواریاں میاں گاں

- فیاض بابا
- محمد صلاح بابا
- پہلوان
- عبید شاہ
  - لاولد

Marfat.com

عیاض باباؒ جد خاندان سرشتہ میاں گان

انور باباؒ جد قنبر خیل

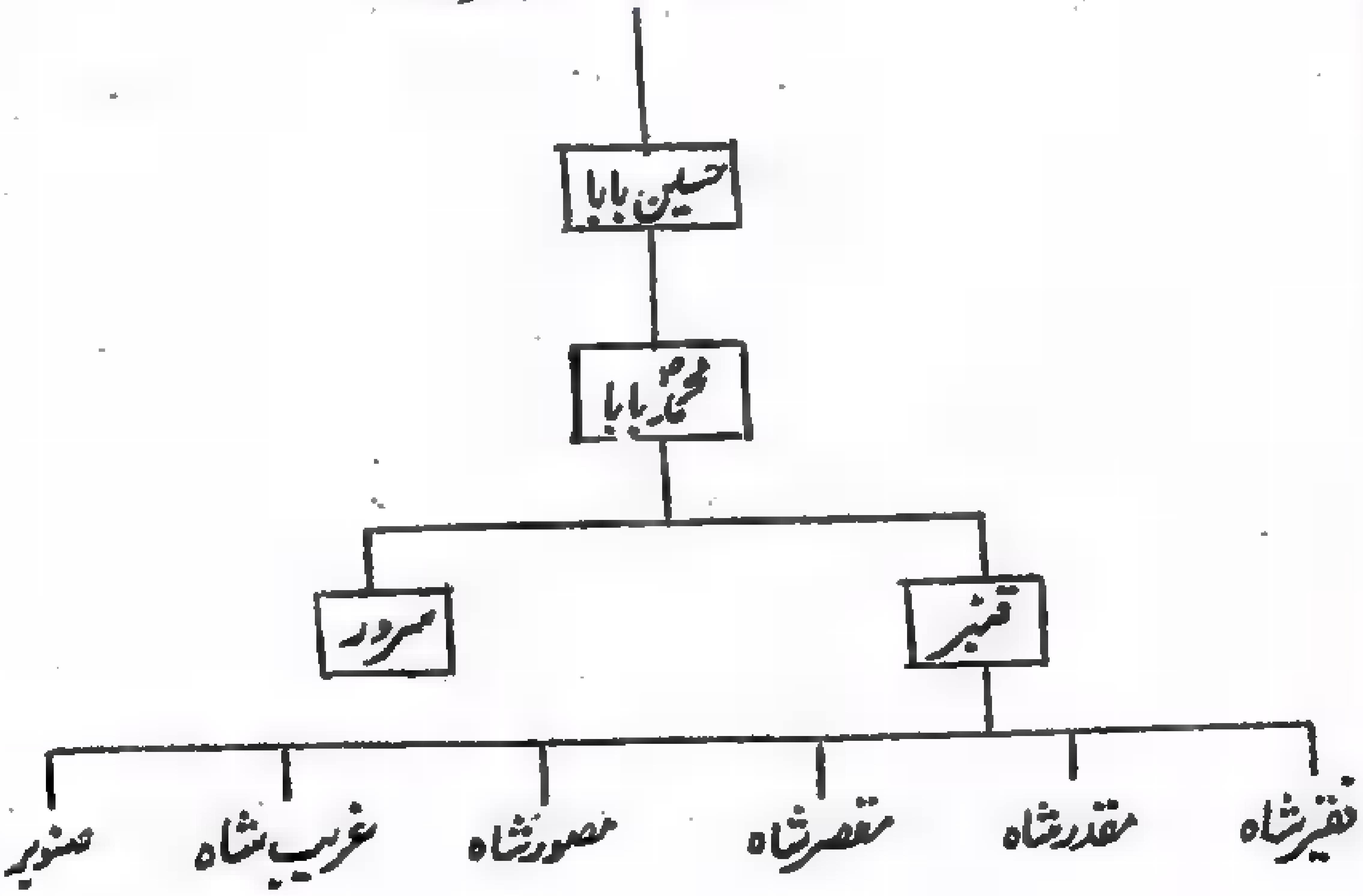

Marfat.com

زبیر باباؒ

1. عنبر بابا
2. شاہ شاہ میاں
3. منوّر بابا
4. زیور بابا
5. شمس الدین
6. علم الدین
7. کمال
8. میر
9. باز
10. قمرالدین

Marfat.com

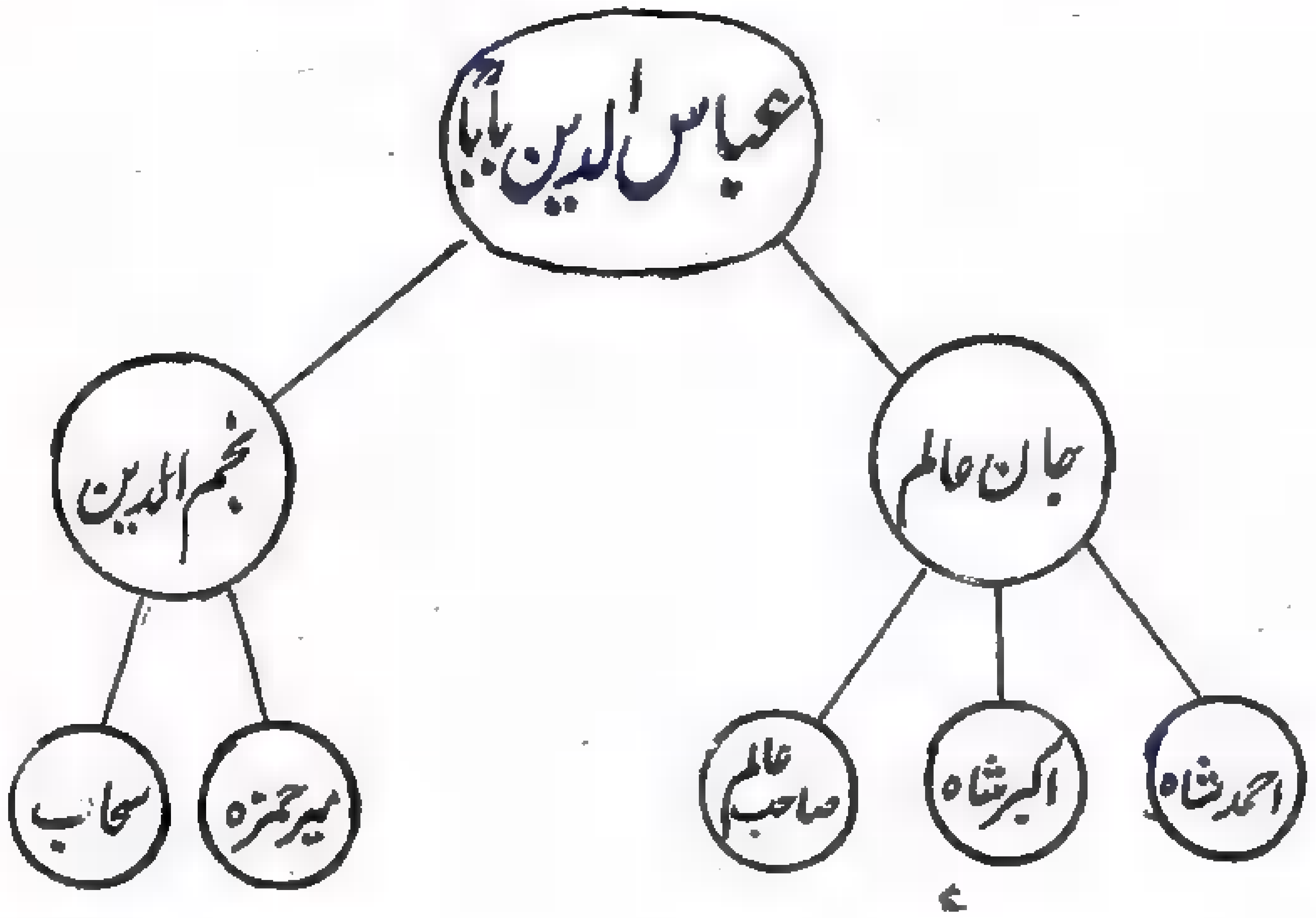
عباس الدین باباؒ
نجم الدین
جان عالم
سحاب
میر حمزہ
صاحب عالم
اکبر شاہ
احمد شاہ

Marfat.com

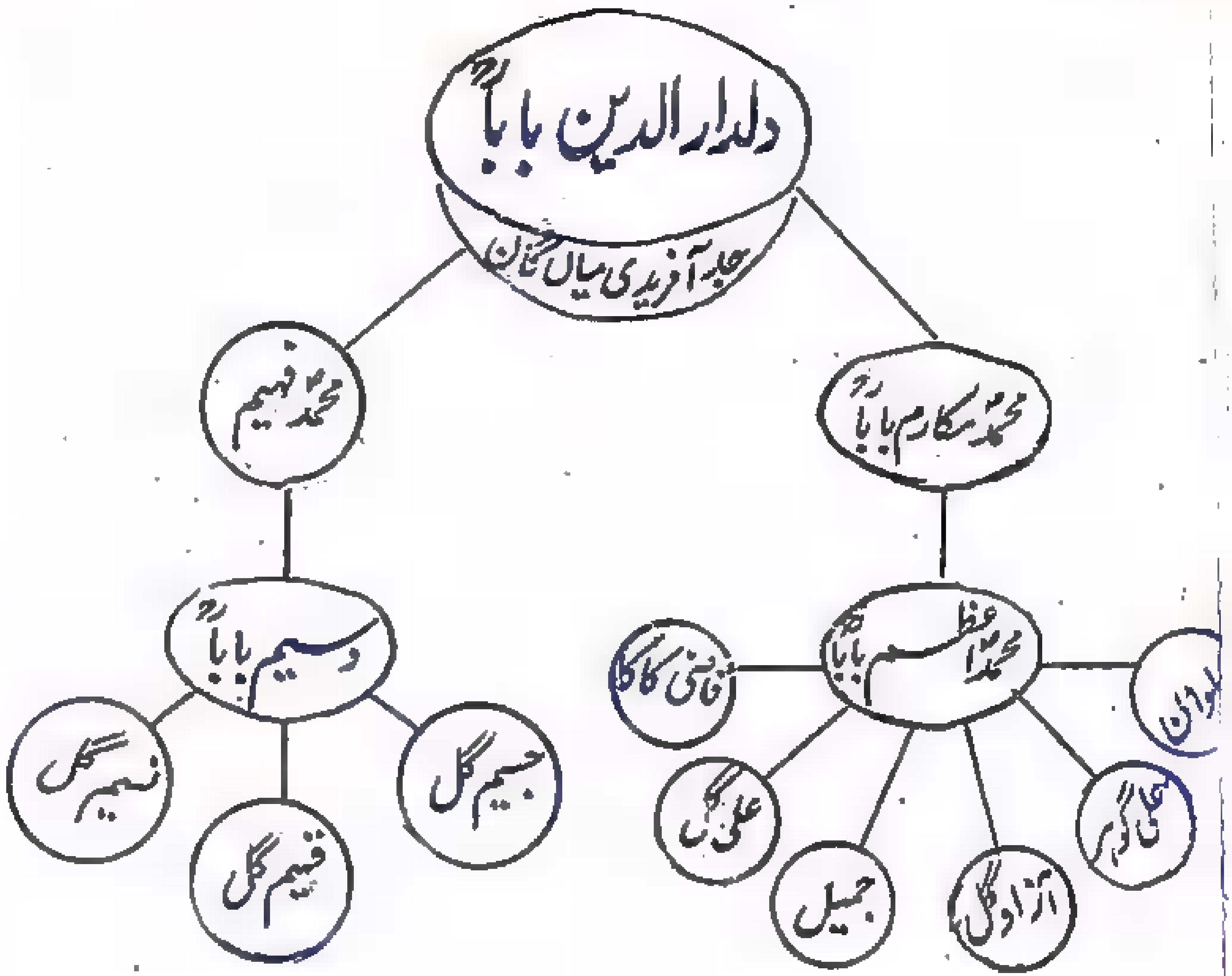
دلدار الدین باباؒ
جد آفریدی میاں گان
محمد فہیم
محمد مکارم باباؒ
وسیم باباؒ
محمد اعظم باباؒ
نسیم گل
قیسم گل
جسیم گل
قاضی کاکا
علی گل
جمیل
آزاد گل

Marfat.com

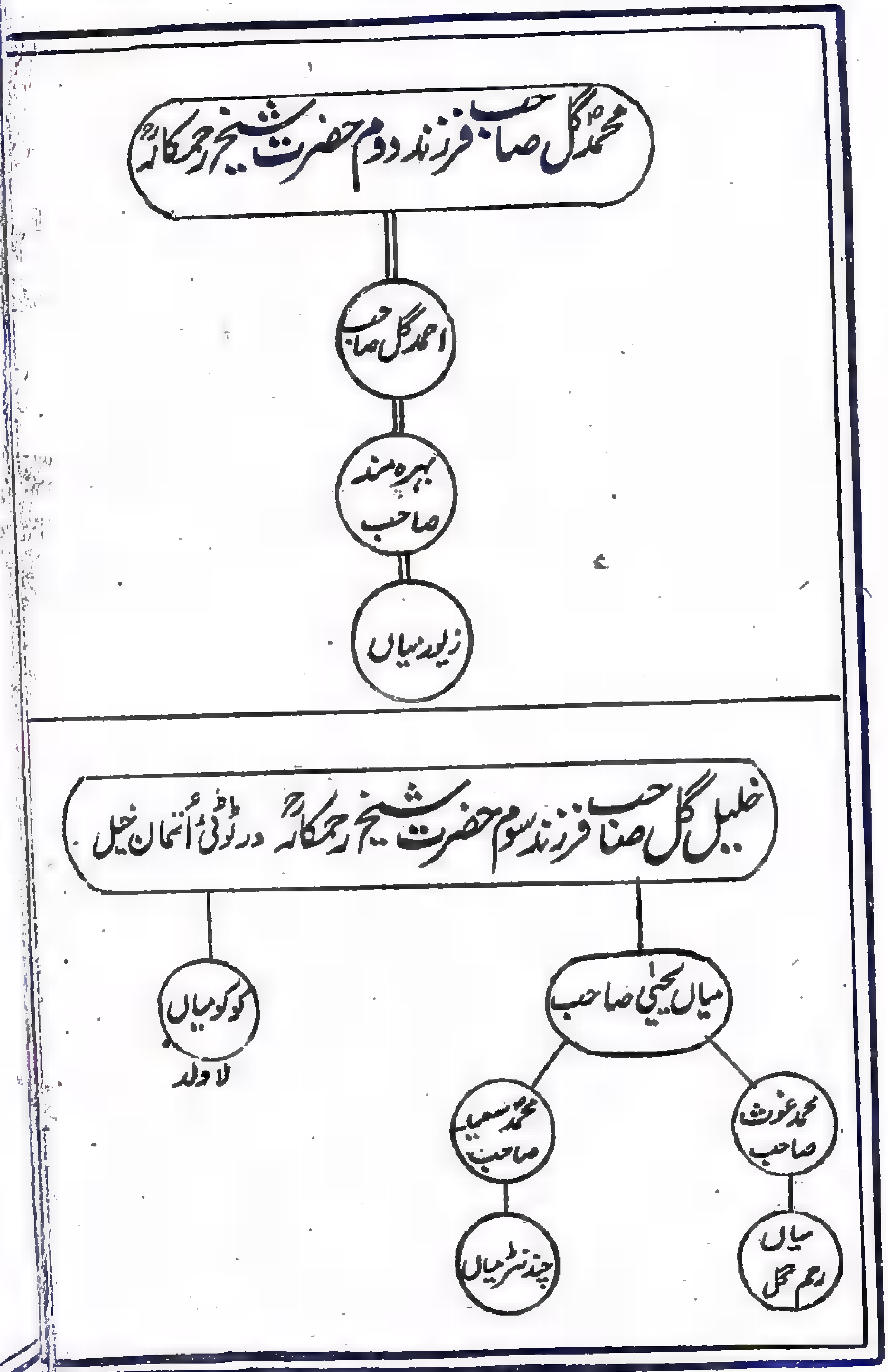

محمد گل صاحب فرزند دوم حضرت شیخ رحمکار رح
احمد گل صاحب
بہرہ مند صاحب
زیلد میاں
خلیل گل صاحب فرزند سوم حضرت شیخ رحمکار رح در ٹوٹی اُتمان خیل
میاں یحییٰ صاحب
کوکو میاں
لاولد
محمد سعید صاحب
محمد غوث صاحب
چندنڑ میاں
میاں رحیم گل

Marfat.com

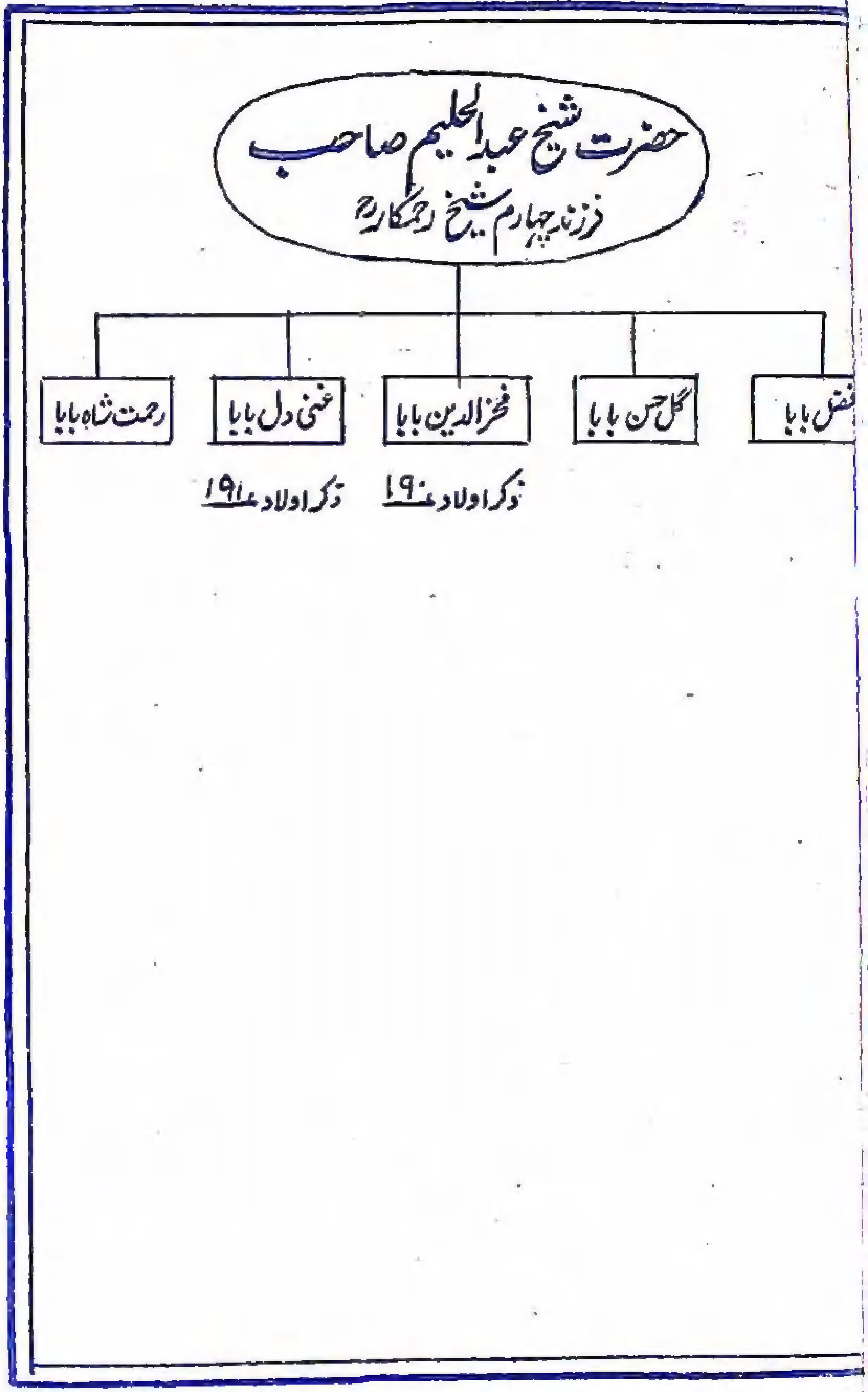
حضرت شیخ عبدالحلیم صاحب
فرزند چہارم شیخ رحمکار رح
فضل بابا
گل حسن بابا
فخرالدین بابا
ذکر اولاد ص ۱۹۰
غنی دل بابا
ذکر اولاد ص ۱۹۱
رحمت شاہ بابا

Marfat.com

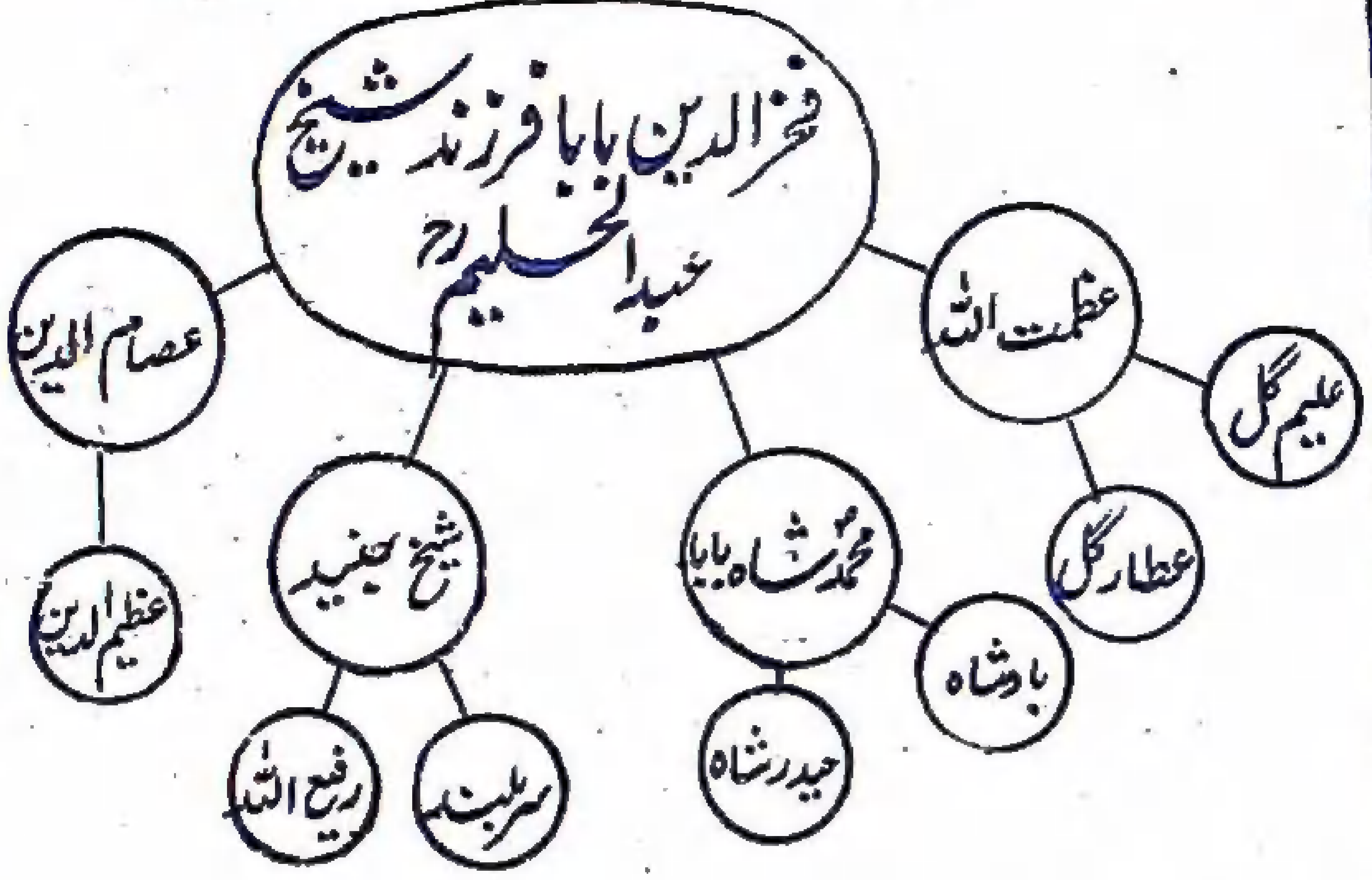
فخر الدین بابا فرزند شیخ عبد الحلیم رح
عصام الدین
عظیم الدین
شیخ جنید
سربلند
رفیع اللہ
محمد شاہ بابا
حیدر شاہ
بادشاہ
عظمت اللہ
عطار گل
علیم گل

Marfat.com

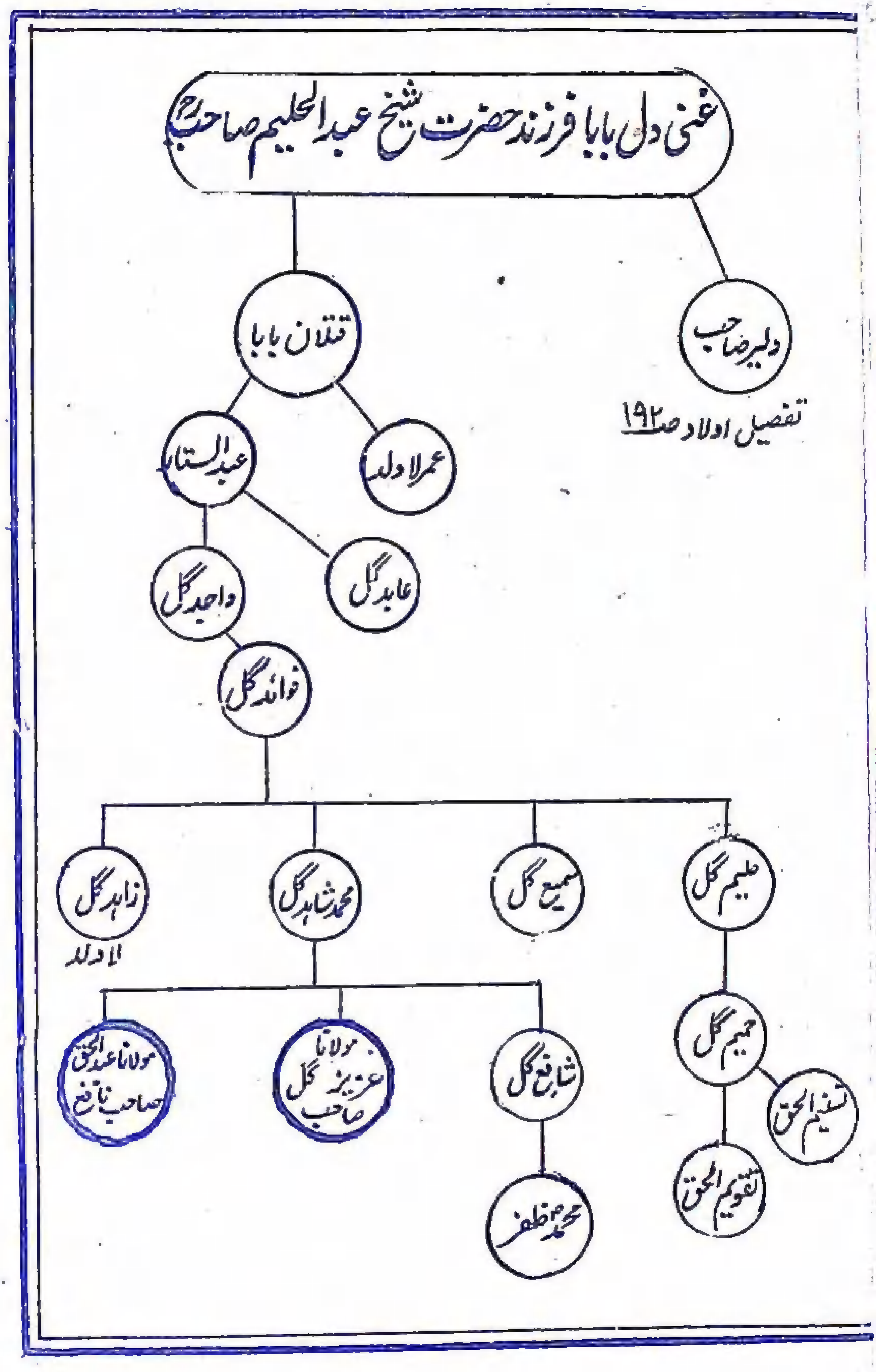
غنی دل بابا فرزند حضرت شیخ عبدالحلیم صاحبؒ
قتلان بابا
دلبر صاحب
تفصیل اولاد صـ۱۹۲
عبدالستار
عمر لاولد
واحد گل
عابد گل
فوائد گل
زاہد گل
لاولد
محمد شاہد گل
سمیع گل
حلیم گل
مولانا عبدالحق صاحب نافع
مولانا عزیز گل صاحب
شارع گل
حمیم گل
تسلیم الحق
تقویم الحق
محمد ظفر

Marfat.com

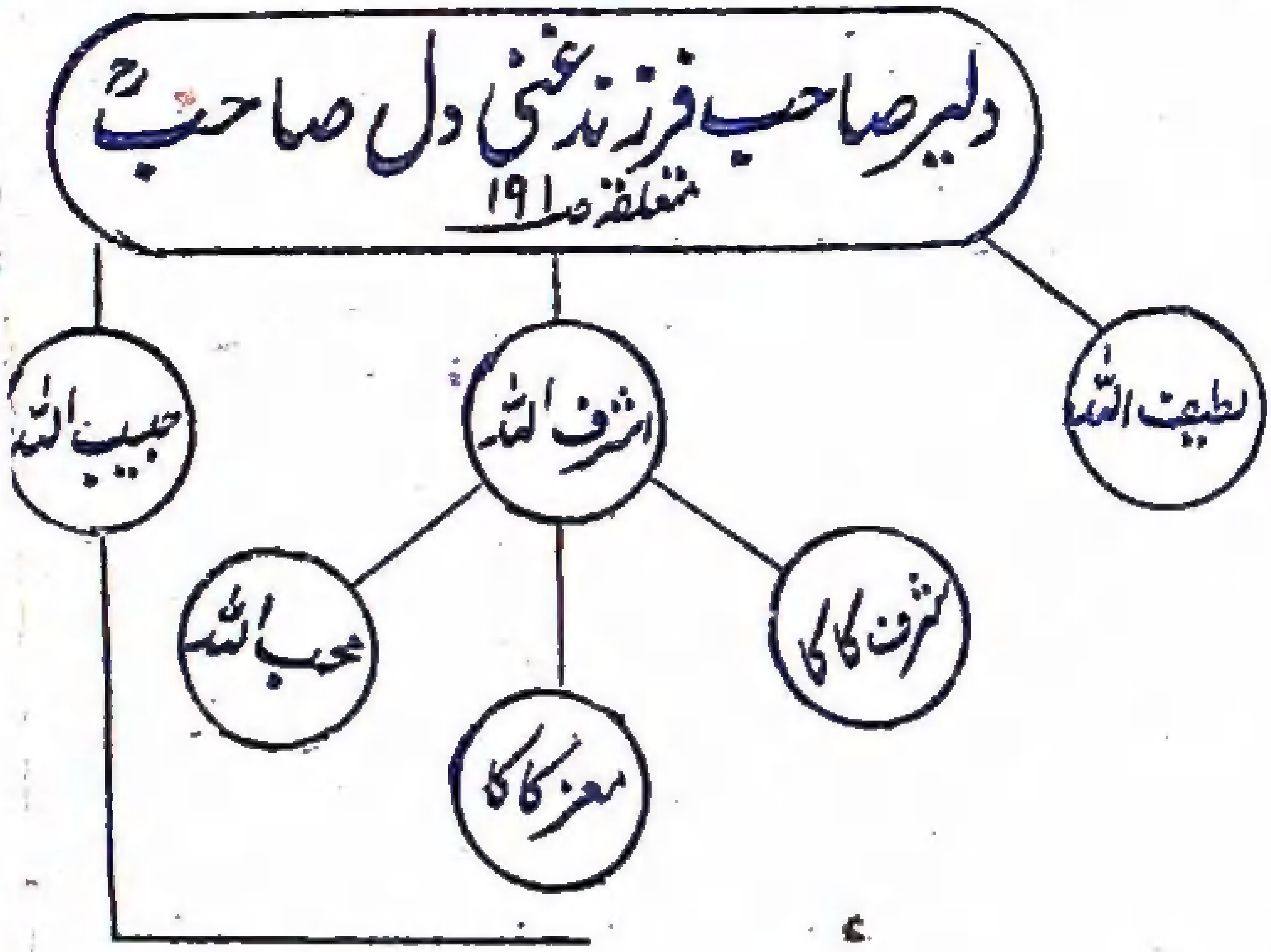
دلیر صاحب فرزند غنی دل صاحبؒ
متعلقہ ص ۱۹۱
لطیف اللہ
اشرف اللہ
حبیب اللہ
شرف کاکا
معز کاکا
محب اللہ